ذخیرۃ المسائل

ترجمہ

نفع المفتی والسائل

ابو الحسنات العلامۃ الشیخ مولانا عبد الحی لکھنوی

ترجمہ

الحاج مولانا عبد الخالق صاحب مظاہری
بانی و مہتمم معہد اصغر ناظر پور سہارنپور

زیر نگرانی

حضرت الحاج مولانا محمد اصغر صاحب قدس سرہ
شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ سہارنپور



مکتبہ فیض اصغر
جامعہ مارکیٹ نزد دفتر مظاہر علوم سہارنپور



بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذخیرۃ المسائل

ترجمہ

نفع المفتی والسائل

تالیف

ابو الحسنات العلامہ الشیخ محمد عبد الحی اللکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ

ترجمہ

الحاج مولانا عبد الخالق صاحب مظاہری

استاذ حدیث و تفسیر مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

زیر نگرانی

حضرت الحاج مولانا محمد اصغر صاحب مدظلہ

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ ضلع سہارنپور

ناشر

مکتبہ فیض اصغر

۳۶۹/۶، محلہ حقیرہ سرائے شریعہ بخیر، سہارنپور - ۲۴۷۰۰۱

نام کتاب : ذخیرۃ المسائل ترجمہ نفع المفتی والسائل

زیر نگرانی : حضرت الحاج مولانا محمد احمد صاحب مدظلہ

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ریڑی تاجپورہ ضلع سہارنپور

ترجمہ و ترتیب : جناب مولانا عبدالخالق صاحب مظاہری

استاذ حدیث و تفسیر مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

ضخامت : ۳۳۶ صفحات

قیمت : ۸۰ روپے

تعداد : ۱۰۰۰

کمپوزنگ : نعت کمپوزنگ ہاؤس دہلی۔ فون:2480273

سن طباعت : ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۹۹۹ء

ناشر

مکتبہ فیض اصغر

محلہ حضیرہ سرائے، شربتیہ پیر، سہارنپور ۲۴۷۰۰۱ (یوپی)

MAKTABA FAIZ-E-ASGHAR

Mohalla Hazira Sarai, Sharbatia Pir,

Dist. Saharanpur-247001 (U.P.)

انتساب

مشفق والدین واساتذہ
کے نام
جن کی آغوش تربیت وتوجہات کے طفیل
یہ کتاب وجود پذیر ہوئی۔

تھدیہ

- زندگی کی اصلاح کے طالب اور دین پرعمل کا جذبہ رکھنے والے نوجوانوں کے لئے۔
- تحقیق مسائل کے متلاشی طلبہ اور علماء کے لئے۔
- ذخیرہ ثواب حاصل کرنے والے احباب کے لئے۔

حرف آغاز

از

بقية السلف ولی کامل فقیه الاسلام مرشدی و مولائی

حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ العالی

ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوٰة والسلام على رسوله محمد وآله واصحابه اجمعين۔

اما بعد! فقد قال النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم من يرد الله به خيراً يفقهه فی الدين۔

اللہ رب العزت اپنے کچھ بندوں کو یہ سعادت بخشتا ہے کہ وہ دینی فروغ و جدوجہد میں اپنے کو مصروف کردیتے ہیں۔ اور اللہ اس کے لئے مواقع بھی فراہم کردیتا ہے۔ عزیزی مولوی عبد الخالق سلمہٗ جو حضرت مولانا محمد اصغر صاحب مدظلہٗ شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ریڑی تاجپورہ کے فرزند ارجمند ہیں اور موصوف ہی کی تربیت میں ایک عرصہ رہے ہیں۔ اللہ رب العزت نے ان کے علمی کمالات اور محاسن واوصاف سے ان کو حصہ عطا فرمایا ہے۔ وہ بھی انھیں افراد میں سے ایک ہیں۔ موصوف جامعہ مظاہر علوم (وقف) میں تدریسی خدمات کے ساتھ تصنیف و تالیف کا بھی ذوق رکھتے ہیں۔ اس سے قبل ان کی کئی کتب طبع ہو کر مقام قبولیت حاصل کرچکی ہیں۔ پیش نظر کتاب "ذخیرۃ المسائل" بھی ان کی سعی بلیغ کا مظہر

ہے۔ یہ کتاب ایک مشہور عربی رسالہ "نفع المفتی والسائل" کا ترجمہ ہے جو بہت سے مسائل اور مفید وضروری تحقیقات پر مشتمل ہے۔ میں نے مسودہ بتمامہ مولانا موصوف سے سنا ہے۔ ضروری ترمیمات کی طرف اسی وقت نشاندہی کردی گئی تھی۔ بہتر ہوا کہ وہ تمام مسائل اردو زبان میں لکھدیئے گئے کہ عوام بھی مستفید ہوسکیں۔ اصل کتاب فقہ و فتاویٰ سے تعلق رکھنے والے حضرات کے لیے ہے۔ ترجمہ کرنے میں عوام کے فہم کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ جبکہ طلبہ کو بھی ترجمہ سے مسائل میں انشاءاللہ مدد ملے گی۔ کتاب میں چونکہ بعض مسائل غیر مفتیٰ بہ ہیں اس لئے عوام بوقت عمل علماء سے رجوع فرمالیا کریں، اسی میں احتیاط ہے۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت موصوف کی ہر کوشش کو مقبولیت تامہ وعامہ عطا فرمائے اور کتاب کے نام کی مناسبت سے ان کیلئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

العبد مظفر حسین المظاہری

۲۲؍ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ



کلماتِ مسرت و تشکر

از

ذو المجد والکرم والد معظم و محترم

حضرت الحاج مولانا محمد اصغر صاحب دام اللہ ظلالہٗ

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ریڑی تاجپورہ، ضلع سہارنپور

الحمد للہ علی نعمائہ الشاملۃ و آلائہ الکاملۃ والصلوٰۃ والسلام الاتمان علی اکمل الانس والجان محمد وعلی آلہ واصحابہ البررۃ الکرام، اما بعد!

اللہ جل شانہٗ کے فدوی پر بے شمار انعامات واحسان ہیں اور یوماً فیوماً ہوتے رہتے ہیں۔ بعض انعامات وہ ہیں جو قیامت تک جاری رہتے ہیں جن میں سے ایک ولد صالح بھی ہے۔ لختِ جگر مولوی حافظ حاجی عبدالخالق سلمہٗ اللہ تعالیٰ عن جمیع الشرور والآفات جو جامعہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور میں ایک عرصہ سے تعلیمی خدمت انجام دے رہے ہیں، ان کو اللہ نے تصنیف و تالیف کی صلاحیت سے بھی نوازا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس صلاحیت کو حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ العالی ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم کی خاص تربیت سے جلا ملی ہے۔ چنانچہ موصوف کی کوشش اور توفیقِ ایزدی سے اب تک چار کتب شائع ہو چکی ہیں اور یہ کتاب "ذخیرۃ المسائل" پانچویں کتاب ہے۔ مسرت کی چیز پر طبعی طور پر مسرت ہوتی ہے۔ کتاب کو دیکھ کر مسرت ہوئی اور اللہ رب العزت کا شکر بجالایا۔ دل سے دعا

نگی کہ اللہ جل شانہٗ عزیزی لخت جگر مولوی حافظ عبد الخالق کو صحت و عافیت عطا فرمائے اور مزید اخلاص کے ساتھ خدمت کی توفیق بخشے۔ لخت جگر مولوی حافظ حاجی محمد سالم صاحب سلمہٗ کے لئے بھی دل سے دعاگو ہوں کہ ان کی مسلسل جد و جہد سے کتابت و طباعت کے مراحل آسان ہوئے۔ کتاب مفصل ہے اور زندگی سے متعلق اکثر مسائل پر مشتمل ہے۔ عوام و خواص سب ہی کے نفع کی ہے۔ اللہ جل شانہٗ فدوی اور عزیز موصوف کے لئے اس کو ذخیرۂ آخرت بنائے اور اس کے نفع کو عام و تام فرمائے۔

العبد (حضرت الحاج مولانا) محمد اصغر صاحب مدظلہٗ
(شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ریڑی تاجپورہ)
۳۰ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ

عرض مترجم

الحمد لاهله و الصلوٰة لاهلها. اما بعد!

اللہ رب العزت کا بے حد شکر و احسان ہے کہ اس نے مجھ سے ناکارہ کو اپنے دین کی خدمت و اشاعت کا ذریعہ بنایا۔ یہ صرف توفیق ایزدی ہے کہ درس و تدریس کے ساتھ لکھنے لکھانے کا بھی سلسلہ چل رہا ہے۔ اور بحمد اللہ یہ کتاب اس سلسلہ کی پانچویں کڑی ہے۔ کتاب ذخیرۃ المسائل ایک عربی رسالہ نفع المفتی والسائل کا ترجمہ ہے۔ جامعہ اسلامیہ میں تدریس کے ابتدائی دور میں ۱۹۸۰ء میں بندہ سے متعلق فقہ کی مشہور کتاب ہدایہ تھی۔ اس زمانہ میں رسالہ نفع المفتی والسائل جو حضرت مولانا عبد الحی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے اس کو دیکھنے کا موقع ملا۔ چونکہ موصوف کے علمی کمالات اپنے اساتذہ کی زبانی سنے تھے اس لئے مطالعہ کا شوق ہوا۔ پڑھنے سے دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ اگر اس کا ترجمہ ہو جائے تو بہت سے حضرات کے لئے فائدہ کا باعث ہوگا۔ اپنے رفیق محترم مولانا قاری محمد عاشق الٰہی صاحب اور جناب مولانا مفتی مقصود احمد صاحب مدظلہما مدرسین جامعہ اسلامیہ سے اس کا تذکرہ کیا۔ انھوں نے بھی تائید فرمائی۔ چنانچہ ہم تینوں افراد اس کام میں لگ گئے۔ بحمد اللہ ترجمہ کا کافی کام ہوا۔ اس کے بعد حالات میں مدوجزر آئے اور کام رُک گیا۔ ۱۹۸۷ء میں فدوی کو جامعہ مظاہر علوم کی خدمت کا موقع میسر آیا۔ آقائی و مرشدی حضرت اقدس فقیہ الاسلام مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہٗ سے اس کتاب کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا اچھا کام ہے، تکمیل کر دیجئے۔ حضرت والا کی توجہ کے طفیل ترجمہ پورا ہو گیا۔ کتاب ضخیم ہو گئی اور طباعت کے لئے حالات سازگار نہ تھے۔ مسودہ رکھا رہا۔ حضرت والا نے کئی مرتبہ توجہ دلائی کہ اس کو چھپوا دیا

جائے۔ فدوی نے حضرت والا سے درخواست کی کہ ایک مرتبہ حضور والا دیکھ لیں۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی وقت متعین کر لیجئے اور میرے سامنے پڑھ لیجئے۔ اصل رسالہ بھی سامنے رہے گا تو بہتر طور پر دیکھا جاسکے گا۔ چنانچہ فدوی نے حضرت سے دوپہر کا وقت اس کام کے لئے مقرر کرلیا۔ نہایت التزام اور توجہ سے حضرت نے اوّل تا آخر سنا۔ ترجمہ کے الفاظ کی اصلاح فرماتے رہے۔ تحقیق طلب امور میں دوسری کتب سے مراجعت فرماتے رہے اور بحمد اللہ یہ تصحیح واصلاح کا کام تکمیل کو پہنچا۔ اب کتابت وطباعت کا مرحلہ تھا۔ فدوی نے اپنے چند مخلص احباب کو اس طرف متوجہ کیا۔ بحمد اللہ کچھ احباب کی توجہ سے ہمت قوی ہوگئی جن میں سرفہرست اخی مکرم ومحترم جناب الحاج مولانا محمد سالم صاحب جامعی مدظلہ' ہیں کہ ان کی جدوجہد سے کتابت وطباعت کے مشکل مراحل آسان ہوگئے۔ اور کتاب زیور طبع سے آراستہ ہوگئی۔ کمپیوٹر کی کتابت کی تصحیح کا مسئلہ بھی اہم تھا جو درجہ افتاء ودورۂ حدیث کے چند ذہین طلبہ کی کوشش سے حل ہوا۔ والد محترم حضرت الحاج مولانا محمد اصغر صاحب مدظلہ' العالی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ کی دعائیں مسلسل شامل حال رہیں۔ فدوی ان تمام اکابر، رفقاء اور محبین کا خلوص دل سے شکرگذار ہے۔ اور اس تمام تر کوشش وجدوجہد کے باوجود اس امر کا امکان ہے کہ کتابت وطباعت کے ساتھ اصل ترجمہ میں بھی کچھ خامیاں رہ گئی ہوں۔ ایک بڑا کام یہ باقی رہ گیا کہ غیر مفتی بہ مسائل کی نشاندہی نہیں ہوگی۔ نیز وہ کتب جن کا حوالہ کتاب میں ہے ان کا مختصر تعارف نہیں آسکا چونکہ اس سے کتاب طویل ہوجاتی۔ اللہ رب العزت آئندہ اس کی بھی تکمیل کرادیں تو یہ ان کا مزید احسان وانعام ہوگا۔ قارئین کرام سے ضروری اصلاح کی گذارش کے ساتھ دعاء کی توقع ہے۔ اللہ رب العزت اس کتاب کو فدوی کے لئے اور جملہ معاونین کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے اور مزید کتب کا سلسلہ جو جاری ہے اس کی تکمیل کی توفیق ارزانی فرمائے۔ اور اس کتاب کے نفع کو عام وتام فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

طالب دعا احقر عبد الخالق مظاہری عفی عنہ

خادم التدریس جامعہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

فہرست مضامین
ذخیرۃ المسائل

تمت بالخیر

کتاب الطھارات[1]

(وضو کے متعلق مسائل)

س: ایسا کونسا پاک برتن ہے جس میں وضو کرنا مکروہ ہے حالانکہ وہ نہ چاندی کا ہے نہ سونے کا اور نہ مغصوب؟

ج: وہ وہ برتن ہے جس کو اپنے لئے خاص کر لیا گیا ہو غیر کو اس کے استعمال کی اجازت نہ ہو۔

س: ایسا کونسا وضو ہے احناف کے نزدیک جو بلا نیت درست نہیں ہوتا؟

ج: وہ وضو ہے جو نبیذ تمر سے کیا جائے اس لئے کہ نبیذ تمر حقیقتاً پانی نہیں ہے بلکہ وہ پانی کا بدل ہے۔ پس تیمم کے مشابہ ہو گیا جیسے تیمم بلا نیت صحیح نہیں ہوتا ایسے ہی یہ بھی بغیر نیت کے صحیح نہیں ہوگا۔[2]

س: ایسا شخص کون ہے جس نے یہ قسم کھائی ہو کہ اگر میں نکسیر چلنے کی وجہ سے وضو کروں تو میری بیوی کو طلاق اور اس کو نکسیر چلے اور وضو کر لے مگر طلاق واقع نہ ہو؟

ج: وہ وہ شخص ہے جس نے پہلے پیشاب کیا ہو پھر اس کو نکسیر چلی ہو پھر اس نے وضو کیا ہو اس لئے کہ اس صورت میں وضو اوّل حدث سے واجب ہوا ہے نہ کہ

---

[1] طہارات طہارت کی جمع ہے۔ یہ مصدر ہے بمعنی نظافت۔ اصطلاح میں بدن، مکان اور کپڑے کا صاف کرنا۔ حدث یعنی نجاست حکمی اور خبث یعنی نجاست حقیقی سے

[2] نبیذ تمر سے وضو کا جائز ہونا امام ابو حنیفہؒ کا پہلا قول ہے بعد میں امام صاحبؒ سے رجوع ثابت ہے۔

نقل کیا گیا ہے۔

حق ہے۔ جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ سے [illegible] (الخ)

(کذا فی حاشیۃ [illegible])

س: کیا ایسا کوئی وضو ہے جس کے ساتھ تیمم بھی کرنا ضروری ہے؟

ج: گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کرنا کہ اس کے ساتھ تیمم بھی کیا جائے گا۔ اس لئے کہ اگر آدمی اس کے سوا پانی نہ پائے تو اس پر وضو اور تیمم دونوں واجب ہیں۔ ان میں سے جس کو مقدم کرے گا جائز ہے۔ (کذا فی کنز الدقائق)

چونکہ سور حمار میں احادیث اور قیاس و اخبار متعارض ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے گدھوں کے گوشت کھانے سے منع کیا ہے اور جن ہانڈیوں میں گدھے کا گوشت پکایا گیا تو ان کو پھینکنے کا حکم دیا اور ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے حضورؐ سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ میرے مال میں سے صرف چند گدھے باقی رہ گئے ہیں تو آپؐ نے فرمایا اپنے مال میں سے موٹے موٹے گدھوں کو کھاؤ۔ پہلی حدیث پالتو گدھوں کے گوشت کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے جس میں ان کے جھوٹے کا ناپاک ہونا معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ نجاست و طہارت کا مدار لعاب کی طہارت و نجاست پر ہے اور لعاب کی طہارت گوشت کی طہارت پر موقوف ہے لہٰذا جب گوشت ناپاک ہوگا تو لعاب کے ناپاک ہونے کا حکم لگایا جائے گا جو سورؔ کے ناپاک ہونے کو مستلزم ہے۔ اور دوسری روایت گوشت کے مباح ہونے پر دلالت کرتی ہے جس سے لعاب کا پاک ہونا معلوم ہوتا ہے جو سور کے پاک ہونے کو مستلزم ہے۔ ایسے ہی حضرت جابرؓ سے منقول ہے کہ حضورؐ سے سوال کیا گیا کہ کیا ہم گدھوں کے جھوٹے پانی سے وضو کرلیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں کرلو۔ اور حسن رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ حضورؐ نے پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا کہ وہ ناپاک ہے جس سے سور کا ناپاک ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ایسے ہی اخبار بھی

[illegible]

اس سلسلہ میں متعارض ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما گدھے کے جھوٹے سے وضو کو مکروہ سمجھتے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ایسے ہی اس کے متعلق قیاس بھی مختلف ہیں۔ اگر دودھ پر قیاس کیا جائے تو سور ناپاک نہیں ہوگا چونکہ گدھی کا دودھ پاک ہے جبکہ سور میں ضرورت زیادہ ہے بمقابلہ دودھ کے تو سور بھی پاک ہوگا۔ پسینہ پر قیاس کر کے اس کو پاک نہیں کہا جاسکتا چونکہ پسینہ میں ضرورت زیادہ ہے سور میں ایسی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ سور کلب پر اس کو قیاس کیا جائے اور ناپاک کہا جائے یا سور ہرۃ پر قیاس کر کے اس کو پاک کہا جائے چونکہ ان کے مابین کثرتِ ضرورت اور قلتِ ضرورت میں تفاوت ہے۔ پس جب دلائل متعارض ہوگئے، تو اصول کے مطابق عمل واجب ہے اور یہ کہا جائے گا کہ سور حمار پاک ہے جیسا کہ سور سے پہلے تھا اور اس سے وضو کرنے والا محدث ہے جیسا کہ پہلے سے محدث تھا لہٰذا وضو اور تیمم دونوں کرے گا۔ (کذا فی التوضیح) اسی سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ سور حمار کے مشکوک ہونے کا کیا مطلب ہے، نہ یہ کہ اس کی طہارت اور نجاست میں شک کا حکم لگایا جائے گا اور اس کو مشکوک الحکم قرار دیا جائے گا چونکہ یہ بات مستنکر[1] ہے کہ مسائل فقہیہ میں سے کوئی مسئلہ مشکوک ہو پھر سوال یہ ہے کہ کیا گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کرنے میں نیت وضو شرط ہے۔ قنیہ میں علاء الحمامی اور ضیاء الائمہ سے منقول ہے کہ گدھے کے جھوٹے سے وضو کرنے میں نیت شرط نہیں ہے اور خلاصہ میں ہے کہ احتیاط یہ ہے کہ نیت کرے۔ واللہ اعلم۔

س: وہ وضو کرنے والا کون ہے جس کے لئے کلی کرتے وقت غرغرہ مکروہ ہے؟

ج: روزہ دار۔

س: وہ کونسا متوضی ہے جس کیلئے داڑھی کی جڑوں کو وضو میں دھونا ضروری ہے؟

---

[1] بعید۔

ج: جس کی داڑھی گھنی نہ ہو بلکہ بالوں کی جڑیں دکھائی دیتی ہوں۔[۱]

س: ایسا کونسا مسح ہے جو پیروں کے دھونے کی فرضیت کو ختم کر دیتا ہے اور متوضی کے لئے پیروں کا دھونا عزیمۃ ہو جاتا ہے؟[۲]

ج: موزوں پر مسح کرنا۔

س: وہ موزہ کونسا ہے جس پر مسح کرنا جائز نہیں؟

ج: جو لوہے، لکڑی، کانچ، روئی یا اس کے مثل کسی چیز سے بنایا گیا ہو۔ (البنایۃ)

س: ایسا کونسا مسح ہے جس کے جائز ہونے کے لئے یہ شرط نہیں کہ اس چیز کو جس پر مسح کرنا ہے، وضو کر کے باندھا گیا ہو؟

ج: زخم پر بندھی ہوئی پٹی پر مسح کرنا کہ اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ عضو پر پٹی باندھنے سے پہلے وضو کیا گیا ہو۔

س: وہ کونسا شخص ہے جس کے لئے مسح علی الخفین جائز نہیں؟

ج: جنبی یعنی ناپاک شخص۔ (کنز وغیرہ)

۱: شرح نقایہ میں برجندی نے اسی کی تصریح کی ہے۔ اور جس شخص کی داڑھی بالوں کی جڑوں کو چھپائے ہوئے ہو تو اس کے لیے کافی ہے کہ پوری داڑھی کو دھولے۔ اور اس کے علاوہ چوتھائی داڑھی کے مسح کی روایات یا داڑھی کے اس حصہ کے مسح کی روایت جو کمال سے ملا ہوا ہو، ایسے ہی عدم غسل اور عدم مسح کی روایت مرجوع عنہ ہیں اور بحر الرائق میں ہے کہ صحیح قول داڑھی کے دھونے کے واجب ہونے کا ہے یعنی دھونا فرض ہے جیسا کہ سراج الوہاج میں تصریح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ ظہیریہ میں ہے۔ اور بدائع میں ہے کہ اس کے ماسوا سب روایات سے رجوع ثابت ہے اور اصحاب متون پر تعجب ہے کہ انھوں نے مرجوع عنہ روایت کو ذکر فرمایا اور مرجوع الیہ صحیح مفتی بہ روایت کو ذکر نہیں فرمایا جبکہ وہ سامنے کے چہرے کی حد میں داخل ہے اور در مختار میں فرمایا کہ پوری داڑھی کا دھونا فرض عملی ہے۔ یہی مذہب صحیح اور مرجوع الیہ ہے اور اس کے علاوہ روایات مرجوع عنہ ہیں جیسا کہ بدائع میں ہے۔ پھر اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ لٹکی ہوئی داڑھی کا دھونا واجب نہیں ہے نہ اس کا مسح واجب ہے بلکہ مسنون ہے۔ کذا فی النہر۔ اور مواہب الرحمان میں ہے کہ گھنی داڑھی کے ظاہری حصہ کو دھونے کا وجوب مفتی بہ ہے اور ایک ثلث یا ایک ربع کے غسل یا مسح پر اکتفا کرنا متروک ہے۔

۲: عزیمۃ وہ عمل کہلاتا ہے جس کا کرنا چھوڑنے کے مقابلہ میں بہتر ہو۔

مسائل متفرقہ

م: اگر کوئی آدمی پانی میں بلا نیت وضو کے گھس جائے تو ہمارے نزدیک وضو ہو جائے گا۔

م: وضو میں کلی کرنے کے وقت غرغرہ کرنا مستحب ہے بعض لوگوں نے سنت شمار کیا ہے مگر روزہ کی حالت میں غرغرہ مکروہ ہے۔

م: استنشاق کے وقت ناک میں انگلی داخل کرنا ضروری نہیں ہاں اچھا ہے۔

م: رخسار اور کنپٹی کے درمیان کی جگہ کو اگر نہیں دھویا جائے گا تو وضو نہیں ہوگا۔

م: داڑھی کا خلال امام ابو یوسفؒ کے نزدیک سنت ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے مگر مختار امام ابو یوسفؒ کا قول ہے۔

م: داڑھی کے دھونے اور اس کے مسح کرنے میں روایات مختلف ہیں۔

برجندی میں ہے کہ چوتھائی داڑھی جو کہ کھال کو چھپائے ہوئے ہو اس کا مسح امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک فرض ہے سر کے مسح پر قیاس کرتے ہوئے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے اس میں دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت تو یہ ہے کہ پوری داڑھی کا مسح فرض ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ داڑھی کا مسح مطلقاً فرض نہیں ہے۔ اور خلاصہ میں ہے کہ امام صاحب کی ایک روایت یہ ہے کہ چوتھائی یا تہائی داڑھی کا مسح جائز ہے۔ اور تبیین الحقائق میں امام حسنؒ نے امام صاحب کی روایت بیان کی ہے کہ چوتھائی داڑھی کا مسح واجب ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ چوتھائی کا دھونا واجب ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ نہ دھونا واجب ہے نہ مسح کرنا۔ زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ وہ تمام داڑھی جو کھال کو ڈھانپے ہوئے ہے اس کا دھونا فرض ہے اور جو لٹکی ہوئی ہے اس کا دھونا فرض نہیں ہے۔ خزانۃ الروایات میں فتاویٰ ظہیریہ سے نقل کیا ہے کہ داڑھی کا وہ حصہ جو کھال کے متصل ہے اس کا مسح واجب ہے یہی صحیح ہے اور اسی کی طرف امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے باب الجنابۃ میں اشارہ کیا ہے اور اسی پر

فتویٰ ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام زفر رحمہما اللہ سے منقول ہے کہ چوتھائی یا زیادہ کا اگر مسح کیا تو جائز ہے۔ اور امام شافعی وامام محمد رحمہما اللہ کے قول کے مطابق پوری داڑھی کا مسح کرے اس لئے کہ داڑھی لوگوں کے سامنے رہتی ہے۔ پس وہ چہرہ کی حد میں داخل ہے جیسا کہ بھویں، یہی احتیاط ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اس سلسلہ میں معتمد اور صحیح مسلک کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ حصہ جو کھال کو چھپائے ہوئے ہو اس کا دھونا فرض ہے مسح کرنا نہیں۔

م: اگر کسی شخص نے وضو کیا اور پانی مونچھوں یا بھنوؤں کے نیچے نہیں پہنچا تو وضو درست ہو جائے گا۔ (کذا فی المضمرات)

م: مطالب المؤمنین میں لکھا ہے کہ مناسب ہے مونچھوں کا کترواتا یہاں تک کہ وہ بھوؤں کے مانند ہو جائیں۔ اسی مسئلہ سے ہمارے بعض مشائخ نے استدلال کیا ہے پس انہوں نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے وضو کیا اور پانی مونچھوں کے نیچے نہیں پہنچا تو وضو ہو جائے گا۔ چونکہ اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ مونچھیں بقدر بھوؤں کے رکھے۔ اگرچہ بھوؤں کے نیچے پانی نہ پہنچے تو وضو ہو جاتا ہے اسی وجہ سے مسئلہ مذکور میں بھی وضو ہو جائے گا ہم بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے۔

م: بقدر حاجب مونچھ رکھنا یہ غیر مجاہد کے حق میں ہے۔ اور مجاہد یعنی غازی کے لئے اس سے بھی لانبی مونچھ رکھنا جائز ہے تاکہ دشمن کی نظر میں زیادہ خوفناک معلوم ہو۔ (کذا فی الذخیرۃ)

م: آنکھوں کے اندر کے حصہ کا دھونا واجب نہیں ہے۔ (کذا فی جامع الرموز)

م: ہونٹوں کو بلا تکلف بند کرنے کے وقت جو حصہ چھپ جائے اس کا دھونا واجب نہیں ہے۔ جو حصہ ظاہر ہو ہونٹوں کے اس حصہ کا دھونا واجب ہے، چونکہ وہ چہرہ کے تابع ہے۔ (کذا فی ذخیرۃ العقبیٰ)

م: چہرہ کو آنکھیں بند کر کے دھونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام صاحب سے

ایسے ہی منقول ہے اور فقیہ احمد ابن ابراہیم سے منقول ہے کہ اگر آنکھ بند کرنے میں مبالغہ کرے تو جائز نہیں ہے۔

م: اگر گوشۂ چشم میں چیڑ (یعنی آنکھ کا میل کچیل جم جائے) وغیرہ جمع ہو جائے تو آنکھ بند کرنے کے بعد اس کا جو حصہ باہر رہے اس کا دھونا بھی واجب ہے۔(کذانی بحرالرائق)

م: مسواک کرنا سنت موکدہ ہے مناسب یہ ہے کہ کڑوے درخت کی ہو۔کن انگلی کے بقدر موٹی ہو اور بنصر یعنی چھوٹی انگلی کے بقدر لانبی ہو۔مسواک دانتوں کی لمبائی میں کرے نہ کہ عرض میں۔ بعض کے نزدیک عرضاً دانتوں میں طولاً لسان میں۔

م: تحفۃ الفقہاء میں ذکر کیا ہے کہ مسواک کرنا یہ مضمضہ یعنی کلی کرنے کے وقت سنت ہے اور کفایۃ الشعبی وغیرہ میں ہے کہ مسواک کرنا وضو سے پہلے ہے۔

م: گردن کا مسح ابو جعفر کے قول کے مطابق سنت ہے اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ سنت نہیں ہے۔اور خزانۃ میں ہے کہ گردن کا مسح کرنا بمقابل چھوڑنے کے اولیٰ ہے۔گردن کے مسح کے بارے میں ایک حدیث بھی وارد ہوئی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ گردان کا مسح قیامت کے دن طوق سے امان کا باعث ہے یعنی گردن میں طوق نہیں ڈالا جائے گا۔مگر اس کے متعلق امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور علامہ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے کہ موضوع نہیں ہے۔اس کے متعلق کامل بحث وتحقیق علامہ عبدالحیٔ صاحب نور اللہ مرقدہ کے رسالہ تحفۃ الطلبہ فی مسح الرقبۃ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

م: وضو کی حالت میں ستر کھلا ہوا ہونا مکروہ ہے ایسے ہی چہرہ پر پانی زور سے مارنا۔ ناک دائیں ہاتھ سے صاف کرنا، مضمضہ اور استنشاق بائیں ہاتھ سے کرنا اور ستر دیکھنا بھی مکروہ ہے۔(کذانی مطالب المؤمنین)

م: اعضاء وضو دھوتے ہوئے چہرہ اور ہاتھوں اور پیروں کی حدود سے تجاوز کرنا

مستحب ہے تاکہ یقین ہو جائے۔

م: غرغرہ کو لمبا کرے۔

م: وضو کرتے ہوئے ہاتھوں کو جھٹکنا مکروہ ہے۔

م: وقت سے پہلے وضو کی تیاری کرنا۔ پانی میں بخل اور اسراف سے پرہیز کرنا اور وضو کرتے ہوئے دنیا کی باتیں نہ کرنا یہ سب امور مستحب ہیں۔

م: نجاست کی جگہوں پر بیٹھ کر وضو نہ کرے اس لئے کہ وضو کا پانی محترم ہے۔

(کذا فی مطالب المؤمنین من مفاتیح المسائل)

ما یتعلق بالنواقض

(نواقض وضو سے متعلق مسائل)

س: ایسا کونسا شخص ہے جس نے نماز میں قہقہہ لگایا ہو اور وضو نہ ٹوٹا ہو؟

ج: بچہ ہے اس لئے کہ قہقہہ سے اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے مگر اس کا وضو نہیں ٹوٹتا۔ (کما فی الاشباہ فی احکام الصبیان)

برجندیؒ نے کہا ہے اسی پر جمہور مشائخ ہیں نیز بعض لوگوں نے وضو کے نہ ٹوٹنے پر اجماع نقل کیا ہے مگر اجماع کا قول درست نہیں ہے اس لئے کہ استروشنی نے جامع احکام الصغار میں اس کے متعلق مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔ تجنیس میں ذکر کیا ہے کہ بچہ اگر نماز میں قہقہہ لگائے تو نوادر میں ذکر کیا گیا ہے کہ وضو فاسد نہیں ہوگا اس لئے کہ بچہ کا فعل جنایۃ کے ساتھ متصف نہیں کیا جائے گا پس اس میں قیاس پر عمل کیا جاویگا کہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ قہقہہ خواہ بچہ کا ہو یا بالغ کا ناقض نہیں ہونا چاہیے اور فتاویٰ ظہیر الدین میں ہے کہ بچہ اگر نماز میں قہقہہ لگائے تو کہا گیا ہے کہ وضو نہیں ٹوٹے گا اور نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر بھول گیا وہ اپنے نماز میں ہونے کو پس اس نے قہقہہ لگایا تو شداد نے بیان کیا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک وضو فاسد نہیں ہوگا اور نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ قہقہہ سے وضو کا فاسد ہونا جو

حدیث میں وارد ہوا ہے تو وہ بیدار کے متعلق ہے اور بچہ بیدار کے حکم میں نہیں ہے اور حاکم اور عبد الواحد نے بیان کیا ہے کہ وضو اور نماز دونوں فاسد ہو جائیں گی۔ چونکہ قہقہہ نماز میں پایا گیا ایسے ہی معراج الدرایہ میں ہے۔ ان اقوال سے ظاہر ہو گیا کہ اجماع کا دعویٰ غلط ہے مگر جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اخیر کے دونوں قول ضعیف ہیں پس کالعدم شمار کئے جاویں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

س: وہ کون شخص ہے کہ اس کی ودی[1] ناقض وضو نہیں ہے؟

ج: ایسا شخص جس کو سلسل البول کا مرض ہے اس لئے کہ یہ ودی پیشاب کی جنس سے ہے اور سلسل البول[2] والے شخص کا پیشاب وقت میں وضو کو نہیں توڑتا ایسے ہی ودی بھی ناقض وضو نہیں ہو گی مگر بعض لوگوں نے اس کا انکار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ خروج ودی چونکہ حدث جدید ہے لہٰذا اس کو پیشاب کے ساتھ لاحق نہیں مانا جائے گا۔

س: ایسا کونسا شخص ہے کہ اس کا آنسو ناقض وضو ہے؟

ج: وہ وہ شخص ہے جس کی آنکھ میں رمد[3] یعنی آشوب چشم ہو صرح بہ فی در المختار عن المجتبیٰ۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ رمد یعنی ڈھلکے کا پانی ناپاک ہے اس لئے کہ حدث وہی چیز بن سکتی ہے جو نجس یعنی ناپاک ہے۔ صرح بہ الفقہاء۔ واللہ اعلم۔

س: ایسا کون شخص ہے کہ اس کے ذکر کے سوراخ پر پیشاب ظاہر ہو جائے اور وضو نہ ٹوٹے؟

ج: ایسا وہ شخص ہے جس کے ذکر کے دو سوراخ ہوں۔ عموماً اس کو ایک سوراخ سے پیشاب نکلتا ہو اور اتفاقاً کسی روز دوسرے سوراخ سے پیشاب ظاہر ہوا تو جب تک سوراخ سے باہر نکل کر نہیں بہے گا اس وقت تک وضو نہیں ٹوٹے

---

[1] ودی وہ گاڑھا پانی ہے جو پیشاب کے بعد گرتا ہے۔

[2] سلسل البول یعنی پیشاب کے قطروں کا ہر وقت جاری رہنا [3] رمد کے معنی ہیں آنکھ دکھنا، ہندی ڈھلکا کہتے ہیں۔

گی۔ اس لئے کہ وہ سوراخ جس سے پیشاب نہیں آتا ہے وہ بمنزلہ زخم کے سمجھا جاوے گا تو جب تک اس سے نجاست کا خروج نہیں پایا جائے گا وضو نہیں ٹوٹے گا بخلاف پاخانہ پیشاب کے معتاد راستوں کے کہ ان سے صرف نجاست کا ظہور کافی ہے۔ (کذا فی جامع المضمرات)

س: ایسا کون شخص ہے جس کا وضو بدبودار ریح کے خروج سے نہیں ٹوٹتا ہے؟

ج: وہ ایسی عورت ہے جو مفضاۃ ہو یعنی جس کے پاخانہ اور پیشاب کا راستہ مل گیا ہو اس لئے کہ اس صورت میں یہ یقینی نہیں کہ ہوا کا خروج پاخانہ کے راستے سے ہوا یا پیشاب گاہ سے۔ ہاں علماء نے اس کیلئے وضو کو مستحب لکھا ہے۔ (کذا فی السراجیہ)

س: وہ کونسا وضو ہے جو رکوع سجدہ والی نماز میں بالغ آدمی کے کھلکھلا کر ہنسنے سے بھی نہیں ٹوٹتا؟

ج: وہ وہ وضو ہے جو غسل کے ضمن میں ہو۔ یعنی غسل کرنے والے شخص کا وضو۔ (کذا فی المحیط) اور برجندی نے شرح نقایہ میں فرمایا ہے کہ ٹوٹ جائے گا۔ (کذا فی المضمرات) علامہ حصکفی نے درالمختار میں فرمایا ہے کہ خانیہ[1] اور فتح[2] اور نہر[3] میں وضو کے ٹوٹ جانے کو ترجیح دی گئی ہے قہقہہ لگانے والے پر عقوبت کے طور پر۔ وعلیہ الجمہور کذا فی الذخائر الاشرفیہ۔

س: ایسا کونسا پیپ ہے جس کے نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا؟

ج: وہ پیپ جو کان سے بلا درد کے نکلا ہو۔ اور اگر درد کے ساتھ نکلا ہو تو وضو ٹوٹ جائیگا اس لئے کہ اب سمجھا جائے گا کہ وہ زخم سے نکلا ہے بخلاف پہلی صورت کے کہ وہاں زخم ہونے پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ (کذا فی البنایہ و بھذا افتی الحلوائی)

س: وہ کونسا وقت ہے کہ جس میں نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا؟

ج: ان اوقات میں سے کوئی وقت جن میں نماز پڑھنے سے ممانعت وارد ہوئی ہے اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جب ان اوقات میں فرائض کا پڑھنا جائز

---

[1] [2] [3] کتابوں کے نام ہیں۔

نہیں ہے لیکن اگر کسی نے پڑھنا شروع کردیا اور پھر قہقہہ لگایا تو کیا اب وضو ٹوٹ جائے گا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اب بھی وضو نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ نماز کا شروع کرنا ہی صحیح نہیں ہوا ہے۔ لہٰذا قہقہہ شروع نماز میں نہیں پایا گیا اور قہقہہ کے ناقض وضو ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ قہقہہ نماز شروع میں ہو اور نوادر الصلوٰۃ میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر سورج طلوع ہوگیا اور نمازی درمیانِ نماز میں ہے پھر اس نے قہقہہ لگایا سلام پھیرنے سے پہلے تو اس کے ذمہ دوسری نماز کے لئے وضو واجب نہیں ہے۔

س: ایسا کون شخص ہے جس کا پسینہ بھی ناقض وضو ہے؟

ج: شراب کا عادی چونکہ علماء نے لکھا ہے کہ مدمن الخمر کا پسینہ ناپاک ہے اور ہر ناپاک نکلنے والی چیز حدث بنتی ہے۔ اس قضیہ کا کبریٰ تو ظاہر ہے اور صغریٰ صحیح ہے یا نہیں پس اس کی تصریح تنویر الابصار میں ہے اسی کی طرف جامع الرموز میں بھی اشارہ ہے مگر صاحب درمختار کے نزدیک اس کی صحت میں کلام ہے چنانچہ انھوں نے فرمایا ہے کہ صغریٰ کے اثبات کی ضرورت ہے کہ مدمن الخمر کا پسینہ ناپاک ہے اور اس کا حاصل وہ ہے جو ذخائر الشرفیہ میں ہے کہ باہر پھرنے والی مرغی کا پسینہ ناپاک ہے۔ پس مدمن الخمر کا پسینہ بھی ناپاک ہوگا بلکہ اس کا ناپاک ہونا اولیٰ ہے پھر فرمایا اور اس شخص سے زیادہ قبیح کون ہو سکتا ہے جس کا پسینہ کتے اور خنزیر کے پسینہ کے مانند ہو۔ بیان فرمایا ابن العز نے کہ اس لحاظ سے شرابی کا پسینہ وضو کو توڑ دے گا۔ یہ عجیب تفریع ہے اور کھلی ہوئی تخریج ہے۔ مصنف علام نے فرمایا کہ تخریج کے ظاہر ہونے کی وجہ سے ہم نے اسی پر اعتماد کیا ہے۔

شیخ رملی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس مسئلہ کا باہر پھرنے والی مرغی کے پسینہ پر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے جبکہ وہ خود غریب ہے اور اس پر کوئی روایت بھی شاہد نہیں ہے اور نہ ہی درایۃ اس کی موافقت کرتی ہے۔ یہ بات کہ اس پر

کوئی روایت شاہد نہیں ظاہر ہے چونکہ اس سلسلہ میں ان لوگوں میں سے کسی کی کوئی روایت بھی منقول نہیں ہے جن پر اعتماد کیا جاتا ہے اور درایۃ کا اس کی موافقت نہ کرنا اس لئے ہے کہ چونکہ مقدمہ اولیٰ تسلیم نہیں ہے نیز اس کے بطلان پر اس مسئلہ سے استدلال کیا جاسکتا ہے کہ بکری کا بچہ اگر خنزیر کے دودھ کے ساتھ پرورش پائے تو اس کا گوشت کھانا جائز ہے چونکہ وہ دودھ کالعدم شمار کیا گیا ہے اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہا ہے۔ ہم ایسے ہی شرابی کے پسینہ کے متعلق بھی کہتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

س: وہ کونسی نیند ہے جو وضو کو نہیں توڑتی؟

ج: وہ اس شخص کی نیند ہے جس کو انفلات ریح یعنی بار بار ہوا خارج ہونے کا مرض ہو۔ (کذافی ردالمحتار)

س: کیا دو مردوں یا دو عورتوں کے درمیان مباشرت فاحشہ وضو کو توڑ دیتی ہے؟

ج: ہاں۔ قنیہ میں بیان کیا ابوذر نے شرح الصلوٰۃ میں کہ دو مردوں یا دو عورتوں کے درمیان مباشرت فاحشہ شیخین یعنی امام ابو حنیفہ و ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک وضو کو توڑ دیتی ہے بخلاف حضرت امام محمد رحمہ اللہ کے۔

س: اگر خون زخم کے منہ سے نکلا اور نہیں بہا مثلاً یہ کہ بند زخم میں سوئی سے سوراخ کیا جس سے خون اوپر نکلا اور اس جگہ ٹھہر گیا تو کیا اس سے وضو ٹوٹ جائے گا؟

ج: امام محمدؒ کے نزدیک وضو ٹوٹ جائے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نہیں ٹوٹے گا۔ خزانۃ الروایات میں بیان کیا گیا ہے کہ پسندیدہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے۔ اور ذخیرۃ سے نقل کیا گیا ہے کہ اس قسم کے مسائل میں فتویٰ ابو یوسفؒ ہی کے قول پر ہے مگر ذخیرۃ الفقہی میں ہے کہ وضو ٹوٹ جائے گا اسی کو مجموع النوازل نے اختیار کیا ہے مگر جامع صغیر کے اختیار کے مطابق وضو نہیں ٹوٹے گا اگرچہ خون اوپر آکر زخم کے منہ سے بھی زیادہ ہو جائے۔ (کذافی الخلاصۃ)

س: کیا مرد و عورت کی پیشاب گاہ سے نکلنے والی ہوا سے وضو ٹوٹ جائے گا؟
ج: اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ کما فی شرح الوقایہ۔ ہدایہ میں ہے کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اس لئے کہ وہ ہوا محل نجاست سے نہیں اٹھتی ہے۔
اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ فرمانِ حضور "ہر وہ چیز جو سبیلین یعنی پیشاب پاخانہ کے راستہ سے نکلے" اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے عام ہے، جو اس بات کو چاہتا ہے کہ پیشاب کے راستہ سے نکلنے والی ہوا سے بھی وضو ٹوٹ جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد ناپاک چیز کا نکلنا ہے اسی پر تمام مجتہدین کا اجماع ہے۔ کذافی حاشیۃ الہداد جونفوری وفی خزانۃ الروایات فی الخلاصہ۔ کہ وہ شخص کہ جس کے ذکر سے ریح نکلے یا وہ عورت جس کی پیشاب گاہ سے ہوا نکلے تو اس سے وضو واجب نہیں ہوگا۔ اور امام محمدؒ سے منقول ہے کہ اس سے وضو واجب ہو جائے گا۔ اور غیاثیہ میں ہے کہ وہ عورت جس کی پیشاب گاہ سے کیڑا یا ہوا نکلے تو وہ بمنزلہ حدث کے ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔
اور کفایہ میں ہے کہ نبی کریمؐ کا قول "کل مایخرج من السبیلین" عام نہیں ہے اس لئے کہ قُبُل (عورت کی پیشاب گاہ) اور ذکر (مرد کی پیشاب گاہ) سے نکلنے والی ہوا ناقض وضو نہیں ہے۔ اور شرح برجندی نیز کافی اور خلاصۃ میں اس بات کی صراحت ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ قُبُل اور ذکر سے نکلنے والی ہوا ناقض وضو ہے۔
اور تنویر الابصار میں ذکر سے نکلنے والی ہوا سے وضو نہ ٹوٹنے کو اختیار کیا گیا ہے اس لئے کہ وہ حقیقت میں ذکر کی حرکت ہے اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ قُبُل اور ذکر کی ریح ناقض وضو نہیں ہے۔
اور بحر الرائق میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ قُبُل اور ذکر سے نکلنے والی ہوا ناقض نہیں ہے اس لئے کہ دونوں مقام سے ہوا کا نکلنا دراصل ایک طرح کی حرکت ہے اور اگر ہوا بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی ناقض نہیں کہا جا سکتا اس لئے کہ

اس کی اٹھان محل نجاست سے نہیں ہوتی ہے اور ہوا کا ناقض ہونا اسی وجہ سے ہے کہ وہ محل نجاست سے اٹھتی ہے چونکہ محض ہوا نجس نہیں ہے اور علامہ عینی نے بنایہ میں محیط سے نقل کیا ہے کہ امام کرخی نے ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہے کہ یہ ہوا ناقض نہیں ہے نیز بنایہ میں دوسرے مقام پر ہے کہ دو روایتوں میں سے زیادہ صحیح روایت کے مطابق یہ ہوا ناقض نہیں ہے اور مواہب الرحمن میں ہے کہ وہ چیز جو سبیلین یعنی پاخانہ یا پیشاب کے راستے سے نکلے تو وہ ناقض وضو ہے۔ مگر قبل سے نکلنے والی ہوا زیادہ صحیح قول کے مطابق یہ ہے کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

س: اگر کسی شخص کے فوطہ میں زخم ہو جس کی وجہ سے اس میں پیشاب اتر آئے اور ظاہر ہو جائے تو کیا اس سے وضو ٹوٹ جائے گا؟

ج: ہاں اس لئے کہ وہ بمنزلہ خون کے سمجھا جائے گا۔ (کذا فی جامع المضمرات شرح القدوری)

س: کسی شخص نے خلال کیا یا مسواک کی جس کی وجہ سے منہ میں خون کا ذائقہ محسوس کیا تو کیا وضو کے ٹوٹ جانے کا حکم لگایا جائے گا؟

ج: جب تک سیلان کا علم نہ ہو اس وقت تک وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (کذا فی السراج المنیر من فوز المعتین)

س: اگر پیشاب مثانہ سے احلیل (راس ذکر پیشاب نکلنے کا سوراخ) تک اتر جائے مگر راس ذکر سے ظاہر نہ ہو تو کیا اس سے وضو ٹوٹ جائے گا؟

ج: اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا بخلاف اس صورت کے کہ کوئی غیر مختون ہو اور پیشاب اس کے ذکر سے نکل کر اس کے قلفہ میں ٹھہر جائے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ (کذا فی فتاویٰ قاضی خاں)

س: کیا اونگھ سے وضو ٹوٹ جائے گا؟

ج: نہیں۔ (کما فی فتاوی قاضی خاں و هو قلیل نوم یشتبه علیه اکثر ما یقال

مقعد) یعنی اوگو دہ کی تی کہلاتی ہے کہ اس میں آدمی کو پاؤں تو سمجھ نہیں سکتا۔

س: اگر کسی شخص کو قے میں بہت سارے کیڑے یا سانپ کے بچے (جوں) نکلی ہوں تو کیا اس سے وضو ٹوٹ جائے گا؟

ج: وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (کذا فی التبیین، اگر طرف الاولی کی ظہیر مرغینانی)

س: اگر کسی شخص نے کھانا کھایا ہو اور پھر کھانا معدہ تک پہنچنے سے پہلے لوٹ آیا تو کیا وضو ٹوٹ جائے گا؟

ج: وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (کذا فی محیط روایت عن محمد روایت)

س: عرق مدنی جس کو فارسی میں رشتہ اور ہندی میں نارو کہتے ہیں، کیا اس کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جائے گا؟

ج: وضو نہیں ٹوٹے گا۔ عرق مدنی بمنزلہ کیڑے کے ہے۔ (کذا فی السراجیہ)

س: ناک میں چڑھائی ہوئی دوا اگر چند دن کے بعد ناک سے نکلے تو کیا وضو ٹوٹ جائے گا؟

ج: نہیں۔ یہی حال تیل کا ہے جو کان میں ڈالا گیا ہو اور چند دن کے بعد نکلے۔ (کذا فی فتاوی قاضی خاں)

س: اگر کانچ نکلے درانحالیکہ اس پر نجاست ہو پھر اندر چلی جائے تو کیا وضو ٹوٹے گا؟

ج: اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ قاضی عبد الجبار کے نزدیک یہ ناقض نہیں ہے اور ظہیر مرغینانی کے نزدیک ناقض ہے۔ (کذا فی التبیین)

س: کسی شخص نے دبر میں کوئی چیز داخل کی ایسی طور کہ اس کی ایک طرف دبر سے خارج ہو پھر اس کو نکالا درانحالیکہ اس پر تری تھی تو کیا وضو ٹوٹ جائے گا؟

ج: جی ہاں وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر تری نہ ہو تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (کذا فی فتاوی قاضی خاں)

س: اگر کسی عورت کو باسور یعنی مسے ہوں جو۔ وہ طہارت کے لئے بیٹھتی ہو تو اس کا کچھ حصہ باہر نکلا ہو اور جب کھڑی ہوتی ہو تو اندر ہو جاتا ہو تو کیا اس

سے وضو ٹوٹ جائے گا؟

ج: اس سے وضو باطل نہیں ہو گا۔ (کذا فی الخلاصہ فی باب الصوم)

س: اگر ڈبر سے کیڑے کا کچھ حصہ باہر نکلا پھر داخل ہو گیا تو کیا وضو ٹوٹ جائے گا؟

ج: اگر خود بخود داخل ہو جائے تو وضو نہیں ٹوٹے گا اور اگر داخل کیا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ (کذا فی الدر المختار)

وضو اور غسل کن چیزوں سے جائز ہے اور کن سے نہیں اور ان کے متعلقات کا بیان

س: کیا گرم اور زمزم کے پانی سے وضو جائز ہے؟

ج: ہاں جائز ہے جیسا کہ مجمع البرکات میں خزانۃ الروایات سے نقل کیا گیا ہے۔

س: اگر حوض کے پانی میں پتے گر جائیں اور رنگ بدل جائے یہاں تک کہ جب وہ ہتھیلی میں لیا جائے تو اس کا رنگ بدلا ہوا ظاہر ہو تو کیا ایسے پانی سے وضو کرنا جائز ہے۔

ج: بعض کے نزدیک جائز ہے۔ چنانچہ سلف کا ایسے پانی سے وضو کرنا نقل کیا گیا ہے جس کا رنگ اور مزہ اور بو پتے گرنے کی وجہ سے بدل گیا ہو۔ یہی مجمع البرکات میں معدن سے نقل کیا گیا ہے نیز ہدایہ میں ہے کہ ایسے پانی سے وضو کرنا جائز ہے جس میں کوئی پاک چیز مل کر اس کے کسی ایک وصف کو بدل دے۔ اور عنایہ میں ہے کہ صاحب ہدایہ کی اس عبارت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر دو وصف بدل جائیں تو وضو جائز نہ ہو گا۔ صاحبِ نہایہ فرماتے ہیں کہ اساتذہ سے اس سلسلہ میں منقول یہ ہے کہ اس سے وضو جائز ہے۔ چنانچہ ان کا معمول یہ تھا کہ زمانہ سردی میں درختوں کے پتے تالابوں میں گر جاتے تھے جس کی وجہ سے پانی کے تینوں وصف یعنی مزہ، رنگ اور بو بدل جاتے اور وہ بغیر کسی نکیر کے اس سے وضو فرماتے تھے۔

اسی کی طرف امام طحاوی رحمہ اللہ کا قول اشارہ کرتا ہے لیکن انھوں نے یہ شرط لگائی ہے کہ پانی رقت کی صفت پر باقی رہے۔

کفایہ میں نہایہ کی عبارت کے بعد یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ گو اساتذہ سے جواز منقول ہے مگر تتمۃ الفتاویٰ کے شروع میں جو نقل کیا گیا ہے وہ اس چیز کے مطابق ہے جس کی طرف ہدایہ میں اشارہ ہے۔ چنانچہ تتمۃ الفتاویٰ میں ہے کہ فقیہ احمد بن ابراہیم سے کسی نے ایسے پانی کے متعلق سوال کیا جس کا رنگ پتے گرنے کی وجہ سے بدل گیا ہو یہاں تک کہ ہتھیلی پر پانی لینے سے پتوں کا رنگ ظاہر ہوتا ہو تو کیا ایسے پانی سے وضو کرنا جائز ہے۔ آپ نے فرمایا وضو تو جائز نہیں ہاں البتہ پینا اور اس سے برتن وغیرہ دھونا جائز ہے۔ کیونکہ وہ پاک ہے اور وضو اس لئے جائز نہیں ہے چونکہ اس پر پتوں کا رنگ غالب آجانے کی وجہ سے وہ مطلق پانی نہیں رہا بلکہ مقید ہو گیا جیسے لوبیے کا پانی کہ پاک ہے مگر وضو جائز نہیں ہے اور مضمرات شرح قدوری میں ہے کہ ضرورت کے وقت ایسے پانی سے وضو جائز ہے اگرچہ غیر چیز کے پانی میں گھل جانے اور مل جانے سے اس کا رنگ بدل گیا ہو مثلاً درخت کے پتے تالاب میں گر کر اس کے پانی کے رنگ کو سبز کر دیں یا وہ پانی مٹی کے گرنے سے گدلا ہو گیا۔

س: کیا دھوپ میں رکھ کر گرم کئے ہوئے پانی سے وضو جائز ہے؟

ج: ہمارے نزدیک بلا کراہت جائز ہے۔ اور قنیہ میں ہے کہ درست ہے کوئی حرج نہیں ہے۔ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ کراہت شرعاً تو نہیں ہے البتہ طب کی رُو سے اچھا نہیں اور مجمع البرکات میں خزانۃ الروایات سے کراہت کا قول نقل کیا گیا ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا جب انھوں نے پانی دھوپ میں گرم کیا تھا کہ اے حمیراء ایسا مت کر اس لئے کہ یہ سفید داغ کا مرض پیدا کرتا ہے۔

بندہ عبد الحی کہتا ہے کہ حدیث مذکور سے استدلال درست نہیں ہے چونکہ

بعد ابو نعیم نے کتاب الطب میں اس روایت کو حضرت عائشہؓ سے نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ اس حدیث کی سند میں خالد بن اسماعیل راوی ضعیف ہے لہٰذا اس سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی۔ نیز دارقطنی نے فرمایا ہے کہ یہ راوی متروک ہے۔ دارقطنی نے اس روایت کو ایک دوسرے طریق سے نقل کیا ہے جس کی سند میں ہیثم بن عدی ہے جو کذاب ہے ایسے ہی ابن حبان نے اس کو ایک طریق سے نقل کیا ہے۔ اس میں وہب بن وہب کذاب ہے۔ الغرض اس حدیث کے جتنے طرق ہیں سب کے سب میں کذاب یا مجہول راوی ہیں۔ فلا یحتج بہ۔ واللّٰہ اعلم۔

س: کیا ایسے پانی سے وضو کرنا جائز ہے جس میں تھوک یا ناک کی رینٹ مل جائے؟

ج: جائز تو ہے مگر مکروہ ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ایسے ہی ہے۔

س: ایسا پانی جو زیادہ دن ٹھہرنے کی وجہ سے بدبودار ہو گیا کیا اس سے وضو جائز ہے؟

ج: جائز ہے۔

غسل کے متعلق مسائل

س: جنبی غسل کر رہا تھا۔ بدن کا اکثر حصہ دھو چکا کسی قدر بدن خشک رہ گیا اور پانی ختم ہو گیا تو کیا اس کا یہ غسل کافی ہے؟

ج: نہیں اس لئے کہ غسل میں پاکی کے لئے پورے بدن کا استیعاب شرط ہے حتیٰ کہ اگر ایک بال کے برابر بھی خشک رہ جائے تو پاکی حاصل نہیں ہو گی۔ لہٰذا مذکورہ صورت میں تیمم کرنا ضروری ہو گا چونکہ وہ ابھی جنبی یعنی ناپاک ہے۔ پھر جب تیمم کے بعد اتنا پانی مل جائے جو اس باقیماندہ حصہ کے لئے کافی ہو سکے تو اس باقی حصہ کو دھو لے۔ اتنا پانی مل جانے سے اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا۔

س: اگر عورت کی ناف میں مرد کی پیشاب گاہ کی سپاری چھپ گئی اور انزال نہ ہوا

ہو تو کیا غسل واجب ہوگا؟

ج: غسل واجب نہیں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر عورت کی ناف سے بچہ نکل جائے تو وہ نفاس والی نہیں ہوگی۔ خلاصہ میں اس کی تصریح موجود ہے، نیز ایسے ہی جامع الرموز میں ہے۔

س: ایک شخص نے بیوی کے ساتھ جماع کیا اور انزال بھی ہو فوراً ہی (یعنی پیشاب کرنے یا چلنے سے پہلے) اس نے غسل کر لیا اس کے بعد اس نے پیشاب کیا یا وہ چند قدم چلا جس کی وجہ سے باقی منی نکل گئی تو کیا اس کے لئے دوبارہ غسل کرنا واجب ہے؟

ج: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دوبارہ غسل واجب ہے چونکہ ان کے نزدیک منی کا اپنی جگہ سے شہوت اور کودنے کے ساتھ نکلنا شرط ہے ذکر سے باہر آنے کے وقت شہوت کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دوبارہ غسل کرنا واجب نہیں چونکہ ان کے نزدیک شہوت کا ذکر سے نکلتے کے وقت ہونا ضروری ہے اور اگر اس نے غسل پیشاب کرنے کے بعد کیا تھا پھر غسل کے بعد منی نکلی تو بالاتفاق کسی کے بھی نزدیک غسل واجب نہیں چونکہ یہ منی پہلی منی سے بچی ہوئی نہیں تھی ورنہ پیشاب کے ساتھ نکل جاتی بلکہ یہ نئی منی ہے جس میں شہوت نہ اپنی جگہ سے چلنے کے وقت ہے نہ ذکر سے نکلنے کے وقت ہے اس لئے بالاتفاق غسل واجب نہیں ایسے ہی جامع المضمرات میں ہے۔

س: اگر حاملہ عورت بچہ جنے مگر خون دکھائی نہ دے تو کیا اس پر بھی غسل واجب ہوگا؟

ج: امام ابو یوسفؒ کے نزدیک واجب نہیں اور بعض مشائخ کا یہی قول ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے اسی کو اکثر مشائخ نے اختیار کیا ہے۔ ہاں وضو بالاتفاق واجب ہے۔ جامع الرموز میں محیط سے ایسے ہی منقول ہے۔

س: کسی شخص نے اپنی بیوی سے جماع کیا بیوی نے غسل کر لیا اس کے بعد بیوی کی پیشاب گاہ سے مرد کی منی نکلی تو کیا عورت پر دوبارہ غسل واجب ہے؟

ج: غسل واجب نہیں کیونکہ اس منی کا نکلنا بمنزلہ حدث کے ہے۔ ایسے ہی سراج السمیر میں ابراہیم شامی سے منقول ہے۔ یعنی یہ ایسا ہے جیسے پیشاب نکلتا کر اس سے صرف وضو واجب ہوگا۔

س: ایک شخص کی منی اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی اس نے اپنے عضو تناسل کو دبالیا جس سے منی نہ نکل سکی اور اس کی شہوت ختم ہو گئی اس کے چھوڑ دینے کے بعد منی نکلی تو کیا اس صورت میں بھی اس پر غسل واجب ہے؟

ج: طرفینؒ کے نزدیک غسل واجب ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غسل واجب نہیں جیسا کہ مسئلہ نمبر ۳ میں گذرا۔ یہی ملتقی الابحر کی شرح مجمع الانہر میں ہے۔

س: کیا عورت کے لئے غسل میں مینڈھیاں کھولنا اور لٹکے ہوئے بالوں کو دھونا واجب ہے؟

ج: امام نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ہر غسل میں واجب ہے اور امام احمدؒ نے فرمایا کہ حیض کے بعد والے غسل میں واجب ہے، غسل جنابت میں واجب نہیں ہے۔ ایسے ہی بنایہ میں مذکور ہے اور ہمارے نزدیک مطلقاً واجب نہیں ہے بلکہ بالوں کی جڑوں کو بھگا لینا کافی ہے۔ در مختار میں ایسے ہی مذکور ہے۔

س: اگر کوئی عورت کسی جانور یا مردے کے عضو تناسل کو اپنی پیشاب گاہ میں داخل کر لے تو کیا اس سے غسل واجب ہے؟

ج: جب تک عورت کو انزال نہ ہو تو غسل واجب نہیں ہوگا بخلاف امام شافعی و امام احمد رحمہما اللہ کے۔ ایسے ہی نہایہ یعنی حاشیہ ہدایہ میں ہے۔

س: کیا تنہائی کی جگہ میں بالکل ننگا ہو کر غسل کرنا جائز ہے؟

ج: بعض نے کہا ہے کہ مکروہ ہے۔ چنانچہ و بری الکبیر سے بلا ضرورت تنہائی میں ستر کھولنے کے متعلق سوال کیا گیا۔ انھوں نے فرمایا کہ مکروہ ہے۔ اور بعض

فقہا نے فرمایا کہ خلاف ادب ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔ ابو حامد اور ابوالفضل کرمانی اور ابو النصر دبوسی نے بھی یہی فرمایا ہے جیسا کہ مطالب المومنین میں مذکور ہے۔

س: وضو اور غسل کے اعضا کو رومال سے خشک کرنا کیسا ہے؟

ج: جائز ہے کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ معراج الدرایہ میں ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ پونچھنے میں مبالغہ نہ کرے تاکہ وضو کا کچھ اثر باقی رہے یعنی بالکل خشک نہ کرے اور مجھے کسی سے استحباب کی تصریح نہیں ملی سوائے منیۃ المصلی کے مصنف کے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ غسل کے بعد بدن کو رومال سے خشک کرنا مستحب ہے ایسے ہی بحر الرائق میں ہے۔

س: کیا عورت کے لئے اپنی پیشاب گاہ میں غسل کے وقت انگلی داخل کرنا ضروری ہے؟

ج: واجب نہیں۔ ہاں پیشاب گاہ کا خارجی حصہ دھونا واجب ہے۔ اس لئے کہ اس کی مثال منہ جیسی ہے۔ یہی مفتی بہ قول ہے۔ ایسے ہی بحر الرائق میں ہے۔

س: ایسی کونسی صورت ہو سکتی ہے کہ مرد دن میں اپنی بیوی سے تین بار جماع کرے اور اس دن غسل نہ کرے اور پانچوں نمازیں پڑھے اور مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھے کیا اس کی کوئی صورت ہو سکتی ہے؟

ج: جی ہاں اس کی صورت یہ ہے کہ فجر اور ظہر اور عصر کی نماز جماعت سے پڑھی ہو پھر دن کے بقیہ حصہ میں تین بار اپنی بیوی سے جماع کیا ہو اور اس دن میں غسل نہ کرے بلکہ سورج کے غروب ہو جانے کے بعد غسل کرے۔ مغرب اور عشاء کی نماز ادا کرے۔ ایسی صورت میں دن میں غسل نہ کرنا بھی پایا گیا اور پانچوں نمازوں کا پڑھنا بھی پایا گیا۔

س: اگر عورت جنبی ہو اور غسل سے پہلے ہی اس کو حیض آجائے تو کیا اس پر غسل جنابت بھی واجب ہے؟

ج: غسل جنابت واجب نہیں بلکہ اختیار ہے چاہے غسل کرے یا حیض سے پاک ہونے تک موخر کرے۔ ایسے ہی خزانۃ الروایات میں خلاصہ کے حوالہ سے منقول ہے۔

س: غسل میں پیشاب گاہ کو دھولینے اور وضو کر لینے کے بعد بدن پر پانی کس طرح بہائے؟

ج: اس کے مختلف طریقے ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ پانی بہانا دائیں مونڈھے سے شروع کرے اور اس پر تین بار پانی ڈالے پھر ایسے ہی بائیں پھر سر پر اور باقی جسم پر تین بار پانی ڈالے۔ اور بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ پہلے دائیں مونڈھے پر ڈالے پھر سر پر پھر بائیں مونڈھے پر بنایہ میں اسی طرح سے ہے۔ اور نہایہ میں ہے کہ پہلے سر پر ڈالے پھر دائیں مونڈھے پر پھر بائیں پر۔ امام برجندیؒ فرماتے ہیں کہ یہی طریقہ ان متعدد احادیث کے موافق ہے جن کو امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں ذکر فرمایا ہے۔ اسی کی طرف امام قدوریؒ کا کلام اشارہ کرتا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ پانی سر پر بہائے اور اپنے تمام بدن پر تین بار۔ اور درمختار میں اسی کو اصح اور ظاہر الروایت والاحادیث قرار دیا ہے۔ اور بحرالرائق میں کہا ہے کہ صاحبِ قدوریؒ کے قول سے اس قول کی تضعیف ہوتی ہے جس کو صاحب الدرر والغرر نے بیان کیا ہے کہ سر پر پانی ڈالنے کو موخر کرے۔

س: کیا غسل کے وقت کئے جانے والے وضو میں سر کا مسح بھی کیا جائے گا؟

ج: جی ہاں اور حسن بن زیاد کی روایت امام ابو حنیفہؒ سے یہ ہے کہ سر کا مسح نہ کرے کیونکہ بے فائدہ ہے اس لئے کہ سر پر پانی بہانا اس کے بعد میں پایا جارہا ہے۔ ایسے ہی کفایہ میں ہے۔

س: اگر مرد کے گیسو ہوں تو کیا اس پر ان کو کھولنا واجب ہے؟

ج: اس کے متعلق علماء کا اختلاف ہے۔ اور احتیاط وجوب میں ہے جیسا کہ فتح

القدیر میں ہے کہ مرد کے گیسوؤں کے کھولنے میں روایات اور مشائخ کا اختلاف ہے اور مختار قول وجوب کا ہے۔ منافع میں ہے کہ امام قدوری کا قول کہ عورت پر غسل کے وقت اپنی مینڈھیوں کا کھولنا واجب نہیں۔ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ مرد کا حکم اس کے برخلاف ہے یعنی وہ اپنے گیسوؤں کو کھولے ایسے ہی امام حسام الدینؒ نے ذکر کیا ہے۔ اسی کو بحر الرائق میں صحیح قرار دیا ہے۔ کافی میں بھی مختار ہے۔

س: کیا بدن پر پانی بہانے سے پہلے جو وضو کیا جاتا ہے اس میں پیروں کو بھی دھوئے یا بقیہ وضو کرے اور پیروں کو نہ دھوئے پھر اس جگہ سے ہٹ کر پیروں کو دھوئے۔

ج: اس کے متعلق فقہاء کی تین جماعتیں ہیں۔ فرقہ اوّل یہ کہتا ہے کہ پیروں کے دھونے کو وضو سے موخر کرے اور غسل کے بعد دھوئے یہی اکثر مشائخ کا مختار ہے۔ اس جماعت کا استدلال اس روایت سے ہے جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں روایت کیا ہے۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ وہ بیان فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غسل کا پانی رکھا۔ آپ نے اپنے کپڑے سے ستر کو چھپایا اور اپنے ہاتھوں پر پانی بہایا یہاں تک کہ دو یا تین بار دھویا۔ پھر اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا اور اپنی شرمگاہ کو دھویا پھر اپنے ہاتھ کو زمین پر مار کر ملا پھر اس کو دھویا اور اس کے بعد کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ اپنے چہرہ اور بازوؤں کو دھویا پھر اپنے سر پر پانی ڈالا اور اپنے بقیہ جسم پر پانی بہایا پھر اپنے قدمین کو دھویا فراغت کے بعد میں نے آپ کو ایک کپڑا دیا مگر آپ نے قبول نہیں کیا۔ آپ اپنی جگہ سے چلے اس حال میں کہ اپنے بدن کو جھٹک رہے تھے۔

ایک جماعت اس بات کی طرف گئی ہے کہ پیروں کے دھونے کو مطلقاً موخر نہ کرے اسی کو تمر تاشی نے تنویر الابصار میں اور علامہ حصکفی نے در مختار میں

اختیار کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ پیروں کے دھونے میں تاخیر کے قائل ہیں شاید وہ اس وجہ سے اس کو مستحب کہتے ہیں تاکہ غسل کی ابتدا اور اختتام اعضاء وضو پر ہو جائے۔ اس جماعت کا استدلال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ہے۔ وہ بیان فرماتی ہیں کہ آنحضور جس وقت غسل جنابت فرماتے تھے تو اولاً اپنے ہاتھوں کو دھوتے تھے پھر وضو کرتے تھے جیساکہ نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے پھر اپنی انگلیوں کو پانی میں داخل کرکے اپنے بالوں کی جڑوں میں خلال کیا کرتے تھے پھر اپنے جسم پر پانی بہاتے تھے۔ رواہ مسلم۔ یہی حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا اصح مذہب ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے حضرت شافعیؒ پر نقد کرتے ہوئے حاشیہ ہدایہ میں لکھا ہے کہ امام شافعیؒ کی طرف سے تعجب ہے کہ انھوں نے تکمیل وضو کے قول کو کیوں اختیار کیا ہے جبکہ حضرت میمونہ کی حدیث میں پیروں کے دھونے کو موخر کرنا صراحتاً ہے اور حضرت عائشہؓ والی روایت مطلق ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں مطلق کو مقید پر محمول کرلیا جاتا ہے اگرچہ دو واقعوں میں ہو اور یہاں تو ایک ہی حادثہ ہے لہٰذا زیادہ بہتر ہو تاکہ مطلق کو مقید پر محمول کرلیتے۔

س: پہلی جماعت کے پاس حدیث عائشہ کا کیا جواب ہے ایسے ہی دوسری جماعت حدیث میمونہ کے متعلق کیا کہتا ہے؟

ج: حدیثیں دونوں صحیح ہیں مگر ایک جماعت نے حدیث عائشہ کو اختیار کیا چونکہ حضرت عائشہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے طول صحبت حاصل ہے اور ایک جماعت نے حدیث میمونہ کو اختیار کیا چونکہ وہ حدیث مشہور ہے۔ بحر الرائق میں ایسے ہی ہے۔ جماعت ثالثہ اس مسئلہ میں تفصیل کی قائل ہے وہ یوں فرماتے ہیں کہ اگر غسل ایسی جگہ کر رہا ہو جہاں پانی جمع ہوتا ہو تو پھر غسل کے بعد دھوئے اور اگر ایسی جگہ غسل کر رہا ہے جہاں پانی نہیں ٹھہرتا تو پھر

پیر غسل سے پہلے ہی دھولے مثلاً پتھر یا لکڑی کے تختہ پر کھڑا ہو کر غسل کرے اس لئے کہ پہلی صورت میں پیروں کے دھونے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا یہی مذہب صاحب ہدایہ اور صاحب مضمرات وغیرہم کا مختار ہے۔ واللہ اعلم۔

س: ایسی کونسی صورت ہے کہ مرد اپنی پیشاب گاہ کو کسی شرمگاہ میں داخل کردے مگر بغیر انزال کے غسل واجب نہ ہو؟

ج: کسی جانور یا مردہ عورت کی پیشاب گاہ میں ذکر کو محض داخل کردینے سے غسل واجب نہیں ہوگا جب تک کہ انزال نہ ہو۔ اگرچہ جانور اور مردہ کے ساتھ یہ فعل عرف کے اعتبار سے بھی برا ہے اور شرعاً حرام ہے نیز اپنی کم عمر بیوی جو جماع کے قابل نہ ہو اس کے ساتھ یہ فعل کیا تب بھی بلا انزال غسل واجب نہ ہوگا جیسا کہ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔ ایسے ہی اگر اپنے عضو تناسل کو کسی حائل کے ساتھ بیوی کی پیشاب گاہ میں داخل کردیا تو بلا انزال غسل واجب نہ ہوگا بشرطیکہ حائل ایسا ہو کہ اس کے ہوتے ہوئے لذت محسوس نہ ہو۔ اور اشباہ میں ہے کہ حائل ہونے یا نہ ہونے پر اس حکم کا مدار نہیں ہے بلکہ شرط یہ ہے کہ اگر حائل کے باوجود حرارت محسوس ہو تو غسل واجب ہوگا ورنہ نہیں۔ علماء نے اس کو اگرچہ حائل ہونے کی صورت میں ذکر کیا ہے مگر یہی حکم تمام صورتوں میں جاری ہوگا۔

س: ایسی کونسی صورت ہے کہ منی عورت کی پیشاب گاہ سے نکلے اور اس پر غسل واجب نہ ہو؟

ج: اس صورت میں کہ منی عورت کی پیشاب گاہ کے خارجی حصہ تک نہ آئے کیونکہ عورت پر غسل کے واجب ہونے کے لئے منی کا پیشاب گاہ کے خارجی حصہ تک نکلنا شرط ہے اسی پر فتویٰ ہے اور امام محمد رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ غسل واجب ہو جائے گا ایسے ہی معراج الدرایہ سے بحر الرائق میں نقل کیا گیا ہے۔

س: وہ شخص کون ہو سکتا ہے جس نے اپنی بیوی سے جماع کیا ہو پانی کے پائے جانے اور اس پر قادر ہونے کے باوجود غسل نہ کیا ہو اور وہ وضو کر کے نماز پڑھے اور نماز صحیح ہو جائے؟

ج: ایسا شخص وہ کافر ہو سکتا ہے جس نے اپنی عورت سے جماع کیا ہو پھر اس کے بعد مسلمان ہو گیا ہو اور وضو کر کے نماز پڑھ لے تو اس کی نماز بلا غسل صحیح ہو جائے گی اس لئے کہ کافر احکام شریعت کا مخاطب نہیں ہوتا۔ اشباہ کے حاشیہ حموی میں ایسے ہی ہے۔

س: ایسی کونسی طہارت ہے جس سے پہلے پاخانہ کے مقام کا دھونا مسنون ہو؟

ج: ایسی طہارت غسل ہے جس سے پہلے دونوں شرمگاہ کو دھونا سنت ہے۔ اور جو کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ غسل سے پہلے مسنون یہ ہے کہ اپنے ہاتھوں اور فرج کو دھوئے تو وہاں فرج سے مراد عام ہے خواہ پیشاب گاہ ہو یا پاخانہ کا مقام۔ چنانچہ امام برجندیؒ نے شرح نقایہ میں فرمایا ہے کہ فرج سے مراد عام ہے خواہ قُبل ہو یا دُبر اگرچہ لغت کے اعتبار سے فرج صرف پیشاب گاہ کو کہتے ہیں۔

س: ایسی کونسی طہارت ہے جس میں سبیلین یعنی دونوں شرمگاہوں کو دھونا سنت ہو اگرچہ ان پر کوئی ناپاکی نہ ہو؟

ج: ایسی طہارت غسل ہے کہ اس میں دونوں راستوں کو دھونا سنت ہے اگرچہ ان پر نجاست نہ ہو۔ چنانچہ بحر الرائق میں ہے کہ مستحب یہ بات ہے کہ غسل سے پہلے دونوں راستوں کو دھوئے خواہ ان پر نجاست ہو یا نہ ہو جیسا کہ غسل سے پہلے وضو کرنا مسنون ہے خواہ محدث ہو یا نہ ہو۔ اس تشریح سے امام زیلعیؒ کا وہ اعتراض ختم ہو جاتا ہے جو انھوں نے کیا ہے کہ صاحب قدوری کے لئے کافی یہ تھا کہ فرماتے کہ سنت غسل میں یہ ہے کہ دھوئے اپنے ہاتھوں کو اور دور کرے نجاست کو اس کے بعد یہ کہنا کہ اپنی پیشاب گاہ کو دھوئے اس کی

ضرورت نہیں تھی چونکہ پیشاب گاہ کے دھونے کا حکم نجاست دور کرنے کے حکم سے سمجھ میں آگیا اس لئے کہ پیشاب گاہ کو تو نجاست ہی کی وجہ دھویا جاتا ہے اور اس تشریح سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیشاب گاہ دھونا نجاست کی وجہ سے نہیں بلکہ مطلقاً سنت ہے خواہ اس پر نجاست ہو یا نہ ہو۔ چونکہ اگر اس پر نجاست ہے تب تو نجاست کی وجہ سے دھویا جائے گا اور اگر نجاست نہیں تو اس لئے کہ اگر وہ غسل کے درمیان میں پیشاب گاہ کو دھوئے گا تو بعض کے نزدیک اس کا وضو ٹوٹ جائے گا چونکہ اس نے پیشاب گاہ کو بلا حائل کے ہاتھ لگایا، جیسا کہ قاضی عیاض نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور علماء کے اختلاف سے نکلنا مستحب ہے اس لئے کہا جائے گا کہ پیشاب گاہ کو غسل سے پہلے ہی دھولے خواہ اس پر نجاست نہ بھی ہو۔ وفیہ ما فیہ۔

س: وہ کونسا جماع ہے جس سے غسل واجب نہیں ہوتا؟

ج: مرد جن کا انسان عورت سے وطی کرنا ایسا جماع ہے جس سے غسل واجب نہیں ہوتا۔ اشباہ والنظائر میں بیان کیا گیا ہے اگر کوئی جن کسی عورت سے صحبت کرلے تو کیا اس پر غسل واجب ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ اگر کوئی عورت یہ کہے کہ میرے پاس خواب کی حالت میں جن آکر وطی کرتا ہے جس سے میں لذت بھی پاتی ہوں تو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا۔ اور صاحب کمال نے اس کو عدم انزال کی قید کے ساتھ مقید کیا ہے کہ عورت کو انزال نہ ہوا ہو کیونکہ اگر انزال ہو جائے تو اس پر غسل واجب ہوگا اور یہ ایسا ہوگا جیسا کہ مرد کو احتلام ہوتا ہے۔ اور امام حموی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ عورت یوں کہتی کہ وہ جن مجھ سے بیداری میں جماع کرتا ہے تو اس پر غسل واجب ہوتا خواہ انزال بھی نہ ہو اس لئے کہ جن بیداری کی حالت میں وہ مرد کی صورت میں ہی آکر جماع کر سکتا ہے۔ فاحفظ فانہ عجیب۔ انتہی۔

قلت: علامہ عبد الحی صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں اس حکم کی تلاش میں لگا ہوا تھا اللہ نے مجھ پر اپنا فضل کیا۔ میں نے کتاب آکام المرجان فی احکام الجان جو کہ قاضی بدر الدین شبلی حنفیؒ کی تصنیف ہے اس کو دیکھا۔ صاحب اشباہ نے احکام الجان کے مقدمہ میں کہا ہے کہ لوگ احکام جان کے بہت کم درپے ہوئے ہیں اس مسئلہ پر ہمارے احناف میں سے قاضی بدر الدین شبلی نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام آکام المرجان فی احوال الجان ہے مگر میں اس پر اب تک مطلع نہیں ہو سکا ہوں جو کچھ میں نے اس سے نقل کیا ہے یہ امام سیوطی کے واسطے سے کیا ہے۔ علامہ عبد الحی فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب میں یہ حکم پایا اور اس پر اللہ کی حمد بیان کی۔

ابو المعالی حنبلیؒ نے ابو الخطاب حنبلی کی شرح ہدایہ میں ایسی عورت کے متعلق ذکر کیا ہے جو یوں کہے کہ ایک جن میرے ساتھ اس طرح جماع کرتا ہے جس طرح سے مرد تو کیا اس پر غسل واجب ہے؟ تو بعض احناف نے فرمایا کہ اس پر غسل واجب نہیں۔ سبب غسل یعنی ادخال ذکر اور احتلام نہ پائے جانے کی وجہ سے۔ پس یہ ایسا ہے جیسے خواب میں ایسا ماجرا دیکھے مگر انزال نہ ہو۔ میں کہتا ہوں کہ یہ علت بیان کرنا درست نہیں چونکہ جب عورت یہ جانتی ہے کہ وہ مجھ سے مرد کی طرح جماع کرتا ہے تو یہ کیسے کہہ سکتی ہے کہ اس میں ادخال ذکر اور احتلام نہیں تھا۔ اور اگر اس میں ادخال ذکر اور احتلام نہیں ہے تو وہ اس کو جماع کیوں کہہ رہی ہے۔ واللہ اعلم۔

اور در مختار میں تمرتاشی کے قول کی شرح میں فرمایا ہے کہ مرد کے حشفہ کے داخل ہو جانے کی قید یہ جن سے احتراز ہے۔ یعنی جبکہ جن وطی کرے اور انزال نہ ہو اور ایسے ہی اس کو جن آدمی کی صورت میں نظر نہ آیا ہو جیسا کہ بحر میں ہے۔ انتہی۔ رد المحتار میں فرمایا کہ قولہ اذالم یظھر لھا آہ، یہ صاحب بحر کی بحث ہے اور اسی طرف صاحب حلیہ نے سبقت فرمائی ہے لیکن انہوں

نے اس میں تردد کیا ہے اور فرمایا ہے کہ جب وہ آدمی کی صورت میں ظاہر ہو۔ ایسے ہی اگر جنیہ انسان عورت کی صورت میں ظاہر ہو اور مرد اس سے وطی کرے تو غسل واجب ہو جائے گا کیونکہ مجانسہ صورۃ پائی گئی جو کمال سببیت کے لئے مفید ہے۔ مگر اس کا جواب دیا جاسکتا ہے کہ یہ دلیل جب تام ہوگی جبکہ ان کے درمیان مجانست معنویہ حقیقت میں نہ پائی جائے اس وجہ سے بعض نے اس مجانست کو ان کے درمیان باہم نکاح کے حرام ہونے کی علت قرار دیا ہے۔ لہذا مناسب یہی ہے کہ بغیر انزال کے غسل واجب نہ ہو جیسا کہ بہیمہ اور میتہ سے وطی کی صورت میں۔ اور حق یہ ہے کہ غسل واجب ہوگا جبکہ جنی سے وطی کا یقین ہو۔ واللہ اعلم۔

س: ایسی کونسی عورت ہو سکتی ہے جس نے بچہ جنا ہو اور خون بھی نکلا ہو مگر وہ نفاس والی نہ ہوتی ہو؟

ج: وہ وہ عورت ہے جس نے بچہ اپنی ناف کے راستہ سے جنا اور خون بھی نکلا ہو تو وہ نفاس والی نہیں سمجھی جائے گی خلاصہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

س: ایسا کونسا خون ہے جو پیشاب گاہ سے بچہ کی پیدائش کے وقت نکلے مگر خون نفاس نہ ہو؟

ج: وہ وہ خون ہے جو بچہ کے اکثر حصہ کے باہر آنے سے پہلے نکلے وہ نفاس نہیں ہوتا بلکہ استحاضہ کا خون ہوتا ہے ایسے ہی بحر الرائق میں ہے۔ واللہ اعلم۔

مایتعلق بالتیمم

(تیمم کے متعلق مسائل)

س: وہ کونسی ناپاک زمین ہے جس پر تیمم جائز ہے؟

ج: وہ وہ ناپاک زمین ہے جو جلادی گئی۔ بحر الرائق میں ہے کہ اگر زمین آگ سے جلادی جائے اور اس پر تیمم کرلیا جائے تو بعض نے کہا کہ جائز ہے اور بعض کے نزدیک ناجائز ہے اور اصح جواز ہی ہے۔ انتہی۔

س: وہ کونسا جنبی ہے جس کے لئے سردی کی زیادتی کی وجہ سے پانی موجود ہوتے ہوئے تیمم جائز ہے؟

ج: وہ وہ شخص ہے جو غسل سے اپنے نفس کے ہلاک ہونے یا کسی عضو کے شل ہو جانے کا خوف کرے اور کوئی آرام گاہ اس کے پاس موجود نہ ہو اور نہ سردی دور کرنے کے لئے کپڑا ہو نہ گرم پانی ہو نہ حمام ہو۔ بدائع میں اس حکم کو انہیں شرائط کے ساتھ مقید کیا ہے اسی وجہ سے سخت سردی کے وقت حدث اصغر کے لئے تیمم جائز نہیں ہے۔ یہی صحیح ہے کیونکہ اعضاءِ وضو میں اس اندیشہ کا اعتبار نہیں ہے۔ اشباہ میں ایسے ہی ہے۔

س: وہ کون شخص ہے جس کو آخر وقت تک نماز موخر کرنا مستحب ہے؟

ج: وہ وہ شخص ہے جس کے پاس پانی موجود نہ ہو اس کے لئے پانی کے ملنے کی امید کی وجہ سے نماز موخر کرنا مستحب ہے۔ امام قدوریؒ نے اسی کی صراحت کی ہے اور صاحب نافع نے فرمایا کہ یہ مسئلہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ہمارے نزدیک اوّل وقت میں نماز پڑھنا افضل ہے لیکن اگر تاخیر سے کوئی ایسی فضیلت حاصل ہو سکتی ہو جس کا حصول اس کے بغیر ممکن نہ ہو جیسے جماعت کی زیادتی تو اس کے لئے تاخیر ہی افضل ہے۔ میں کہتا ہوں اسی وجہ سے فجر میں اسفار[1] اور گرمی کے زمانہ میں ظہر میں ٹھنڈک کرنا ہمارے نزدیک تکثیر جماعت کی وجہ سے مستحب ہے اس لئے کہ اندھیرے میں بہت کم لوگ نیند سے بیدار ہوتے ہیں اور ایسے ہی گرمی میں اپنے گھروں سے سخت دوپہر میں نہیں نکلتے ہیں۔

س: تیمم کرنے والے لوگوں کی وہ کونسی جماعت ہے کہ اتنا پانی مل جانے سے سب کا تیمم ٹوٹ جائے گا جو ایک شخص کے وضو کے لئے کافی ہو سکے۔

ج: وہ ان تیمم کرنے والوں کی جماعت ہے جن کے پاس ایک آدمی جس کے

۱؎ یعنی اُن کی روشنی میں پڑھنا۔

پاس صرف ایک وضو کے بقدر پانی ہو آکر کہے کہ یہ پانی ہے تم میں سے جو چاہے اس سے وضو کر لے تو اس صورت میں سب کا تیمم ٹوٹ جائے گا کیونکہ ان میں سے ہر ایک بدلیت کے طریقہ پر پانی پر قادر ہو گیا۔ ہاں اگر وہ آدمی یوں کہے کہ یہ پانی میں نے تم کو ہبہ کر دیا تو اس سے کسی کا تیمم نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ ان میں سے ہر آدمی اتنے پانی کا مالک ہوا ہے جو اس کے وضو کے لئے کافی نہیں۔ شیخ احمد بن محمد بن عمر عتابی بلخی نے شرح زیادات میں اس کی صراحت فرمائی ہے۔

س: وہ کونسا وضو کرنے والا مقتدی ہے جس کی نماز اس کے امام کے پانی دیکھنے سے فاسد ہو جاتی ہو؟

ج: وہ وہ مقتدی ہے جس کا امام تیمم کر کے نماز پڑھا رہا ہو اور درمیان میں پانی دیکھ لے۔

س: اگر کوئی شخص اتنا پانی پائے جس سے اعضاء وضو کو صرف ایک مرتبہ دھو سکے تو کیا اس کے لئے تیمم جائز ہے؟

ج: اس کے لئے تیمم جائز نہیں چونکہ وہ پانی پر قادر ہے اور وضو میں فرض ایک ہی مرتبہ دھونا ہے۔ (کذا قال البرجندیؒ)

س: اگر تیمم میں انگلیوں کا خلال کرنا چھوڑ دے تو کیا یہ جائز ہے؟

ج: جائز نہیں ہے اس لئے کہ تیمم میں پورے عضو کو گھیرنا فرض ہے۔ یہی مختار ہے ایسے ہی سراجیہ میں ہے۔

س: نماز جنازہ تیار ہے۔ ایک شخص پانی پر قادر ہے لیکن اگر وہ وضو میں مشغول ہو گا تو نماز کے چھوٹ جانے کا اندیشہ ہے تو کیا اس کے لئے تیمم جائز ہے؟

ج: ہاں جائز ہے۔ (کذا فی خزانۃ الروایات)

س: صلوٰۃ جنازہ شروع ہو گئی۔ اگر وضو میں مشغول ہونے سے بعض تکبیروں کے چھوٹ جانے کا خوف ہو تو کیا ایسے وقت میں وضو کرے اور بعض تکبیرات میں مل جائے یا تیمم کر کے پوری نماز کی فضیلت حاصل کرے؟

ج: وضو کرے اور بعض تکبیرات میں مسبوق بن جائے ایسے ہی قنیہ میں صاحب محیط سے منقول ہے۔

س: نماز جنازہ کے لئے تیمم کیا اور نماز پڑھ لی پھر دوسرا جنازہ آگیا اور نماز ہونے لگی تو کیا پہلے تیمم سے نماز پڑھ سکتا ہے یا نیا تیمم واجب ہے؟

ج: اگر دونوں نمازوں کے بیچ میں اتنا وقت ملا جس میں وضو کرنا ممکن تھا تو اس تیمم سے نماز جائز نہیں۔ایسے ہی سراجیہ میں ہے۔

س: کیا تیمم میں دونوں ہتھیلیوں کا مسح بھی فرض ہے؟

ج: اس میں علماء کا اختلاف ہے۔صحیح یہ ہے کہ ہتھیلیوں کا مسح فرض نہیں بلکہ ان کا زمین پر مارنا ہی کافی ہے۔بنایہ میں فتاویٰ قاضی خاں سے ایسے ہی نقل کیا گیا ہے۔

س: حاجی کے پاس ماء زمزم ہے تو کیا اس کے لئے تیمم جائز ہے جبکہ وہ پانی اس نے عطیہ یا علاج کیلئے رکھ رکھا ہو اور اس کے علاوہ اور پانی موجود نہیں ہے؟

ج: اس صورت میں تیمم جائز نہیں ہے۔چنانچہ ظہیریہ میں ہے کہ اگر حاجی کے پاس ماء زمزم ہو تو وہ تیمم نہ کرے کیونکہ وہ پانی کو پانے والا ہے۔

ہاں حیلہ ماء زمزم کے بچانے کا ہے کہ وہ اس پانی کو کسی کو ہبہ کردے اور تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔پھر جس کو ہبہ کیا تھا وہ اس کو واپس دے دے۔ایسے ہی خزانۃ الروایہ میں ہے اور قاضی خاں نے اپنے فتاویٰ میں کہا ہے کہ میرے نزدیک یہ حیلہ صحیح نہیں ہے۔اس لئے کہ اگر ایک شخص جس کے پاس پانی نہ ہو اور وہ اپنے غیر کے پاس پانی دیکھے جو واجبی قیمت پر یا واجبی قیمت سے کچھ زائد پر مل سکتا ہو تو اس کے لئے پانی خرید کر وضو کرنا ضروری ہوتا ہے۔تیمم جائز نہیں ہوتا اور یہ شخص جبکہ ہبہ کو واپس لینے پر شرعاً قادر ہے تو اس کے لئے تیمم کیسے جائز ہو سکتا ہے۔انتہی۔اور ابن ہمام نے فرمایا ہے کہ ان دونوں کے درمیان فرق کرنا ممکن ہے۔وہ یہ کہ ہبہ واپس لینے سے اگرچہ مالک ہو جائے گا لیکن مکروہ طریقہ سے ہے اور یہ شرعاً ناپسندیدہ ہے۔پس وہ پانی نہ

پانی والا ہی سمجھا جائے"۔ اور تیمم جائز ہوگا بخلاف خریدنے کے چونکہ وہ طریقہ شرعاً مکروہ نہیں ہے۔ اتحی اور منیۃ المصلی میں ہے کہ ایک شخص جس کے پاس ماءِ زمزم ہے جو بند برتن میں پیک کئے ہوئے عطیہ کے لئے رکھا ہوا ہو تو اس کے لئے تیمم جائز نہیں اور اگر اس نے دوسرے کو ہبہ کر دیا اور سونپ بھی دیا تب بھی ہمارے نزدیک تیمم جائز نہیں کیونکہ واپس لینے کے طریقہ سے گویا پانی پر قادر ہے۔ ایسے ہی محیط میں مذکور ہے۔

میں کہتا ہوں احتیاط یہ ہے کہ تیمم کرنا اس کے لئے جائز نہیں ہے اور یہ حیلہ محض حیلہ ہے۔ اس لئے کہ زمزم کے پانی والا جب اس کو ہبہ کرے گا تو ظاہر ہے کہ وہ اس نیت سے ہبہ کرے گا کہ میں واپس لوں گا اور وہ یہ بھی یقین رکھتا ہے کہ موہوب لۂ پھر اس کو میرے پاس امانت رکھے گا اور موہوب لۂ بھی جانتا ہے کہ واہب اس لئے ہبہ کر رہا ہے تاکہ میں اس کے پاس ودیعت رکھوں اور یہ صرف امانت ہی ہے حقیقتاً ہبہ نہیں ہے اس لئے اس صورت میں تیمم کے جواز کا کسی بھی طرح فتویٰ نہیں دیا جا سکتا البتہ ظاہری قول حیلہ کی وجہ سے جواز کا ہی ہے۔ مجھ سے ایک حاجی نے ایک مرتبہ سفر میں پوچھا جس کے پاس زمزم کا پانی تھا کہ اگر مجھے پانی نہ مل سکے تو کیا میرے لئے تیمم جائز ہے تو میں نے جواب دیا تھا کہ ہاں اس حیلہ کے ساتھ جائز ہے کہ تو ماءِ زمزم دوسرے کو ہبہ کر دے اور احتیاط اسی میں ہے کہ اس سے وضو کرے تیمم جائز نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

س: سخت سردی کی وجہ سے تیمم جائز ہے یا نہیں؟

ج: اگر عضو کے فوت ہونے یا مرض کے بڑھنے یا اور اسی قسم کے عذر کے وقت جس سے تیمم کی اجازت مل جاتی ہے، کا خوف نہ ہو تو محض سخت سردی کی وجہ سے تیمم بالاجماع جائز نہیں۔ خزانۃ الروایات میں غیاثیہ سے ایسے ہی منقول ہے۔ میں نے اپنے ایک ساتھی کو جو موسم سرما میں سفر میں میرے

ساتھ تھا اور وہ محض سردی کی سختی کی وجہ سے تیمم کرتا تھا اس بات کی نصیحت کی کہ تیمم جائز نہیں۔

س: ایک ایسا شخص جس کے دونوں ہاتھ شل ہو گئے ہوں اور وہ مٹی پر ہاتھ مارنے اور مسح کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ تیمم کیسے کرے؟

ج: اپنے چہرہ کو دیوار پر مل لے اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت زمین پر مل لے اور نماز پڑھے ایسے ہی السراج المنیر میں غیاثیہ سے نقل کیا گیا ہے۔

س: مسافر اگر نہ پانی پائے نہ مٹی اور نہ مٹی کی جنس کی کوئی چیز جس پر تیمم کر سکے سوائے کیچڑ کے تو کیا اس کے لئے کیچڑ سے تیمم جائز ہے؟

ج: اگر وقت کے نکلنے کا خوف ہو تب تو اسی سے تیمم کرے اور اگر وقت میں گنجائش ہو تو کیچڑ کو کپڑے میں لپیٹے اور نچوڑ کر خشک کرلے پھر اس پر تیمم کرے۔ بحر الرائق میں ہے کہ اگر کوئی شخص کیچڑ کے علاوہ کچھ نہ پائے تو اس کو اپنے کپڑے میں لپیٹ کر خشک کرے پھر اس پر تیمم کرے نیز کہا گیا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک کیچڑ سے تیمم کرلے تو جائز ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ کیونکہ امام صاحب کے نزدیک صرف زمین پر ہاتھ رکھنا واجب ہے زمین کے اجزاء کا استعمال شرط نہیں اور کیچڑ بھی زمین کی جنس سے ہے لیکن اگر کیچڑ میں پانی غالب ہو تو اس سے تیمم جائز نہیں ہے۔ محیط میں ایسے ہی ہے۔ اور والوالجی نے اپنے فتاویٰ میں اور صاحب منتقی نے کیچڑ سے تیمم کا جواز اس بات کے ساتھ مقید کیا ہے کہ وقت کے نکل جانے کا خوف ہو اگر یہ اندیشہ نہ ہو تو تیمم نہ کرے تاکہ خواہ مخواہ اپنے چہرہ کو کیچڑ مل کر بمنزلہ مثلہ کے نہ کرے اس لئے کہ مثلہ یعنی تغیر ہیئت بغیر ضرورت شرعاً ممنوع ہے۔ یہ قید عمدہ ہے جس کا لحاظ رکھنا مناسب ہے۔ انتہیٰ۔

س: اگر غبار چہرہ اور ہاتھوں پر اڑ کر گر جائے اور اسی پر مسح کرلیا جائے تو کیا تیمم درست ہو جائے گا؟

ج: ہاں درست ہے جیسا کہ خزانۃ الروایۃ میں ہے۔

س: کیا مونگے پر تیمم جائز ہے؟

ج: ہاں امام صاحب کے نزدیک جائز ہے کیونکہ ان کے نزدیک ہر ایسی چیز سے تیمم جائز ہے جو زمین کی جنس سے ہو۔ جیسے مٹی، ریت، چونا، گچ، سرمہ، پتھر یا مٹی کی دیوار یا چونہ سے قلعی شدہ دیوار، یاقوت اور پنہ، مونگہ فیروزہ، ترمٹی وغیرہ وغیرہ اور اسی طرح سونے چاندی، لوہا، پیتل، تانبہ وغیرہ پر بھی تیمم جائز ہے، جب تک وہ زمین میں رہیں اور ان سے کوئی چیز نہ بنائی جائے۔ بنایہ میں ایسے ہی ہے۔ اور گچ اور دیا سلائی کا مصالحہ اور عقیق سے تیمم جائز ہے اور ایک روایت میں نمک سے بھی تیمم جائز ہے۔ جبکہ نمک پانی سے نہ بنایا گیا ہو۔ اس میں دو روایتیں ہیں۔ جواز اور عدم جواز کی مگر فتویٰ جواز پر ہے اور اگر نمک پانی سے بنایا گیا ہو تو اس سے تیمم جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ موتی پر تیمم جائز نہیں اگرچہ وہ کٹا ہوا ہو، چونکہ وہ سمندر سے پیدا ہوتا ہے اور آٹا اور راکھ اور درخت یہ اگر غبار سے ملوث ہوں تو ان پر بھی تیمم جائز ہے۔ بہر حال وہ چیزیں جو جنس ارض سے نہیں ان پر تیمم اسی صورت میں جائز ہے جبکہ ان پر گرد و غبار ہو ایسے ہی بحر الرائق میں ہے نیز اس میں یہ بھی ہے کہ مرجان سے تیمم کے جواز کی عنایہ اور توشیح اور غایۃ البیان اور معراج الدرایہ اور تبیین اور محیط میں تصریح موجود ہے۔ پس فتح القدیر میں جو عدم جواز کا حکم لگایا ہے وہ سہو ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سوائے مٹی اور ریت کے کسی اور چیز سے تیمم جائز نہیں۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک صرف مٹی ہی سے جائز ہے۔ یہی امام احمدؒ کا قول ہے۔ اسی کی طرف امام ابو یوسفؒ نے رجوع کر لیا تھا۔ ایسے ہی عینیؒ نے کہا ہے۔

س: ایک مسلمان نے تیمم کیا اور مرتد ہو گیا تو کیا اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا؟

ج: نہیں۔ اس لئے کہ مرتد ہو جانا ہمارے نزدیک نواقض تیمم سے نہیں ہے اور

امام زفر کے نزدیک ٹوٹ جائے گا۔ معدن الحقائق میں ایسے ہی ہے۔ امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ کفر تیمم کے منافی ہے کیونکہ شارع علیہ السلام نے مٹی کو مسلمان کے لئے مطہر قرار دیا ہے۔ پس کافر کے حق میں وہ مطہر نہیں ہو گی۔ ہم نے اس کا جواب یہ دیا کہ آپ کی یہ بات ٹھیک ہے کہ مٹی مسلمان کے لئے مطہر ہے لیکن جس وقت اس نے مٹی کو استعمال کیا تھا اس وقت وہ مسلمان تھا پس مٹی اس وقت اس کے لئے مطہر ہو چکی۔ واللہ اعلم۔

باب مایتعلق بالنجاسات

(ناپاک چیزوں کا بیان)

س: ایسا کون سا آدمی ہے جس کے منہ کا پانی یعنی رال ناپاک ہے؟

ج: مردہ ہے۔ بحر الرائق میں اس کی تصریح موجود ہے۔ سونے والے شخص کے منہ کے پانی پر فتویٰ پاک ہونے کا ہے جیسا کہ جامع المضمرات میں ہے کہ سوئے ہوئے آدمی کی رال کپڑے پر لگ جائے تو وہ پاک ہے۔ خواہ وہ پانی پیٹ سے نکلا ہو یا منہ ہی کا ہو اس لئے کہ جو پانی منہ سے نکلتا ہے وہ بلغم سے پیدا ہوتا ہے اور بلغم پاک ہے لہٰذا وہ بھی پاک ہو گا۔ خواہ کیسا ہی ہو۔ اسی پر فتویٰ بھی ہے۔ کبریٰ میں بھی ایسے ہی ہے۔

س: کونسا خنزیر پاک ہے؟

ج: سمندری خنزیر پاک ہے ایسے ہی سمندر کا ہر جانور۔ قنیہ میں اسی کی تصریح ہے۔

س: کونسی منی پاک ہے؟

ج: انسان کے علاوہ ہر حیوان کی منی پاک ہے خواہ اس کا گوشت کھایا جاتا ہو یا نہ کھایا جاتا ہو سوائے کتے اور خنزیر کے کہ ان کی منی کے ناپاک ہونے پر اجماع ہے۔ یہی زیادہ صحیح ہے اور بعض فقہاء نے فرمایا کہ تمام حیوانات کی منی ناپاک ہے اور بعض نے فرمایا کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کی منی پاک ہے اور ان کے علاوہ کی ناپاک ہے ایسے ہی ہدایہ کے حاشیہ

جونپوری میں ہے۔

س: وہ کونسا حیوان ہے جس کا پسینہ ناپاک ہے؟

ج: غلاظت کھانے والی گائے۔ ایسے ہی جامع الرموز میں ہے۔ وفیہ مافیہ اور اس میں نظر ہے۔

س: کونسا انسان ناپاک ہے؟

ج: کافر مردہ ایسے ہی بحر الرائق میں ہے۔

س: بدن کی کونسی رطوبت ناپاک ہے؟

ج: فرج خارج کی رطوبت یعنی عورت کی پیشاب گاہ کے خارجی حصہ کی رطوبت صاحبینؒ اور امام صاحبؒ کے نزدیک دوسری رطوبات کی طرح وہ بھی پاک ہے ایسے ہی درمختار میں ہے۔

س: ایسا کونسا انسان ہے جس کا جھوٹا ناپاک ہے؟

ج: وہ وہ شخص ہے جس نے ابھی شراب پی ہو اور تھوک نہ نگلا ہو اور جب تین مرتبہ تھوک نگل لے تو امام صاحب کے نزدیک اس کا منہ پاک ہو جائے گا۔ اس لئے کہ امام صاحب کے نزدیک ہر بہنے والی چیز پاک کرنے والی ہوتی ہے اس میں بہانا شرط نہیں ہے۔ مجمع الانہر میں ایسے ہی ہے۔

نجاست اور اس کے متعلقات کے مسائل

س: آدمی کا پسینہ پاک ہے یا ناپاک اور کس آدمی کا پسینہ ناپاک ہے؟

ج: انسان کا پسینہ اور اس کا جھوٹا پاک ہے لیکن عادی شراب کا پسینہ اور اس کا جھوٹا ناپاک ہے۔ فتاویٰ خیریہ میں مفتی رملہ یعنی خیر الدین نے اس کی تصریح کی ہے۔ اور نواقض وضو کی بحث میں اس کے متعلق جو اشکال تھا وہ گذر گیا۔

س: اگر کوئی شخص مینگنی یا گوبر یا لید کے ایندھن پر کھانا پکائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج: یہ چیزیں اگرچہ ناپاک ہیں لیکن ان کو جلا کر پکایا ہوا کھانا پاک ہے۔ اس کا کھانا درست ہے۔ درمختار میں ایسے ہی ہے اس لئے کہ صحابہ کے زمانہ سے لے

کہ آج تک ایسے ہی عمل در آمد چلا آرہا ہے۔ اور اس کا علمائے زمانہ میں سے کسی نے انکار نہیں کیا ہے لہٰذا اس کی طہارت کا حکم عموم بلویٰ کی وجہ سے ہے اسی سے امام مالکؒ اور ابن ابی لیلیٰ نے ان کی طہارت پر استدلال کیا ہے چونکہ یہ اہل حرمین کا ایندھن ہیں وہ ان کو جمع کرتے ہیں اور ان سے ہانڈی روٹی پکاتے ہیں۔ اگر یہ ناپاک ہوتے تو ان کو استعمال نہ کرتے جیسا کہ وہ انسان کے پاخانہ کو استعمال نہیں کرتے ہیں۔ کذا فی الکفایہ۔ مگر یہ باطل ہے اس لئے کہ اہل حرمین کا کسی چیز کو استعمال کرنا اس کے پاک ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔

س: جو چیز مچھلی سے خون کے مانند نکلتی ہے اس کا کیا حکم ہے؟

ج: وہ پاک ہے چونکہ وہ حقیقت میں خون نہیں ہے۔ کذا فی السراجیہ۔ چونکہ خون کی خاصیت یہ ہے کہ دھوپ میں سیاہ ہو جاتا ہے اور مچھلی سے نکلنے والی یہ تری سفید ہو جاتی ہے۔

س: مرغی کا انڈا جبکہ تر تھا مرغی سے نکلتے ہی شوربہ میں گر گیا، کیا شوربا ناپاک ہو جائے گا؟

ج: ناپاک نہیں ہوگا۔ ایسے ہی کھال اُدھیڑی ہوئی تر مرغی اگر کپڑے پر گر جائے تو وہ بھی ناپاک نہ ہوگا۔ (کذا فی القنیہ)

س: کس جانور کا پسینہ ناپاک ہے؟

ج: جلالہ (نجاست کھانے والی) گائے کا پسینہ ناپاک ہے جیسا کہ عادی شراب کا پسینہ ناپاک ہے۔ (کذا فی جامع الرموز) وفی ما فیہ علیٰ ما مر۔

س: کیا بھیگا ہوا پاجامہ دُبر سے ہوا نکلنے سے ناپاک ہو جائے گا؟

ج: بعض کے نزدیک ناپاک ہو جائے گا۔ کفایہ میں امام تمرتاشی نے ذکر کیا ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ عین ریح ناپاک ہے یا اس وجہ سے ناپاک ہے کہ اس کا گذر نجاست پر ہوا ہے اور ثمرۂ اختلاف اس صورت میں ظاہر ہوگا

جبکہ ریح نکلے اور پاجامہ بھیگا ہوا ہو جس نے یہ کہا ہے کہ عین ریح ناپاک ہے اس کے نزدیک پاجامہ ناپاک ہو جائے گا اور جس کے نزدیک عین ریح ناپاک نہیں ہے ان کے نزدیک پاجامہ ناپاک نہ ہوگا ایسے ہی اگر ہوا کا گذر نجاست پر ہوا پھر وہ تر کپڑے کو لگی تو کپڑا ناپاک نہ ہوگا۔ (انتہی و ہکذا فی النہایہ)

اور بحر الرائق میں نواقض وضو کے بیان میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ عین ریح پاک ہے یہی عام فقہاء کا قول ہے۔ انتہی۔

س: سونے والے کے منہ سے جو پانی چلے کیا وہ ناپاک ہے؟

ج: اگر وہ پانی سر سے اترا ہے تو پاک ہے چونکہ سر موضع نجاست نہیں ہے۔ اور اگر معدہ سے چڑھا ہے پس اگر زرد رنگ ہے یا بدبودار ہے تو وہ مثل قے کے ہے اور ابواللیث سے منقول ہے کہ وہ مثل بلغم کے ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ امام ابویوسفؒ کے نزدیک ناپاک ہے بخلاف امام محمدؒ کے۔ کذا فی النہایہ اور قاضی خاں نے فرمایا کہ جو پانی سونے والے کے منہ سے نکلے وہ پاک ہے۔ یہی صحیح ہے چونکہ وہ بلغم سے پیدا ہوتا ہے۔ انتہی۔

س: ہاتھی کی ہڈی پاک ہے یا ناپاک؟

ج: امام محمدؒ سے منقول ہے کہ وہ ناپاک ہے چونکہ ہاتھی ذبح نہیں کیا جاتا ہے لہٰذا وہ خنزیر کی طرح ہے جس طرح خنزیر کی ہڈی ناپاک ہے ایسے ہی ہاتھی کی ہڈی ناپاک ہے۔ امام ابویوسفؒ سے منقول ہے کہ پاک ہے یہی اصح ہے۔ چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کے لئے ہاتھی کے دانت کا کنگن خریدا۔ (کذا فی جامع المضمرات عن المحیط)

س: مشک ناپاک ہے یا نہیں؟

ج: مشک ناپاک نہیں ہے۔ بنایہ میں ہے کہ مشک مرد کے لئے حلال ہے اور جس نے اس کو ناپاک کہا ہے اس نے غلط کہا۔ انتہی۔ اور قاضی خاں نے اپنے فتاویٰ میں کہا ہے کہ مشک کو خون نہیں کہا جاتا اگر وہ خون ہے تو متغیر ہوگیا

ہے اس لئے پاک ہو گیا جس طرح پاخانہ کی راکھ۔ انتہی

س: ناپاک کپڑے میں پسینہ آیا تو کیا بدن ناپاک ہو جائے گا؟

ج: ہاں ناپاک ہو جائے گا۔ (کمافی السراج المنیر من العتبہ)

س: ہمارے دیار میں یہ مشہور ہے کہ نان بائی تنور کو تر کپڑے سے لیپتے ہیں جس کے متعلق گمان یہ ہوتا ہے کہ وہ ناپاک ہے بلکہ کبھی اس کے ناپاک ہونے کا یقین ہوتا ہے تو کیا روٹی ناپاک ہو جائے گی؟

ج: اگر تنور کو ناپاک کپڑے سے لیپا گیا ہو اور نجاست آگ سے خشک ہو گئی ہو اور روٹی تنور میں لگانے سے پہلے اس میں تری باقی نہ رہی ہو تو روٹی ناپاک نہیں ہوگی چونکہ نجاست جلانے سے ایسی ہو گئی جیسے ناپاک زمین جبکہ وہ خشک ہو گئی ہو کہ وہ پاک ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بکری کی خون میں لتھڑی ہوئی سری اگر خون سمیت جلادی جائے تو پاک ہو جاتی ہے اور اس کا شوربا کھایا جاتا ہے۔ (کذافی فتاویٰ قاضی خاں)

س: انسان کے بیت الخلاء میں قضائے حاجت کے لئے داخل ہونے کے وقت پاخانہ کی مکھی اس کے بدن اور کپڑوں پر بیٹھتی ہیں تو کیا بیت الخلاء کی مکھیوں کے بیٹھنے سے کپڑا او بدن ناپاک ہو جائے گا؟

ج: دین آسان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں آسان دین حنیف دے کر بھیجا گیا ہوں نہ کہ مشکل ترین رہبانیت۔ اسی لئے شارع علیہ السلام نے قلیل نجاست کا اعتبار نہیں کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء فرماتے ہیں کہ پیشاب کی سوئی کے ناکے کے برابر چھینٹیں نجاست شمار نہیں کی جائے گی۔ دیکھئے فقہاء نے ان کو معمولی سمجھا اور غیر معتبر جانا۔ لہٰذا بیت الخلاء کی مکھیوں کے بیٹھنے سے بدن اور کپڑا ناپاک نہ ہوگا چونکہ قلیل نجاست معاف ہے۔ (کذافی فتاویٰ قاضی خاں) حضرت ابن عباسؓ سے قلیل نجاست کے متعلق سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا مجھے اللہ سے امید ہے کہ اس کو معاف فرمادے

گا۔ نقل کیا گیا ہے کہ محمد بن علی زین العابدین رضی اللہ عنہ نے احتیاطاً بیت الخلاء جانے کے لئے علاحدہ کپڑے بنوائے پھر ان کو چھوڑ دیا اور فرمایا کہ جو ذات مجھ سے بہتر تھی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدینؓ) انھوں نے یہ تکلف نہیں فرمایا۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے یہ تکلفات نہیں فرمائے تو میں کون ہوں۔ ایسے ہی نہایہ میں ہے۔ جب ایسے حضرات کا یہ کہنا ہو تو ہمارے زمانے کے بعض متکلفین کا کیا حال ہوگا جو بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد غسل کرتے ہیں اور اس کو احتیاط کہتے ہیں۔ یہ لوگ ان لوگوں میں سے ہیں جو حقیقت کے اعتبار سے ایک غلط کام کرتے ہیں اور مزید براں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کر رہے ہیں۔ ہمارے علماء نے فرمایا کہ بیت الخلاء کی مکھی جب تک بہت زیادہ نہ ہوں تو ناپاک نہیں کرتی لہٰذا غسل کی کیا ضرورت پڑی جبکہ فقہاء نے ایسے مسائل میں اس قسم کی باریکی اور تکلفات کو مکروہ بھی قرار دیا ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہو گیا جیسا کہ امام ترمذی نے روایت بیان کی ہے کہ ایک عراقی حضرت امام حسینؓ رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد عبداللہ بن عمرؓ کے پاس مچھر کے خون کے متعلق پوچھنے کے لئے آیا کہ وہ پاک ہے یا ناپاک حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اس متقی کو دیکھا۔ یہ ان لوگوں میں سے ہے جنھوں نے امام حسینؓ کا خون بہایا اور مچھر کے خون کا مسئلہ پوچھ رہا ہے گویا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس قسم کی باریکی میں پڑنے کو مکروہ قرار دیا۔

س: چھت پر نجاست پڑی ہوئی تھی اتفاقاً بارش ہوئی اور چھت کا پانی پرنالہ میں بہہ کر کپڑے پر گر گیا تو کیا کپڑا ناپاک ہو جائے گا؟

ج: اگر بارش برستے ہوئے وہ پانی کپڑے پر گرا تو ناپاک نہیں ورنہ ناپاک ہو جائے گا۔ خزانۃ الروایات میں خلاصہ سے ایسے ہی نقل کیا گیا ہے۔

س: ناپاک بتی کی راکھ پاک ہے یا ناپاک؟

قاضی عبدالجبار نے یہی فرمایا ہے۔ قنیہ میں ایسا ہی ہے۔
ج: پاک ہے۔

س: ناپاک خشک رسی پر اگر بھیگا ہوا کپڑا پھیلا دیا جائے تو کیا کپڑا ناپاک ہو جائے گا؟

ج: نہیں۔ البتہ اگر نجاست کا اثر کپڑے میں ظاہر ہو جائے تو ناپاک ہو جائے گا۔ تنویر الابصار کے متفرق مسائل کے باب میں ایسا ہی ہے۔

س: عورت کی پیشاب گاہ کی رطوبت (فرج خارج کی رطوبت) پاک ہے یا ناپاک؟

ج: صاحبینؒ کے نزدیک ناپاک ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک بدن کی دوسری رطوبات کی طرح وہ بھی پاک ہے۔ در مختار اور جوہرہ نیرہ میں ایسے ہی لکھا ہے۔

س: ایک شخص نے شراب پی اور سو گیا۔ سوتے ہوئے اس کے منہ سے رال تکیہ پر لگ گئی تو کیا حکم ہے؟

ج: اگر عین خمر نظر نہیں آتی ہے تو شیخینؒ کے نزدیک پاک ہونا چاہیے کیونکہ اس کا منہ تھوک کے نگلنے سے پاک ہو جاتا ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ایسا ہی ہے۔

س: جما ہوا خون پاک ہے یا ناپاک؟

ج: ناپاک ہے اور یہی حکم مضغہ کا بھی ہے یعنی ناتمام حمل کا بھی یہی حکم ہے۔ ایسے ہی نہایہ میں ہے۔

س: وہ بچہ جو عورت کے پیٹ سے نکلا اور اس نے آواز نہیں کی اور پانی میں گر گیا تو کیا وہ پانی ناپاک ہو جائے گا؟

ج: پانی ناپاک ہو جائے گا خواہ اس بچہ کو غسل دیا گیا ہو یا نہ دیا گیا ہو چونکہ وہ ناپاک ہے۔ ایسے ہی بحر الرائق میں ہے۔

س: گھوڑا پانی میں چلا اور اس کے پیر اور دم پانی میں بھیگے۔ گھوڑے نے اپنے سوار پر دم ماردی جس کی وجہ سے سوار کے کپڑے بھیگ گئے تو کیا سوار کے کپڑے ناپاک ہوں گے؟

ج: ناپاک نہیں ہوں گے۔ خزانۃ الروایات میں منہاجیہ سے ایسے ہی منقول ہے۔

ابو نصر سے کسی نے ایسے شخص کے متعلق پوچھا جو جانور کو نہلا رہا تھا۔ نہلانے والے کو اس کا پانی اور پسینہ لگ گیا ہو تو ابو نصر نے جواب دیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ اگر گھوڑے نے اپنے پیشاب اور گوبر میں لوٹ لگائی ہو تو فرمایا کہ اگر وہ پیشاب اور گوبر خشک ہو گیا اور اس کا اثر جاتا رہا ہو تو یہ نقصان نہیں دے گا۔ پس اسی طرح اگر گھوڑا پانی میں گذرے اور اس کی دُم تر ہو جائے پھر وہ اس کو اپنے سوار پر مار دے تو سوار ناپاک نہیں ہوگا۔

س: پانی اور مٹی آپس میں مل گئے حالانکہ ان میں سے ایک ناپاک ہو اور وہ کیچڑ بن جائے تو پاک ہے یا ناپاک؟

ج: اس میں کئی قول ہیں اور فتویٰ بھی مختلف فیہ ہے۔ علامہ عینیؒ کی بنایہ میں ہے کہ بعض کے نزدیک پانی کا اعتبار کیا جائے گا اور بعض نے فرمایا کہ مٹی کا اعتبار ہوگا اور بعض نے کہا کہ غالب کا اعتبار ہوگا۔ اور بعض کے نزدیک ان دونوں میں سے خواہ کوئی سا ناپاک ہو پھر بھی پاک ہی رہے گا۔ یہی اکثر کا قول ہے اور کہا گیا کہ اگر وہ دونوں ناپاک ہوں تو کیچڑ بھی پاک ہے اس لئے کہ وہ دوسری شے بن گئی جیسے کتا اور خنزیر اگر نمک کی کان میں گر کر نمک بن جائیں تو وہ پاک کہلائے گا۔ اور خزانۃ الروایات میں تہذیب سے نقل کیا گیا ہے کہ جب پانی اور مٹی مخلوط ہو جائیں اور ان میں سے ایک ناپاک ہو تو بعض نے مٹی کا اعتبار کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ کیچڑ ناپاک ہے ایسے ہی فتاویٰ قاضی خاں میں ہے اور در مختار میں ہے کہ پانی اور مٹی میں سے جونسا بھی پاک ہو اس کا اعتبار کیا جائے گا اسی پر فتویٰ ہے۔ اور بحر الرائق میں بزازیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ فتویٰ طاہر چیز کے معتبر ماننے پر ہے خواہ کوئی سا ہو۔ پس یہ قول قاضی خاں کی تصحیح کے خلاف ہے۔

س: چمگادڑ کا پیشاب پاک ہے یا ناپاک؟

ج: پاک ہے ایسے ہی بحر الرائق میں ہے۔

س: کیا پاخانہ کا کیڑا ناپاک ہے؟

ج: نہیں۔ خزنیۃ الروایات میں ہے کہ کیڑا اگر نجاست سے پیدا ہو تو امام سرخسیؒ نے فرمایا کہ وہ ناپاک نہیں ہوتا اور انھوں نے خلاصہ کا حوالہ دیا ہے۔ اب اگر آپ اعتراض کریں کہ بھلا وہ پاک کیسے ہو سکتا ہے جبکہ اس کی اصل یعنی پاخانہ ناپاک ہے تو میں جواب دوں گا کہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ جو چیز ناپاک چیز سے پیدا ہو وہ بھی ناپاک ہو اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نطفہ ناپاک ہے چونکہ وہ منی ہے اور منی ناپاک ہے بخلاف امام شافعیؒ کے کہ ان کے نزدیک پاک ہے جیساکہ ہدایہ میں ہے اور پھر وہ منی خون بن جاتی ہے اور خون بھی ناپاک ہے جیساکہ وقایہ وغیرہ میں ہے۔ پھر وہ خون علقہ اور مضغہ بنتا ہے اور یہ دونوں بھی ناپاک ہیں جیساکہ نہایہ میں ہے اگرچہ رسائل الارکان میں مضغہ کو پاک لکھا ہے۔ واللہ اعلم۔ بہر حال پھر وہ حیوان بن جاتا ہے اور حیوان پاک ہے۔ بات اصل یہ ہے کہ عین (کسی شے کی ذات کا بدل جانا) کا بدل جانا پاک کر دینے والے اسباب میں سے ہے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ خنزیر جب نمک کی کان میں گر جاتا ہے اور نمک بن جاتا ہے تو پاک ہو جاتا ہے۔ فقہ کی کتابوں میں ایسا ہی ہے۔ ایسے ہی جب شراب سرکہ بن جائے تو پاک ہو جاتی ہے جیساکہ بحر الرائق میں ہے اور گوبر جب جل جائے اور راکھ بن جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔ یہ کل تفصیل امام محمدؒ کے نزدیک ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کسی شے کی ماہیت کا بدلنا اس کو پاک کرنے والا نہیں ہوتا ایسے ہی رسائل الارکان میں ہے۔

س: بلی کا پیشاب پاک ہے یا ناپاک؟

ج: اس میں اختلاف ہے۔ قاعدہ کلیہ تو یہ ہے کہ تمام پیشاب ناپاک ہیں سوائے چمگادڑ کے۔ ابن نجیم نے الاشباہ والنظائر میں ایسا ہی فرمایا ہے۔ پھر فرمایا کہ بلی

کے پیشاب میں قول صحیح میں اختلاف ہے۔ علامہ حموی نے فرمایا کہ کبوتر کے پیشاب کو بھی قاعدے سے مستثنیٰ کیا جائے گا جیسا کہ بزازیہ میں ہے کہ چمگادڑ کا پیشاب کبوتر کے پیشاب کی طرح ہے۔ مگر یہ قول اس قول کے مخالف ہے جو مجمع الفتاوئی میں ہے۔ چنانچہ اس میں ہے کہ پرندوں میں سے سوائے چمگادڑ کے کوئی جانور پیشاب نہیں کرتا اور قاعدہ کلیہ سے چوہے کے پیشاب کو بھی مستثنیٰ کیا جائے گا بوجہ اس کے جو ظہیریہ میں ہے کہ چمگادڑ کا پیشاب ناپاک نہیں ہے چونکہ اس سے بچنا ناممکن ہے یعنی بچنے میں حرج ہے ایسے ہی چوہے کا پیشاب ہے کہ اس سے بھی بچنا ممکن نہیں لیکن خانیہ میں ہے کہ چوہے کا پیشاب ناپاک ہے۔ اظہر الروایات میں ہے کہ پانی اور کپڑے کو بھی ناپاک کر دیتا ہے اور خلاصہ میں ہے کہ برتن کو تو ناپاک کر دیتا ہے کپڑا ناپاک نہیں ہوتا۔ صاحب فتح نے فرمایا ہے کہ یہی قول عمدہ ہے کیونکہ عادۃً لوگ برتن کو ڈھانک کر رکھتے ہیں اس لئے برتن کی ناپاکی میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور کپڑے کی ناپاکی میں حرج تھا اس لئے وہ پاک رہے گا۔

مسائل متفرقہ

جاننا چاہیے کہ نجاست کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) غلیظہ (۲) خفیفہ۔ امام صاحب کے نزدیک غلیظہ اور خفیفہ ہونے کا اعتبار دو نصوں میں تعارض ہونے نہ ہونے پر ہے یعنی اگر کسی چیز کے نجس ہونے میں کوئی نص پائی جائے اور کسی دوسری نص سے اس کا پاک ہونا بھی معلوم نہ ہوتا ہو تو وہ نجاست غلیظہ کہلائے گی اور اگر کوئی نص اس کی پاکی کے متعلق بھی آیا ہو تو وہ نجاست خفیفہ کہلائے گی خواہ فقہاء نے اس میں اتفاق کیا ہو یا اختلاف کیا ہو۔ اور صاحبین کے نزدیک غلیظہ اور خفیفہ ہونے کا مدار فقہاء کے اتفاق اور اختلاف پر ہے۔ چنانچہ اگر اجتہاد کی اس میں گنجائش ہو تو خفیفہ ہے ورنہ غلیظہ ہے۔ نافع میں ایسے ہی ہے اور الاختیار میں غلیظہ کی تفسیر کرتے ہوئے امام صاحب کے نزدیک اس بات کا بھی اضافہ کیا گیا ہے کہ

اس سے بچنے میں کوئی حرج لازم نہیں آتا ہو اور صاحبین کے نزدیک غلیظہ اس وقت کہلائے گی جبکہ اس کا پہنچنا یعنی لگ جانا عام نہ ہو اور اگر اس کا لگنا عام ہو تو خفیفہ ہو گی۔ پس معلوم ہوا کہ کبھی نجاست میں تخفیف عام ابتلاء کی وجہ سے بھی ہو جاتی ہے اور اس میں احناف کا اتفاق ہے ہاں اس بات میں اختلاف ہے کہ عام ابتلاء کب سمجھا جائے گا جس کی وجہ سے فتویٰ مختلف ہو جائے گا۔ ایسے ہی بحر الرائق میں ہے اور فقہاء نے خفیفہ اور غلیظہ کی تصریح بعض نجاستوں کے متعلق بھی کی ہے۔ ہم ان کا ذکر بالتفصیل کریں گے۔ ایسے ہی فقہاء نے شروح اور فتاویٰ میں بہت سی فروعات اور جزئیات کا اضافہ کیا ہے جن پر نجاست کا حکم لگایا ہے مگر یہ تصریح نہیں کی کہ غلیظہ ہے یا خفیفہ۔ بحر الرائق میں لکھا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ جہاں مطلق نجاست کا حکم لگایا ہے اس سے غلیظہ مراد ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔ امام نوویؒ نے صحیح مسلم کی شرح میں حائضہ کے اعضاء کو پاک کہا ہے اور یہ متفق علیہ ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ سے اس کے بدن کے ناپاک ہونے کی روایت جو نقل کی گئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ انتہی۔ شیطان کی ذات ناپاک نہیں ہے اس کا چھونا نماز کو باطل نہیں کرتا ہے ایسے ہی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے۔

پیشاب کی چار قسمیں ہیں:

(۱) بڑے آدمی کا پیشاب، یہ تو بالاتفاق ناپاک ہے۔

(۲) ایسے بچہ کا پیشاب جو کھانا نہ کھاتا ہو۔ ہمارے نزدیک اس کا پیشاب بھی نجاست غلیظہ ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک خفیفہ ہے اور امام داؤد ظاہریؒ سے طہارت کا قول نقل کیا گیا ہے۔ ایسے ہی بنایہ میں ہے۔

(۳) ایسے جانور کا پیشاب جس کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک پاک ہے اور شیخینؒ کے نزدیک نجاست خفیفہ ہے۔ معدن الحقائق میں ایسا ہی ہے اور جامع المضمرات میں ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب امام صاحبؒ کے نزدیک نجاست غلیظہ ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک

نجاست خفیفہ ہے۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک پاک ہے۔ اور اگر ایسا پیشاب پانی میں گر جائے تو فتویٰ امام ابو حنیفہؒ کے قول پر ہے اور اگر کپڑے پر لگ جائے تو فتویٰ امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے۔ اور اگر گیہوں اور کھلیان میں لگ جائے تو فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہے۔ انتھی۔

گھوڑے کا پیشاب بعض کے نزدیک نجاست غلیظہ ہے جیسا کہ جامع الرموز میں ہے لیکن فقہ کی کتابوں میں امام ابو یوسفؒ اور امام صاحب کے نزدیک نجاست خفیفہ لکھا ہے اور دلیل امام ابو یوسفؒ کے نزدیک خفیفہ ہونے کی اس کا ماکول اللحم ہونا ہے اور امام ابو حنیفہؒ اگرچہ گھوڑے کا گوشت کھانا مکروہ تحریمی فرماتے ہیں لیکن اس کے پیشاب کو نجاست خفیفہ ہی کہتے ہیں کیونکہ اس کے متعلق وارد ہونے والے دلائل میں تعارض ہے۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک گھوڑے کا پیشاب پاک ہے ایسے ہی ہدایہ میں ہے۔

(۴) ایسے جانوروں کا پیشاب جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا وہ نجاست غلیظہ ہے سوائے چمگادڑ کے پیشاب کے چونکہ اس سے حفاظت ناممکن تھی اس لئے فقہاء نے اس کو پاک کہا ہے اسی وجہ سے اس کی بیٹ بھی پاک ہے اور ایسے ہی چوہے کا پیشاب ہے اسی پر فتویٰ بھی ہے جیسا کہ خانیہ میں لکھا ہے اور اس کی مینگنی پانی کو ناپاک نہیں کرے گی جب تک اس کا اثر ظاہر نہ ہو اور بلی کے پیشاب میں اختلاف ہے۔ امام محمدؒ کی شاذ روایت یہ ہے کہ پاک ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ بلی اور چوہے کا پیشاب اور اس کی مینگنی ناپاک ہے۔ چنانچہ اس کی مینگنی اور پیشاب سے پانی اور کپڑا ناپاک ہو جاتا ہے اور چمگادڑ کا پیشاب اور اس کی بیٹ سے کپڑا اور پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ مچھر اور پسو کے خون کے ناپاک ہونے کا اعتبار نہیں ہے۔ اور خلاصہ میں ہے کہ اگر بلی برتن یا کپڑے پر پیشاب کر دے، ایسے ہی چوہا تو فقیہ ابو جعفرؒ نے فرمایا ہے کہ برتن تو ناپاک ہو جائے گا کپڑا نہیں۔ انتھی۔ فتح القدیر میں ابن ہمام نے فرمایا کہ یہی قول عمدہ ہے کیونکہ برتنوں کو عام طور پر ڈھانک کر

رکھتے ہیں اس لئے اس میں رخصت نہیں ہوگی۔ اور بزازیہ میں لکھا ہے کہ چمگادڑ کا پیشاب کبوتر کے پیشاب کی طرح ہے۔ انتہی۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کبوتر کا پیشاب بھی پاک ہے نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کبوتر پیشاب بھی کرتا ہے۔ لیکن یہ قول مجمع الفتاویٰ والے قول کے خلاف ہے کیونکہ انھوں نے لکھا ہے کہ سوائے چمگادڑ کے کوئی پرندہ پیشاب ہی نہیں کرتا۔ اور قنیہ میں ہے کہ پسو کا پیشاب نماز کے صحیح ہونے کو نہیں روکتا۔ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پسو پیشاب کرتا ہے لیکن مجھے اس کی تمیز نہیں ہو سکی پس اس کو محفوظ رکھ۔ ایسے ہی اشباہ کے حاشیہ حموی میں ہے۔ خشکی میں رہنے والے مینڈھک کا پیشاب ناپاک ہے خزانۃ الروایات میں قنیہ سے ایسے ہی نقل کیا گیا ہے۔

بلی کا پیشاب اگر پانی کے برتن کے علاوہ کسی چیز پر لگ جائے تو معاف ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ ایسے ہی در مختار میں اشباہ کے حوالہ سے لکھا ہے۔ اور ذخیرہ میں ہے کہ سانپ کی بینٹ اور اس کا پیشاب نجاست غلیظہ ہے۔ انتہی۔ علامہ حمویؒ فرماتے ہیں کہ یہ قول غریب ہے۔ میں تو اس کی تمیز نہیں کر سکا کہ سانپ بینٹ اور پیشاب کرتا ہے۔ انتہی

ہر جانور کے پتہ کا حکم اس کے پیشاب کی طرح ہے۔ اور وہ گھاس جس کو اونٹ اپنے پیٹ سے نکال کر دوبارہ کھاتا ہے (یعنی جگالی) اس کے گوبر کی طرح ہے اور قنیہ میں ہے کہ بکری کا پتہ اس کے خون کے مانند ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس کے پیشاب کی طرح ہے۔ پس شیخینؒ کے نزدیک نجاست خفیفہ ہوگا اور امام محمدؒ کے نزدیک پاک ہوگا۔ انتہی۔

پیشاب پاخانہ کے راستہ سے جو بھی چیز نکلے وہ نجاست غلیظہ ہے جیسے منی، دھات وغیرہ۔ جامع الرموز میں ایسا ہی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک منی پاک ہے اس لئے امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ کی بیان کردہ غلیظہ اور خفیفہ کی تعریف پر اشکال ہوتا ہے کہ جب منی کے بارے میں نصوص میں تعارض ہو گیا اور فقہاء

کبار کی رائے میں اختلاف ہو گیا تو نجاست غلیظہ کا حکم منی پر لگانا کیسے صحیح ہے۔
اس کا جواب علامہ جونپوری۔ حاشیہ ہدایہ میں یہ دیا ہے کہ تخفیف اس اختلاف کی ہے منی کی نجاست میں موجود ہے لیکن تخفیف کا اثر اس میں ظاہر ہو گا کہ رگڑنے سے منی لگی ہوئی جگہ پاک ہو جاتی ہے لہٰذا اس کے خفیفہ ہونے کے لئے یہی کافی ہے اور خفیفہ ہونے کا اثر چوتھائی سے کم معاف ہونے کے حق میں ظاہر نہیں ہو گا جیسا کہ گوبر میں ضرورت کا اثر اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ جوتے کو رگڑ دینے سے جو ناپاک ہو جاتا ہے اس کے علاوہ ایک درہم کی مقدار کے برابر میں معافی کا اثر ظاہر نہیں ہو گا۔ اس کے علاوہ ایک جواب یہ بھی ہے کہ قاعدہ ہے جب چند آثار میں تعارض ہو جائے تو آثار ساقط ہو جاتے ہیں اور قرآن کریم پر عمل کرنا راجح ہو جاتا ہے۔ پس ہم نے تعارض کی وجہ سے آثار کو چھوڑ کر آیت کریمہ الم نخلقکم من ماء مھین پر عمل کیا اس لئے کہ ہوان[1] مطلق صرف نجاست سے ہوتی ہے۔ یعنی اس کا مطلق حقیر ہونا نجاست کی وجہ سے ہے۔ پس منی ان نجاستوں میں سے نہیں شمار کی جائے گی جن کے بارے میں نصوص متعارض ہیں۔ اور غلیظہ اور خفیفہ ہونے میں اختلاف کا اعتبار ایسی چیز میں ہو گا جس کی نجاست اجتہاد سے معلوم ہوئی ہو اور منی ایسی نہیں ہے کیونکہ اس کی نجاست کے متعلق نص قرآنی موجود ہے یعنی وہ آیت جو اوپر گذری۔ انتہی۔

سمندری جانور پاک ہے اگرچہ اس کا گوشت نہ کھایا جاتا ہو جیسے سمندر کا خنزیر ایسے ہی قنیہ میں شرح قدوری اور فتاویٰ ابوالفضل کرمانی سے منقول ہے۔ وہ پرندے جن کا گوشت حلال نہیں ہے جیسے شکرہ، چیل، باز ان کی بیٹ شیخینؒ کے نزدیک نجاست خفیفہ ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک نجاست غلیظہ ہے کافی میں ایسا ہی ہے لیکن محیط میں لکھا ہے کہ شیخینؒ کے نزدیک پاک ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک ناپاک ہے۔ یہی زیادہ صحیح ہے ایسے ہی جامع الرموز میں ہے۔

---

[1] حقیر ہونا۔

لید اور گوبر اور اونٹ کی مینگنی امام محمدؒ کے نزدیک نجاست غلیظہ ہیں اور شیخینؒ کے نزدیک نجاست خفیفہ۔ یہی زیادہ ظاہر ہے۔ عام راستوں میں بکھرا ہوا ہونے کی وجہ سے لوگ اس میں عموماً مبتلا ہوتے ہیں۔ بعد میں امام محمدؒ نے اس کے پاک ہونے کا فتویٰ دیا اور یوں فرمایا کہ گوبر ناپاک نہیں کرتا ہے اگرچہ زیادہ لگ جائے چونکہ جب امام محمدؒ شہر رے میں داخل ہوئے تو انھوں نے لوگوں کو عموماً اس میں مبتلا دیکھا اور مشائخ نے اسی پر بخاری کی مٹی کو قیاس کیا ہے۔ ایسے ہی برہان اور اس کے متن میں ہے۔

ایسے جانور کی بیٹ جو ہوا میں بیٹ کرتا ہے اگر وہ ماکول اللحم ہے تو اس کی بیٹ پاک ہے ورنہ ناپاک ہے نجاست خفیفہ کے ساتھ۔ ایسے ہی در مختار میں ہے۔

مور کی بیٹ کبوتر کی بیٹ کے مانند ہے یعنی پاک ہے۔ ایسے ہی قنیہ میں ظہیر مرغینانی سے منقول ہے۔

غیر ماکول اللحم جانوروں کی بیٹ میں مختلف روایتیں ہیں۔ چنانچہ ہندوانی کی روایت میں امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس کو نجاست خفیفہ بتلایا ہے اور شیخینؒ کے نزدیک نجاست غلیظہ۔ اور امام کرخی کی روایت میں ہے کہ شیخینؒ کے نزدیک پاک ہے اور امام محمد کے نزدیک نجاست غلیظہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ خفیفہ ہونے میں بھی امام ابو یوسفؒ امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ ہیں یعنی ایک قول شیخینؒ کا نجاست خفیفہ ہونے کا ہے۔ اور صحیح ہندوانی کی روایت ہے کہ نجاست غلیظہ ہے جیسا کہ تبیین الحقائق میں لکھا ہے۔

سانپ کی کھال ناپاک ہے اگرچہ اس کو ذبح کر دیا جائے کیونکہ وہ دباغت کے قابل نہیں ہوتی بخلاف اس کی کانچلی (اوپر کی کھال جو اتر جاتی ہے) کے کہ وہ پاک ہے۔ ایسے ہی بحر الرائق میں ظہیریہ سے منقول ہے۔

وہ کیڑا جو غلاظت سے پیدا ہوتا ہے اس کے بارے میں برہان الفتاویٰ بخاری سے قنیہ نے یہ حکم نقل کیا ہے کہ اگر وہ پانی میں گر جائے تو پانی ناپاک ہو جائے

کا اور خزانۃ الروایات میں امام سرخسیؒ نے فرمایا کہ وہ ناپاک نہیں ہے یہاں تک کہ اگر اس کو دھو کر پانی میں ڈال دیا جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ انتہی۔

جو کیڑا گوشت سے نکل کر گرے وہ ناپاک نہیں ہے۔ ہاں اگر پیشاب پاخانہ کے راستے سے نکلے تو ناپاک ہے۔

آدمی کی کھال اگر تھوڑے پانی میں گر جائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔

م: مردہ کافر ناپاک ہے اور آدمی کی ہڈی بھی ناپاک ہے۔ امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ پاک ہے۔

م: کٹا ہوا کان اور ٹوٹا ہوا دانت دونوں پاک ہیں مگر اس کے حق میں جس کے وہ ہیں نہ کہ غیر کے حق میں خواہ درہم کی مقدار سے بھی زیادہ ہو۔ یہی امام ابو یوسفؒ کا مذہب ہے اور امام محمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ ناپاک ہے۔ بحر الرائق میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اور خزانۃ الروایات میں ہے کہ انسان کی ہڈی کے بارے میں ظاہر روایت پاک ہونے کی ہے اور یہی صحیح ہے۔

م: ماکول اللحم جانور یعنی ان پرندوں کا انڈا جن کا گوشت کھایا جاتا ہے اگر اس کے مرنے کے بعد نکلے تو پاک ہے۔ اور مردار کا دودھ اور پنیر مایہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک پاک ہے۔ اور دوسرا قول نجس ہونے کا ہے اور یہی زیادہ ظاہر ہے۔ ایسے ہی مواہب الرحمٰن میں ہے۔

م: گدھی کا دودھ ناپاک ہے ظاہر روایت میں یہی ہے۔ امام محمدؒ کے نزدیک پاک ہے۔ مگر اس کا پینا درست نہیں ہے۔ ایسے ہی محیط سے قنیہ میں نقل کیا گیا ہے۔ اور منتقی سے صاحب قنیہ نے امام محمدؒ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ گدھی کا دودھ اس کے پسینے کے مانند ہے اور سمرقندیؒ سے صاحب قنیہ نے نقل کیا ہے کہ اس کے تھوک کے مانند ہے۔ انتہی۔ اور علامہ عینیؒ نے بنایہ میں فرمایا کہ گدھی کا دودھ بالاتفاق پاک ہے اور ملتقط سے اس حکم کو نقل کیا گیا ہے اور یہ قول اس کے مخالف ہے جو پہلے نقل ہوا یعنی گدھی کے دودھ

میں روایت مختلف ہیں اس کی نجاست اور طہارت میں اختلاف ہے۔ لہذا پہلے قول کی طرف مراجعت کی جائے۔
اور قنیہ میں ہے کہ درندوں کا پاخانہ ناپاک ہے۔ خزانۃ الروایات میں خلاصہ کے حوالہ سے ایسا ہی لکھا ہے۔

م: ماکول اللحم پرندوں کی بیٹ پاک ہے لیکن اگر اس میں سے بدبو آتی ہو جیسے مرغی اور بطخ اور مرغابی کی بیٹ تو وہ نجاست غلیظہ ہے۔ ایسے ہی جامع الرموز میں ہے۔ اور غیر ماکول اللحم جانوروں کا انڈا اگر کسی آدمی کے کپڑے پر پھوٹ جائے اور اس کی وجہ سے کپڑا ملوث ہو جائے تو بعض فقہاء کے نزدیک ناپاک ہو جائے گا۔ ان حضرات نے اس کے گوشت اور اس کے دودھ پر قیاس کیا ہے اور بعض فقہاء نے اس کو پاک کہا ہے مری ہوئی مرغی کے بیضہ پر قیاس کرتے ہوئے۔ ایسے ہی بحر الرائق میں ہے۔

م: اگر بیضہ سڑ جائے یعنی گندہ انڈا ناپاک ہے۔ کیونکہ اپنی اصلی حالت سے بدل گیا ہے۔ اور خون بن گیا ہے۔ لیکن اگر دودھ بگڑ جائے تو ناپاک نہیں ہوتا ہے کیونکہ اس کے بگڑ جانے سے صرف ذائقہ بگڑتا ہے اور ذائقہ کے تبدیل ہو جانے سے ناپاکی کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ ایسے ہی قنیہ میں ظہیرو بری سے نقل کیا گیا ہے۔

م: شوربہ اگر خراب ہو جائے یعنی سڑ جائے تو ناپاک نہیں ہوتا۔

م: کھانا اگر زیادہ سڑ جائے تو ناپاک ہو جاتا ہے۔ اس کا کھانا حرام ہے۔

م: دودھ اور گھی اور روغن زیتون اگر سڑ جائیں تو اس کا کھانا حرام نہیں ہے۔ ایسے ہی الاشباہ والنظائر میں ہے۔

م: اگر مردہ بچہ پیدا ہو کر پانی میں گر جائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔ ایسے ہی بحر الرائق میں ہے۔

م: انگور کی شراب بالاتفاق نجاست غلیظہ ہے۔ اس کے علاوہ باقی شرابیں ان کی

نجاست غلیظہ اور خفیفہ اور پاک ہونے میں اختلاف ہے۔صاحب بحر نے غلاظت کو ترجیح دی ہے یعنی نجاست غلیظہ کہا ہے اور صاحب نہر نے نجاست خفیفہ ہونے کو راجح کہا ہے۔ایسے ہی در مختار میں ہے۔

م: پسو اور جوں اور مچھر اور مکھی کا خون پاک ہے۔ایسے ہی مجمع الانہر نے خانیہ کے حوالہ سے لکھا ہے۔

م: مچھلی کا خون حقیقت میں خون ہی نہیں اس لئے ناپاک بھی نہیں ہوگا۔ایسے ہی ہدایہ میں ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نجاست خفیفہ ہے اور یہ قول ضعیف ہے جیسا کہ نہایہ میں لکھا ہے۔اور حسن ابن زیادہ رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہؒ کی جو روایت نقل کی ہے کہ وہ بڑی مچھلیاں جن سے زیادہ خون نکلتا ہے ان کا خون ناپاک ہے، یہ روایت قابل اعتبار نہیں ہے۔ایسے ہی برہان میں قے کی نجاست کے بیان میں ہے۔

اور اس کنویں کے پانی کے ناپاک ہونے کے بارے میں جس میں چوہا گر کر مرجائے دو روایتیں ہیں۔ایسے ہی بحر الرائق میں ہے اور قنیہ میں ہے کہ قے میں اختلاف ہے۔اور صحیح حسن رحمہ اللہ والی روایت ہے جو امام ابو حنیفہؒ سے منقول ہے کہ اگر قے کھانے یا پانی کی ہو اور منہ بھر نہ ہو تو معاف ہے ورنہ معاف نہیں ہو گی۔اور محیط میں ہے کہ پت کی قے ظاہر روایت میں غلاظت یعنی پاخانہ کی طرح ہے اور حسنؒ کی روایت میں نجاست خفیفہ ہے۔انتہی

م: سباع بہائم یعنی پھاڑ کھانے والے درندوں کا جھوٹا نجاست غلیظہ ہے۔اور پھاڑ کھانے والے پرندوں کا جھوٹا ناپاک نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے۔

م: تینوں مرتبہ کا نجاست کا دھوون نجاست غلیظہ ہے۔اصح قول یہی ہے۔اگرچہ پہلی مرتبہ کا نجاست کا دھوون (اگر کسی کپڑے وغیرہ پر لگ جائے) تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہوتا ہے اور دوسری مرتبہ کا دھوون پاک ہوتا ہے دو مرتبہ دھونے سے اور تیسری مرتبہ کا دھوون پاک ہوتا ہے ایک مرتبہ دھونے

ہے۔ایسے ہی بحر الرائق میں ہے۔

م: ریشم کے کیڑے کا پانی اور ریشم کا کیڑا اور اس کی بیٹ پاک ہے۔ قاضی بدیع الدین کے حوالہ سے قنیہ میں ایسا ہی نقل کیا ہے۔ایسے ہی یوسف ترجمانی صغیر سے اور عمر حافظ سے بھی نقل کیا ہے۔اور مجد الائمہ ترجمانی نے عبد الکریم سے نقل کیا ہے کہ اس کی بیٹ ناپاک ہے۔انتہی۔

م: مردار کے بال اور ہڈی پاک ہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک ناپاک ہیں۔ایسے ہی ہدایہ میں ہے۔

م: خنزیر کے تمام اجزاء یعنی اس کی ہر چیز ناپاک ہے اور اس کے بالوں میں امام محمدؒ کا اختلاف ہے۔وہ کہتے ہیں کہ بال پاک ہیں۔ایسے ہی مجمع الانہر میں ہے۔

م: کتے کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ بعض کے نزدیک اس کی بھی ہر چیز ناپاک ہے۔امام سرخسیؒ نے تو حنفیہ کا مذہب بھی یہی نقل کر دیا مگر دوسرا قول زیادہ صحیح ہے کہ نجس العین نہیں ہے۔ایسے ہی عنایہ میں ہے۔

م: کتا اگر پانی میں بھیگ جائے اور کپڑے پر اس کی چھینٹیں لگ جائیں تو اگر وہ درہم کی مقدار سے زیادہ ہوں تو نماز درست نہیں ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ پانی اس کے بالوں کی جڑوں تک پہنچا ہوا ہو اور اگر بالوں کا صرف ظاہری حصہ بھیگا ہوا ہو اور وہ کپڑے پر لگ جائے تو کوئی حرج نہیں، نماز جائز ہے۔ عام لوگوں کے اس میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اسی پر فتویٰ بھی ہے۔ایسا ہی جامع المضمرات میں ہے۔

م: آدمی کا جھوٹا مطلقاً پاک ہے اگرچہ حائضہ، جنبی یا کافر کا ہو۔ایسے ہی ہدایہ میں ہے مگر شرابی کہ اس کا جھوٹا تھوک نگلنے سے پہلے ناپاک ہے۔ پس اگر اس نے تین مرتبہ تھوک نگل لیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک پاک ہے اس لیے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہر بہنے والی چیز پاک کرنے والی ہے، بہانا شرط نہیں ہے۔

م: شیر، چیتا اور بھیڑیا اور دیگر پھاڑ کھانے والے درندوں کا جھوٹا ناپاک ہے اور

امام شافعیؒ کے نزدیک پاک ہے جیسا کہ رمز الحقائق میں لکھا ہے اور امام محمدؒ کی ایک روایت ہاتھی کے جھوٹے کے بارے میں بھی یہ ہے کہ ناپاک ہے چونکہ وہ فرماتے ہیں کہ یہ بھی اور درندوں کی طرح دونوک والے دانت رکھتا ہے۔ ایسے ہی جامع المضمرات میں ہے۔

م: گھوڑے کا جھوٹا ایک روایت میں مکروہ ہے اور دوسری روایت مشکوک ہونے کی ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ پاک ہے۔ ایسے ہی مواہب الرحمٰن میں ہے۔

م: کتے اور خنزیر کا جھوٹا ناپاک ہے۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک پاک ہے۔ برہان میں ایسا ہی ہے۔

م: گدھے اور خچر کا جھوٹا مشکوک ہے۔ بعض حنفیہ نے اس کے پاک ہونے میں ہی شک کیا ہے اور یہی قول قاضی امام صدر الاسلام نے اختیار کیا ہے۔ اور بعض احناف نے اس کے پاک کرنے والا ہونے میں شک کیا ہے یہی قول حسام الدین نے اختیار کیا ہے۔ ایسا ہی سراجیہ میں ہے۔

م: گھروں میں رہنے والے کیڑے مکوڑے مثلاً سانپ، بچھو کا جھوٹا مکروہ تنزیہی ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے اور چیر پھاڑ کھانے والے پرندوں مثلاً کوا، باز، شکرہ، شاہین وغیرہ کا جھوٹا مکروہ تنزیہی ہے۔ ایسے ہی خلاصہ کے حوالہ سے مضمرات میں ہے۔

م: باہر پھرنے والی مرغی اور غلاظت کھانے والی گائے کا جھوٹا اگر ان کا حال معلوم نہ ہو تو مکروہ ہے۔

م: گدھے کا جھوٹا امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نجاست خفیفہ ہے۔ ایسے ہی مواہب الرحمٰن میں ہے۔ زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ شک گدھے اور خچر کے جھوٹے کے پاک کرنے والا ہونے میں ہے نہ کہ خود اس کے پاک ہونے میں۔ ایسے ہی ہدایہ میں ہے۔ اور اصح یہ ہے کہ گدھے اور گدھی دونوں ہی کا جھوٹا پاک ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ گدھے کا جھوٹا ناپاک ہے۔ اس لئے کہ

وہ پیشاب سونگھتا ہے جس سے اس کا منہ پیشاب میں ملوث رہتا ہے۔

م: گدھی کا دودھ اور اس کا پسینہ پاک ہے۔نماز کے جائز ہونے سے نہیں روکتا خواہ زیادہ ہی لگ جائے۔ یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ ایسے ہی جامع المضمرات میں ہے۔

م: ہر حیوان کے پسینہ کا حکم اس کے جھوٹے کے مانند ہوتا ہے یعنی اگر کسی جانور کا جھوٹا ناپاک ہے تو پسینہ بھی ناپاک ہوگا اور اگر جھوٹا پاک ہے تو پسینہ بھی پاک ہے۔

م: ایک شخص کو کتے نے کاٹا اور اس کے بدن پر کاٹنے کی وجہ سے کوئی تری ظاہر نہیں ہوئی تو اس میں کوئی حرج نہیں یعنی وہ بدن کا حصہ ناپاک نہیں ہوگا ایسے ہی وبری کے حوالہ سے قنیہ میں ہے۔

م: مرغی کو ذبح کر کے کھولتے ہوئے پانی میں ڈال دیا گیا اس کا پیٹ چاک کرنے سے پہلے اس کی کھال اُتارے اور اوجھ نکالے تو وہ پاک نہیں ہو سکے گی چونکہ نجاست اس کے ہر ہر جز میں سرایت کر گئی ہے اور پانی بھی ناپاک ہو جائے گا۔ اشباہ میں ایسا ہی ہے۔ اس مسئلہ کو خوب ذہن میں رکھنا چاہیے۔ لوگ عموماً اس سے غافل ہیں۔

م: تمام خون ناپاک ہیں سوائے دم شہید کے جو اس کے بدن پر ہو اور اس خون کے جو کمزور کئے ہوئے جانور کے گوشت میں رہ جائے۔ اور جو رگوں میں باقی رہ جائے اور جگر اور تلی میں رہ جائے، یہ پاک ہیں ایسے ہی بکری کے دل کا خون پاک ہے۔ اشباہ میں ایسا ہی ہے اور قنیہ میں لکھا ہے کہ بکری کے دل کا خون ناپاک ہے۔ پسندیدہ مذہب یہ ہے کہ جو خون نہ بہے وہ پاک ہے ایسے ہی اشباہ میں ہے۔ اور وہ خون جو نہ بہے وہ اگر پھیل جائے تو اس کا حکم اس ناپاک تیل کی مانند ہوگا جو پھیل جائے۔ ایسے ہی در مختار میں ہے۔

م: دواد جھڑی کہ جس میں سے مینگنیاں نکال لی جائیں وہ صحیح ہے۔ قنیہ میں قاضی

عبد الجبار اور شرح زیادات سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ ناپاک ہے اور شرف الائمہ مکی سے اس کا پاک ہونا نقل کیا ہے۔

م: بکری کا مثانہ یعنی پیشاب جمع رہنے والے پھونکنے کا حکم اس کے پیشاب ہی جیسا ہے چنانچہ اس کو جیب میں رکھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ایسے ہی بحر الرائق میں ہے۔ اور قنیہ میں برہان الفتاویٰ بخاری اور الکمال بیائی سے نقل کیا ہے کہ چرواہے جو عام طور پر بکری کے تھنوں پر مینگنی لگا کر تر کپڑا باندھ دیتے ہیں تاکہ بچہ دودھ نہ چوس لے پھر وہ کپڑا خشک ہو جاتا ہے تو اس کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ جب دودھنے والا تر ہاتھ سے دوہتا ہے تو اس مینگنی کا کچھ اثر جو تھنوں پر موجود تھا دودھ میں مل جاتا ہے۔ پس وہ معاف ہے اور قاضی بدیع الدین کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ جو چرواہے بکری کے تھنوں کو اس کی مینگنیوں سے ملوث کر دیتے ہیں اور وہ تھنوں پر خشک ہو جاتی ہے پھر تر ہاتھ سے اس کو دوہتے ہیں جس کا اثر دودھ میں بھی پہنچتا ہے تو ایسے دودھ کی نجاست کے بارے میں دو مذہب ہیں۔ یعنی بعض کے نزدیک ناپاک اور بعض کے نزدیک پاک ہے۔ اور قنیہ میں ہی فتاویٰ بخاری سے نقل کیا گیا ہے کہ سرین کی وہ کھال جس کو قصائی سرین کی نالی کے گرد چھوڑ دیتے ہیں اور وہ مینگنیوں میں ملوث رہتی ہے لیکن نجاست ابھی تک اس پر ظاہر نہ ہو رہی ہو اگر وہ دوسرے سرین کے ساتھ مل جائے یا گوشت کے ساتھ مل جائے یا تر رومال سے لگ جائے۔ پس یہ سب چیزیں پاک ہی رہیں گی۔ انتہیٰ۔ اور قنیہ میں وبری سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ لکڑی (پھاوڑی) جو گوبر میں گھومتی رہتی ہے وہ یقیناً ناپاک ہے۔ واللہ اعلم۔

مایتعلق بتطهیر الانجاس

(ناپاک چیزوں کو پاک کرنے کے متعلق مسائل)

س: وہ کونسی جگہ ہے جو بغیر پانی بہائے تر چیتھڑے کو پھیر دینے سے پاک ہو جاتی

ہے؟

ج: ہر وہ جگہ ہے جہاں مجبوری ہے مثلاً پچھنے لگوانے کی جگہ تر کپڑا پھیر دینے سے پاک ہو جاتی ہے۔ علامہ حمویؒ نے فرمایا ہے کہ صاحب الملتقط نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص پچھنے لگی ہوئی جگہ کو تین تر پیٹوں سے پانی میں بھگو کر پھیر دے تو کافی ہے۔ اس جگہ کو دھونے کی ضرورت نہیں ہے اور قنیہ میں ہے کہ جو شخص پچھنے لگی ہوئی جگہ کو صاف کر لے اور نماز چند دن تک اسی حالت میں پڑھتا رہے تو اس پر نمازوں کا اعادہ واجب نہیں بشرطیکہ خون ایک مرتبہ صاف کرنے سے زائل ہو جائے اور صاحب بحر العلوم نے کہا ہے کہ پانی سے پونچھنا کافی نہیں ہے سوائے فصد اور تمام زخموں کے ارد گرد کے کہ اس میں پونچھنا ہی کافی ہو جائے گا۔ ایسے ہی دُنبل (پھوڑا) کے ارد گرد اگر نقصان کا ڈر ہو تو محض پونچھنا کافی ہے ان کے علاوہ پانی سے پونچھنا کافی نہ ہوگا۔ چونکہ کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور بحر الرائق میں ہے کہ جاننا چاہیے کہ ہم ماقبل میں یہ بیان کر چکے ہیں کہ پونچھنے سے پاک ہونا موزہ اور جوتے کے ساتھ خاص ہے۔ ان دونوں کے علاوہ میں پونچھنا کافی نہیں ہوتا ہے جیسا کہ فقہاء نے بیان کیا ہے اور مناسب یہ ہے کہ اس قاعدہ سے اس چیز کو مستثنیٰ کر لیا جائے جو فتاویٰ ظہیریہ اور اس کے علاوہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص پچھنے کے مقام کو تین پاک پٹیوں سے پونچھ دے تو یہ پونچھ دینا اس کو دھونے سے کافی ہو جائے گا۔ فقیہ ابو اللیث نے ایسا ہی ذکر کیا ہے اور اس کو فتح القدیر میں نقل کیا اور اسی کی تثبیت فرمائی ہے۔ پھر فرمایا کہ اس قیاس پر فصد کے ارد گرد کا حصہ جبکہ وہ خون آلود ہو جائے اور اس کے بہنے سے سوراخ تک پہنچنے کا خوف کیا جائے اور یہ قول پچھنہ والے مسئلہ کی تقیید کا تقاضا کرتا ہے۔ اس صورت کے ساتھ جبکہ بہہ جانے سے ضرر کا اندیشہ ہو اگرچہ وہ مطلقاً نقل کیا گیا ہے۔

س: ایسی کونسی ناپاک چیز ہے جو چھیل دینے سے پاک ہو جائے؟
ج: لکڑی ہے جیسا کہ اشباہ میں ہے اور حموی نے اس پر یہ زائد کیا ہے کہ لکڑی کا پھاڑ دینا بھی لکڑی کو پاک کر دیتا ہے۔
س: ایسا کونسا پاخانہ ہے جو دفن کرنے سے پاک ہو جائے؟
ج: وہ وہ پلیدی ہے جو مٹی بن جائے چونکہ اس کا عین بدل گیا ہے۔ خزانۃ الروایات میں تاتارخانیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ پلیدگیاں اگر کسی جگہ دفن کردی جائیں اور وہ مٹی بن جائیں تو وہ پاک ہو جاتی ہیں۔ انتہی۔ اور در مختار میں ہے کہ ایسی گندگی جو کنویں میں گر جائے اور کیچڑ بن جائے تو وہ عین کے بدل جانے کی وجہ سے پاک ہو جاتی ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ انتہی حموی نے اشباہ کے حاشیہ میں فرمایا ہے کہ گندگی اگر چوڑا (کالا کیچڑ) بن جائے تو اس میں اختلاف ہے۔ پسندیدہ قول امام محمدؒ کا ہے کہ وہ پاک ہے۔ مجمع اور اس کی شرح سے ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے۔
س: ایسی کونسی چیز ہے جو تقسیم کرنے سے پاک ہو جاتی ہے۔
ج: وہ مثلی چیزیں ہیں جب ان کے اوپر جانور گاہتے ہوئے پیشاب کردے پھر ان کو تقسیم کردیا جائے یا کچھ حصہ ہبہ کردیا جائے تو باقی حصہ پاک ہو جاتا ہے۔ وقایہ میں ایسا ہی ہے۔ پھر اگر ان کو جمع کرلیا جائے تو ناپاک ہو جائے گی یا نہیں۔ اشباہ میں لکھا ہے کہ ہاں ناپاک ہو جائے گی۔
س: ایسی کونسی ناپاک چیز ہے جس کا اگر کچھ حصہ دھودیا جائے تو پاک ہو جائے؟
ج: وہ ایسا کپڑا ہے جس کے کناروں میں سے کوئی ایک کنارہ ناپاک ہو جائے اور اس کنارہ کا علم نہ رہے پھر اس میں سے کسی جانب کو دھودیا جائے اگرچہ بلا تحری کے ہی دھویا جائے تو کپڑے کے پاک ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔ یہی مختار ہے۔ خزانۃ الروایات میں خلاصہ سے ایسا ہی نقل کیا گیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ پورے کپڑے کو دھوئے اور بعض نے کہا کہ تحری کر کے دھویا

جائے۔ بہرحال اگر دھودینے کے بعد یہ معلوم ہو کہ نجاست دوسرے کنارے میں تھی تو آیا پڑھی ہوئی نمازوں کا اعادہ کیا جائے گا یا نہیں تو خلاصہ میں لکھا ہوا ہے کہ ہاں اعادہ کیا جائے گا۔ واللہ اعلم۔

س: ایسی کونسی کھال ہے جو دباغت دینے سے بھی پاک نہیں ہوتی؟

ج: وہ خنزیر کی کھال ہے اس لئے کہ وہ نجس العین ہے اور آدمی کی کھال ہے۔ مواہب الرحمٰن میں ایسے ہی ہے اور بحر الرائق میں ہے کہ جن لوگوں کے نزدیک کتا نجس العین ہے تو انھوں نے اس کی کھال کا حکم خنزیر کی طرح مانا ہے اور بدائع میں اس بات کو صحیح قرار دیا گیا ہے کہ کتا نجس العین نہیں ہے۔ دو قولوں میں سے یہی درستگی کے زیادہ قریب ہے۔ ہدایہ میں بھی اسی کی تصریح ہے۔ شارحین ہدایہ نے بھی اسی بات کی اتباع کی ہے جیسے سغناقی اور اتقانی اور قاضی خاں نے اس کے نجس العین ہونے کو پسند کیا ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ خنزیر کی کھال کے حکم میں وہ تمام کھالیں شامل ہیں جو دباغت کا احتمال نہیں رکھتیں جیسے سانپ اور چوہے کی کھال لہٰذا وہ بھی دباغت دینے سے پاک نہ ہوگی۔ انتہی۔

س: ایسا کونسا جانور ہے جن کا گوشت ذبح کرنے سے بھی پاک نہیں ہوتا؟

ج: وہ ہر ایسا جانور ہے جس کا جھوٹا ناپاک ہو۔ بنایہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اس حال میں نماز پڑھے کہ اس کے پاس ذبح کی ہوئی لومڑی کا گوشت ہو تو فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ نماز جائز نہ ہوگی۔ انتہی۔

س: ناپاک بستر اگر جاری پانی میں ایک رات تک ڈال دیا جائے اور اس پر پانی بہتا رہے تو کیا وہ پاک ہو جائے گا؟

ج: ہاں پاک ہو جائے گا۔ رسائل الارکان میں فتح القدیر سے ایسے ہی منقول ہے۔ امام زیلعیؒ نے تبیین الحقائق میں فرمایا ہے کہ اگر ناپاک کپڑے پر پانی بہتا رہے اور اس کے غالب گمان میں یہ بات ہو کہ وہ پاک ہو گیا تو وہ پاک

ہو جائے گا۔ اگرچہ اس جگہ نچوڑنا نہیں پایا گیا۔

قلت: میں کہتا ہوں کہ ہمارے ایک ساتھی نے ۱۲۸۱ھ کے سفر حج میں ایسے ہی کیا۔ ہم نے اس کے ساتھ جھگڑا کیا۔ وہ کہنے لگا کہ پاک ہو جاتا ہے۔ ہم اس مسئلہ کی صراحت کی جستجو میں پڑ گئے۔ پس ہم نے ایسا پایا جیسا کہ اس نے کہا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

س: ایک شخص نے منہ بھر قے کی اور منہ نہیں دھویا تو کیا اس کا منہ تھوک سے پاک ہو جائے گا؟

ج: امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک تھوک سے پاک ہو جائے گا۔ یہی حکم اس وقت ہے جبکہ کسی شخص نے شراب پی ہو اور پھر تھوڑی دیر کے بعد نماز پڑھی ہو تو اس کے لئے نماز پڑھنا جائز ہے۔ تھوک کے ذریعہ منہ کے پاک ہو جانے کی وجہ سے ایسے ہی حکم اس صورت میں ہے جبکہ نجاست بدن پر لگ جائے اور اس کو تھوک یا زبان سے چاٹ جائے ایسے ہی بچہ اگر پستان پر قے کر دے پھر وہ پستان کو کئی بار چوس لے یہاں تک کہ قے کا اثر زائل ہو جائے تو پستان پاک ہو جائے گی۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ایسے ہی ہے نیز اگر بلی چوہا یا نجاست کھائے پھر تھوڑی دیر کے بعد آ کر پانی پئے تو پانی ناپاک نہ ہو گا۔ اس لئے کہ اس کا ناپاک منہ اس کے لعاب سے پاک ہو گیا ہے۔ ہدایہ میں ایسے ہی ہے۔ ان تمام مسائل میں امام محمدؒ کا اختلاف ہے۔ قاعدہ کلیہ اس مسئلہ میں یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نجاست کو ہر بہنے والی پاک چیز سے زائل کرنا جائز ہے۔ اسی میں سے تھوک ہے امام ابو یوسفؒ بھی اسی چیز کو جائز قرار دیتے ہیں لیکن ان کے نزدیک بہانا بھی شرط ہے اور مسائل مذکورہ میں بہانے کی شرط ضرورت کی وجہ سے ساقط ہو جائے گی اور امام محمدؒ کے نزدیک نجاست کا زوال پانی کے علاوہ کسی اور چیز سے نہیں ہو سکتا لہٰذا مذکورہ مسائل میں تھوک کے ذریعہ ان کو پاک نہیں کیا جائے گا۔ نہایہ

میں ایسا ہی ہے۔

س: ایک شخص جوتا پہن کر تر نجاست کے اوپر چلا پھر ریت یا راکھ یا مٹی پر چلا جس سے وہ نجاست صاف ہو گئی تو کیا جوتا پاک ہو جائے گا؟

ج: ہاں پاک ہو جائے گا۔ تبیین الحقائق میں ایسا ہی ہے۔ امام سرخسیؒ نے فرمایا ہے کہ یہی صحیح ہے۔ ایسا ہی نہایہ میں ہے۔

س: کمہار نے ناپاک مٹی کا کوزہ بنایا اور آگ میں پکا دیا تو کیا وہ پاک ہو جائے گا؟

ج: ہاں پاک ہو جائے گا جیسا کہ تنویر الابصار میں ہے۔

س: اگر شہد ناپاک ہو جائے تو اس کو کیسے پاک کیا جائے؟

ج: اس شہد کو کسی ہانڈی میں ڈال دیا جائے اور اس پر پانی بہا دیا جائے۔ پھر اس کو پکایا جائے یہاں تک کہ اپنی پہلی مقدار تک لوٹ آئے ایسے ہی تین بار کیا جائے۔ شمس الائمہ حلوائی نے یہی فرمایا ہے۔ ایسے ہی قنیہ میں ہے اور جامع الرموز میں ہے کہ پاکی کا یہ طریقہ شیخینؒ کے نزدیک ہے۔ امام محمدؒ کے نزدیک ناپاک شہد پاک نہیں ہو گا۔ علماء نے پانی کی مقدار اس مسئلہ میں ذکر نہیں کی۔ میں نے اہل افتاء میں سے بعض معتمد مفتیان کی تحریر میں دیکھا ہے کہ دس سیر شہد میں دو سیر پانی کافی ہے۔ انتہی۔

س: ناپاک جوتا رگڑ دیا گیا اور وہ پاک ہو گیا پھر اگر اس کو پانی لگ جائے تو کیا وہ ناپاک ہو جائے گا؟

ج: اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ معتمد قول یہ ہے کہ ناپاک نہیں ہو گا۔ تبیین الحقائق میں ہے کہ جب منی کو رگڑ دیا جائے تو کپڑا پاک ہو جائے گا۔ صاحبینؒ کے نزدیک اور امام صاحبؒ کی دو روایتوں میں سے زیادہ ظاہر روایت ہے کہ وہ پاک نہیں ہو گا۔ یہاں تک کہ اگر اس کو بعد میں پانی لگ جائے تو امام صاحب کے نزدیک نجاست لوٹ آئے گی اور صاحبین کے نزدیک نجاست نہیں لوٹے گی اس مسئلہ کی بہت سی نظیریں ہیں۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ

موزہ کو اگر نجاست لگ جائے اور اس کو رگڑ دیا جائے پھر اس پر پانی لگ جائے تو ناپاک نہیں ہوگا۔ ایسے ہی زمین کہ اگر اس پر نجاست لگ جائے اور نجاست کا اثر ختم ہو جائے پھر اس پر پانی لگ جائے تو وہ بھی ناپاک نہیں ہوگی۔ ایسے ہی مردار کی کھال جبکہ اس کو دھوپ میں سکھا کر دباغت دی جائے پھر اس کو پانی لگ جائے تو وہ بھی ناپاک نہیں ہوگی۔ انتہی۔ اور در مختار میں ہے کہ کپڑے سے منی رگڑ دینے کے بعد اگر اس کو پانی لگ جائے تو کیا وہ ناپاک ہو جائے گا؟ معتمد قول یہ ہے کہ ناپاکی نہ لوٹے گی۔ یہی حکم ہر اس ناپاک چیز کا ہے جس کی پاکی کا حکم بغیر بہنے والی چیز کی وجہ سے لگایا گیا ہو۔ انتہی یعنی جس کے پاک کرنے میں پانی یا بہنے والی چیز نہ استعمال کی گئی ہو۔

س: درخت پر اگر ناپاکی لگ جائے پھر اس پر بارش برس گئی جس کی وجہ سے نجاست کا اثر باقی نہیں رہا۔ تو کیا وہ درخت پاک ہو جائے گا؟

ج: ہاں پاک ہو جائے گا۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ایسا ہی ہے۔

س: فصد کے ارد گرد کا حصہ خون میں آلودہ ہو گیا۔ اس پر پانی کے بہانے سے سوراخ میں پانی کے چلے جانے کا اندیشہ ہے تو اس کو کیسے پاک کیا جائے؟

ج: اس خون کو تین پاک چیتھڑوں سے پونچھ دیا جائے پاک ہو جائے گا اور قاضی خاں میں یہ بھی شرط لگائی ہے کہ چیتھڑوں سے پانی ٹپک رہا ہو۔ ابن نجیم نے بحر الرائق میں فرمایا ہے کہ ہم ماقبل میں لکھ چکے ہیں کہ پونچھ دینے سے پاک ہو جانا صرف موزہ اور جوتے کے ساتھ خاص ہے۔ ان کے علاوہ میں پونچھنا کافی نہ ہوگا۔ باقی تفصیل ماقبل میں گذر چکی ہے۔

س: عورت نے اپنے ہاتھ کو ناپاک مہندی سے رنگا یا رنگریز نے ناپاک رنگ سے کپڑا رنگا تو وہ کیسے پاک ہوگا؟

ج: تین بار دھونے سے پاک ہو جائے گا اور بہتر یہ ہے کہ اس وقت تک دھوتا رہے جب تک پانی میں رنگ کا اثر ظاہر ہوتا رہے ایسے ہی در مختار میں ہے۔

س: لوٹے کا دستہ ناپاک ہاتھ سے پکڑا پھر ہاتھ پر پانی بہالیا تو کیا دستہ بھی پاک ہو جائے گا یا نہیں؟

ج: ہاں دستہ بھی پاک ہو جائے گا کیونکہ وہ ہاتھ کے تابع ہے۔ ایسے ہی سراجیہ میں ہے۔ اس کی نظیر وہ مسئلہ ہے جو ردّالمحتار میں ہے کہ جب کنواں ناپاک ہو جائے اور اس کا پانی ڈول سے نکال لیا جائے تو کنواں اور ڈول اور مینڈھ تینوں پاک ہو جائیں گے ڈول کو علاحدہ سے دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی کے مثل وہ مسئلہ ہے جو مضمرات میں ہے کہ ابوالقاسم سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جو استنجاء کر رہا ہو اور پانی اس کے پیروں کے نیچے سے بہہ رہا ہو تو انھوں نے ایسے شخص کے متعلق فرمایا ہے کہ اگر اس کے موزے پھٹے ہوئے نہ ہوں تو میں یہ امید کرتا ہوں کہ اس کے حق میں وسعت ہوگی اور اس کا موزہ بھی مقام استنجاء کے پاک ہونے کے وقت پاک ہو جائے گا۔

س: روئی دار اچکن (انگرکھا) اگر ناپاک ہو جائے تو اس کی پاکی کا کیا طریقہ ہے؟

ج: اس کو پانی سے دھو دیا جائے اور جب پانی روئی تک پہنچ جائے پھر اس کو رگڑ دیا جائے تو پاک ہو جائے گا۔ فتاویٰ حمادیہ میں جواہر سے ایسے ہی نقل کیا گیا ہے۔

س: اگر خشک منی کو بدن سے رگڑ دیا جائے تو کیا بدن پاک ہو جائے گا؟

ج: ہاں پاک ہو جائے گا ایسے ہی وقایہ میں ہے۔ اس مقام پر ایک تفصیل قابل ذکر ہے۔ وہ یہ کہ پاک کرنے والی چیزیں کل کتنی ہیں۔ سو وہ بیس ہیں۔ المطہرات عشرون۔

(۱) مطہر اوّل پانی ہے اور اس کا مطہر ہونا متفق علیہ ہے۔ البتہ شرط یہ ہے کہ وہ خود پاک ہو اس لئے کہ ناپاک پانی نجاست کو زائل نہیں کر سکتا ہے چنانچہ مستعمل پانی نجاست کو زائل نہیں کرتا ہے۔ امام ابو یوسفؒ کی روایت یہی ہے اس لئے کہ وہ ناپاک ہے اور امام محمدؒ کی روایت امام ابو حنیفہؒ سے یہ منقول ہے کہ وہ نجاست کو زائل کر سکتا ہے کیونکہ وہ طاہر ہے نہایہ میں ایسا ہی ہے۔

(۲) مطہر ثانی پانی کے علاوہ چند شرائط کے ساتھ (۱) وہ بہنے والی چیز سائل ہو جیسے سرکہ وغیرہ (۲) نجاست کو زائل کرنے والی ہو (۳) طاہر ہو۔ لہٰذا گھی اور دودھ اور تیل سے نجاست زائل نہیں ہوسکتی کیونکہ ان میں نجاست دور کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔

اور امام ابویوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ اگر کپڑا تیل سے دھویا جائے یہاں تک کہ نجاست کا اثر ختم ہو جائے تو جائز ہے۔ نیز دودھ کے بارے میں بھی ان کی روایت یہی ہے کہ وہ بھی نجاست کو زائل کرنے والا ہے لیکن یہ دونوں روایتیں ضعیف اور ظاہر روایت کے خلاف ہیں۔ ظاہر روایت امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ کی اس کے خلاف ہے۔ بحر الرائق میں ایسا ہی ہے۔ اور خون ایسے ہی ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب اور دوسری بہنے والی ناپاک چیزیں مزیل نجاست نہیں ہیں کیونکہ نجاست سے نجاست کو دور نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ امام ابویوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ ناپاک چیز نجاست کو زائل کر دیتی ہے لیکن کپڑا اس نجاست زائل کرنے والی نجاست کی وجہ سے ناپاک ہو جاتا ہے۔ پس اگر کوئی شخص پیشاب سے ناپاک ہونے والے کپڑے کو خون سے دھولے تو پیشاب سے تو پاک ہو جائے گا لیکن خون کی نجاست سے ناپاک ہو جائے گا۔ ثمرۂ اختلاف یہ نکلے گا کہ اگر وہ شخص یہ قسم کھائے کہ اس کپڑے میں پیشاب نہیں ہے تو حانث نہیں ہوگا اور اگر یہ قسم کھائے کہ یہ کپڑا ناپاک نہیں ہے تو حانث ہو جائے گا۔ اور مزیل نجاست کی طہارت میں اختلاف ہونے کی وجہ سے ہی ہدایہ اور کنز میں طہارت کی قید کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ (ہدایہ اور کنز میں یہ شرط نہیں لگائی گئی کہ مزیل نجاست پاک ہو) لیکن امام سرخسیؒ نے اس بات کی تصحیح کی ہے کہ نجاست کسی دوسری نجاست سے دور نہیں ہوتی۔ فتح القدیر اور درمختار میں اسی قول کو راجح کہا ہے اور وہ قول جس میں کہا گیا ہے کہ ماکول اللحم جانوروں کا

پیشاب مزیل نجاست ہے سو وہ مختار قول کے خلاف ہے۔ پھر پانی کے علاوہ ہر بہنے والی زائل کرنے والی چیز سے طہارۃ کا ہونا یہ امام ابو حنیفہؒ وابو یوسفؒ کا مذہب ہے اور امام محمد وزفر وشافعی ومالک واحمد رحمہم اللہ کے نزدیک کپڑا پانی کے علاوہ کسی چیز سے پاک نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی پانی کے علاوہ بہنے والی چیز سے پاک کرنا جائز ہے ایسے ہی معدن الحقائق میں ہے۔ اس سے پہلے بھی اس قسم کے اختلافی مسائل گذر چکے ہیں۔

(۳) تیسرا مطہر رگڑنا ہے۔ مثلاً موزے یا جوتے وغیرہ میں اگر نجاست ہو تو رگڑنے سے پاک ہو جائے گا اور یہ شیخینؒ کے نزدیک ہے۔ امام محمدؒ کے نزدیک صرف دھونے سے ہی پاک ہو سکتے ہیں۔ قیاس بھی یہی ہے۔ امام زفر وامام شافعی رحمہما اللہ کا قول جدید بھی یہی ہے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب پیشاب اور پاخانہ کے متعلق یہی ہے کہ اگر یہ لگ جائیں تو صرف دھونے سے پاک ہوگا ایسے ہی بنایہ میں ہے۔ پھر اگر نجاست جسم والی نہ ہو یعنی خشک ہونے کے بعد اس کا اثر باقی نہ رہتا ہو وہ دھونے سے ہی پاک ہوتی ہے۔ جیسا کہ مختصر الوقایہ میں ہے۔

فتاویٰ قاضی خاں میں امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ اگر نجاست بے جسم والی ہو مثلاً پیشاب اس پر مٹی ڈال کر پونچھ دیا جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ اب وہ جسم والی نجاست کے حکم میں ہو جاتی ہے۔ معدن الحقائق میں اسی روایت کو صحیح کہا ہے اور اگر نجاست جسم والی ہو جیسے خون اور پاخانہ تو وہ دو حال سے خالی نہیں خشک ہو گی یا تر۔ اگر خشک ہو تو رگڑنے سے پاک ہو جاتی ہے اور اگر تر ہو تو دھونا ضروری ہے۔ امام محمدؒ کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر اس کو ایسی طرح پونچھ دے کہ نجاست کی بو اور رنگ باقی نہ رہے تو پاک ہو جائے گا اسی پر فتویٰ ہے۔ خزانۃ الروایات میں سراجیہ اور خلاصہ سے ایسے ہی نقل کیا گیا ہے۔ اسی پر عام مشائخ

متفق ہیں۔ یہی صحیح ہے۔
اور امام محمدؒ سے اس مسئلہ میں اپنے قول سے رجوع ثابت ہے۔ چنانچہ جب وہ شہر رے میں داخل ہوئے اور عام لوگوں کو اس میں مبتلا پایا تو موزے کو رگڑنے اور پونچھ دینے سے پاک ہونے کا فتویٰ دے دیا جیسا کہ رسائل الارکان میں ہے۔ واللہ اعلم۔

(۴) چوتھا مطہر کھرچنا۔ یہ اس منی کو پاک کرتا ہے جو کپڑے یا بدن کو لگ گئی ہو اور یہ عورت اور مرد دونوں کی منی کے لئے مطہر ہے اور خلاصہ میں ہے، بعض علماء نے فرمایا کہ عورت کی منی کھرچنے سے پاک نہیں ہوتی کیونکہ وہ پیشاب کی طرح پتلی ہوتی ہے۔ قاضی خاں نے فرمایا کہ شمس الائمہ فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ عورت اور مرد کی منی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کھرچنے سے دونوں پاک ہو جائیں گی۔ نیز یہ حکم (یعنی کھرچنے سے منی کا پاک ہونا) عام ہے۔ منی سے پہلے مذی آئی ہو یا نہ آئی ہو دونوں صورتوں میں کھرچنے سے کپڑا اور بدن پاک ہو جاتا ہے۔ اور ابو اسحاق ضریر نے فرمایا کہ کھرچنے سے منی اس صورت میں پاک ہو گی جبکہ احلیل (پیشاب کا سوراخ) پہلے سے پاک ہو بایں طور کہ اس نے پہلے پانی سے استنجا کیا ہو حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اصحاب سے ایسے ہی روایت کیا ہے اور امام سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ مسئلہ منی مشکل ہے کیونکہ مرد کو پہلے مذی آتی ہے پھر منی اور مذی کھرچنے سے پاک نہیں ہوتی الآیہ کہ کہا جائے کہ چونکہ مذی مغلوب ہوتی ہے اس لئے منی کے تابع مان کر اس کی پاکی کا حکم لگا دیا جائے گا۔ ایسے ہی جامع المضمرات میں ہے اور نیز یہ کہ بدن اور کپڑے دونوں کے لئے حکم برابر ہے۔ لہٰذا بدن اور کپڑا اگر ان پر منی ہو تو رگڑنے سے دونوں پاک ہو جائیں گے۔ یہی ظاہر مذہب ہے جیسا کہ در مختار میں ہے اور مشائخ بخارا و سمرقند نے عموم بلویٰ یعنی عام ابتلاء کی وجہ سے اسی قول پر فتویٰ دیا ہے اور حسن رحمہ

اللہ تعالیٰ نے امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت یہ بیان کی ہے کہ منی کو کھرچنے سے کپڑا تو پاک ہو جائے گا بدن پاک نہیں ہو گا۔ اس کے لئے مطہر صرف دھونا ہے۔ ہدایہ میں ایسے ہی ہے۔ پھر کھرچنے سے منی کا پاک ہونا اس صورت میں ہے جبکہ وہ خشک ہو۔ تر منی دھونے سے ہی پاک ہو گی ایسے ہی تنویر الابصار میں ہے اور یہ حکم ہر کپڑے کے لئے ہے خولہ پرانا ہو یا نیا اور خواہ اکہرا ہو یا دو تہہ والا۔ یہی صحیح ہے۔ خزانۃ الروایات میں عتابیہ سے منقول ہے کہ دو تہہ والے کپڑے کی پاکی کا حکم اس جبہ کی پاکی کی طرح ہے جس پر منی لگ گئی ہو اور دوسری تہہ تک پہنچ گئی ہو اور خشک ہو گئی ہو کہ اس کا ظاہر یعنی اوپر والا حصہ تو کھرچنے سے پاک ہو جائے گا اور اندر والی تہہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ صحیح مذہب یہی ہے کہ کھرچنے سے وہ بھی پاک ہو جائے گا۔ اشبی اور جامع الرموز میں منی کا مطلق ہونا اوپر اور نیچے والی تہہ دونوں کو شامل ہے۔ یہی صحیح ہے جیسا کہ زاہدی میں ہے اور بحر الرائق میں ثوب کو مطلق ذکر کیا ہے لہٰذا وہ جدید اور غسیل دونوں کو شامل ہو گا اور دونوں میں سے ہر ایک رگڑ دینے سے پاک ہو جائے گا۔ اور غایۃ البیان میں اس حکم کو دُھلے ہوئے کپڑے کے ساتھ مقید کیا ہے تاکہ نئے کپڑے سے احتراز ہو جائے کہ وہ کھرچنے سے پاک نہیں ہوتا ہے اور میں نے یہ قید کسی کتاب میں نہیں پائی اور یہ قید بعید ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔ اس کے بعد سمجھنا چاہیے کہ رسائل الارکان میں اس بات کی تشریح کی ہے کہ کھرچنے سے صرف منی ہی پاک ہوتی ہے اور کوئی نجاست نہیں۔

قنیہ میں ہے کہ منی کے علاوہ دوسری نجاست کھرچنے سے پاک نہیں ہوتی ہے لیکن تمرتاشی میں اس کے خلاف مذکور ہے کہ گاڑھا خون کپڑے کے اوپر سے اگر کھرچ دیا جائے تو پاک ہو جاتا ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ گاڑھی غلاظت کھرچنے سے کپڑا پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ حاشیہ اشباہ

حموی میں ہے۔ واللہ اعلم۔

(۵) پانچواں مطہر مٹی سے پونچھ دینا ہے۔ یہ چکنی اور صاف چیزوں کے لئے مطہر ہے جیسے آئینہ، چھری، تلوار، شیشہ اور ہر ایسی چیز جو کھردری نہ ہو۔ ایسے ہی جامع الرموز میں ہے اور اگر ان اشیاء میں سے کوئی چیز منقوش ہو تو پاک نہیں ہوتی۔ کمال نے فرمایا کہ اس پر یہ مسئلہ بھی متفرع ہوتا ہے کہ اگر کسی کے ناخن پر نجاست لگی ہوئی ہو اور اس نے اس کو پونچھ دیا تو پاک ہو جائے گا۔ ایسے ہی بانس جو رندا ہوا ہو (یعنی رندی ہوئی لکڑی) ایسے ہی حاشیہ اشباہ حموی میں ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ نجاست جسم والی ہو یا غیر جسم والی ہو، تر ہو یا خشک ہو۔ ایسے ہی معدن الحقائق میں ہے نیز اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ پونچھ دینا مٹی پر ہو یا بھیڑ کی اون یا گھانس وغیرہ پر ہو جیسا کہ بحر الرائق میں ہے۔ اس لئے قصائی کی چھری بکری یا بھیڑ کی کھال پر صاف کر دینے سے پاک ہو جائے گی۔ جیسا کہ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔ رہا یہ مسئلہ کہ پونچھ دینے سے آیا پاکی حاصل ہو جاتی ہے یا صرف پونچھنا تقلیل نجاست کا کام دیتا ہے۔ سو ایک روایت میں ہے کہ پاکی حاصل ہوتی ہے لہٰذا اگر ایسی چھری یا چاقو سے خربزہ کاٹ لیا جائے تو درست ہے اور بعض کے نزدیک حکم برعکس ہے۔ ایسے ہی زیلعیؒ نے کہا ہے۔

(۶) چھٹا مطہر پچھنے وغیرہ کی جگہ کو بھیگے ہوئے کپڑے سے پونچھ دینا ہے۔ حموی نے کہا ہے کہ ملتقط میں ہے کہ اگر پچھنے کی جگہ کو تین تر چیتھڑوں سے صاف کر دیا جائے تو دھونے سے کفایت ہو جاتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ قنیہ میں اس کے خلاف ہے چنانچہ صاحب قنیہ نے لکھا ہے کہ اگر پچھنے لگانے والے نے پچھنے کی جگہ کو پونچھ دیا اور مرد نے اس حال میں چند روز نماز پڑھ لی تو اس پر پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ واجب نہیں ہے اگر خون ایک مرتبہ پونچھنے سے زائل ہو جائے۔ اور رسائل الارکان میں ہے کہ پانی سے پونچھ دینا کافی نہیں

ہے مگر فصد کے اردگرد کو پونچھ دینا کافی ہے ایسے ہی پورے زخم کو اور دُنبل (پھوڑا) کے اردگرد کو۔ مگر جبکہ پانی کا زخم تک پہنچنا نقصان دے اور ان مواقع کے علاوہ میں ضرورت نہیں ہے لہٰذا وہاں یہ حکم نہیں ہوگا۔

(۷) ساتواں مطہر آگ ہے۔ چنانچہ کسی چیز کو جلادینا یا اس کو پکادینا اس کو پاک کردیتا ہے جیسا کہ خون میں لت پت بکری کی سری جلادینے سے پاک ہوجاتی ہے اور اس کا شوربا کھانا درست ہے ایسے ہی تنور اگر ناپاک پانی سے لیپا جائے اور آگ سے خشک ہوجائے تو روٹی ناپاک نہیں ہوگی اور اس باب کے مسائل کچھ ماقبل میں بھی گذر چکے ہیں۔

خزانۃ الروایات میں خلاصہ سے منقول ہے کہ اگر لوہے پر کوئی نجاست لگ جائے اور اس کو پونچھنے یا دھونے سے پہلے آگ میں داخل کردیا جائے تو وہ پاک ہوجائے گا۔ انتہیٰ۔

(۸) آٹھواں مطہر کسی شے کی ایک ذات کا دوسری ذات میں بدل جانا جیسے شراب جب سرکہ بنالی جائے تو پاک ہوجاتی ہے۔ اس لئے کہ سرکہ شراب کا غیر ہے۔ ایسے ہی اگر خنزیر نمک کی کان میں گر کر نمک بن جائے تو پاک ہوجاتا ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے لیکن یہ طرفین کے نزدیک ہے اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک پاک نہیں۔ ایسے ہی علامہ عینیؒ نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے اور رسائل الارکان میں ہے کہ ایک شے کا دوسری شے میں بدلنا اکر ہا سے شراب تو سرکہ بنانے سے بالاتفاق پاک ہوجاتی ہے لیکن اس کے علاوہ میں اختلاف ہے۔ اور فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہے۔ انتہیٰ بالاختصار۔ اور خزانۃ الروایات میں تاتارخانیہ اور ظہیریہ سے منقول ہے کہ غلاظتیں اگر زمین میں دفن کردی جائیں اور مٹی بن جائیں تو کہا گیا ہے کہ پاک ہوجاتی ہیں۔

(۹) نواں مطہر لکڑی کو چھیلنا ہے جیسا کہ اشباہ میں ہے اور حاشیہ حموی میں ہے کہ ایسے ہی لکڑی کو پھاڑ دینا ہے۔

(۱۰) دسواں مطہر زمین کو کھودنا ہے بایں طور کہ اوپر کی سطح کو نیچے اور نیچے کی سطح کو اوپر کر دیا جائے اس سے زمین پاک ہو جاتی ہے جیسا کہ فتاویٰ خیریہ میں ہے۔

(۱۱) گیارہواں مطہر ارد گرد سے کھرچنا اس صورت میں جبکہ چوہا جمے ہوئے گھی میں گر کر مر جائے۔ حموی نے فرمایا اور اصل اس میں وہ حدیث ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ سے ایسے چوہے کے متعلق سوال کیا گیا جو کہ گھی میں مر جائے تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر گھی جما ہوا ہو تو چوہے کو پھینک دیا جائے اور ارد گرد کے گھی کو نکال دیا جائے اور باقی کو کھا لے یعنی مابقیہ پاک ہے اور اگر پگھلا ہوا ہو تو پاک نہیں ہو گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس کو کھایا نہ جائے البتہ کسی دوسرے کام میں لے لیا جائے۔ قلانسی نے اپنی تہذیب میں اس روایت کو ذکر کیا ہے۔

(۱۲) بارہواں مطہر ایک جانب سے پانی نکلے اور دوسری جانب سے آئے تو وہ پاک ہو جائے گا اگرچہ پانی قلیل ہو۔ چھوٹا حوض ناپاک ہو جائے اور اس کے پانی کو ایک طرف سے نکال دیا جائے اور دوسری طرف کو داخل کر دیا جائے چاہے پانی تھوڑا ہی ہو تو پاک ہو جائے گا۔ ردالمختار میں ایسا ہی ہے۔

(۱۳) تیرہواں مطہر ناپاک قلعی کو پھنگھلا لینا ہے چنانچہ پھنگھلانے سے پاک ہو جائے گی۔ بعض کے نزدیک پاک نہیں ہو گی جیسا کہ تمرتاشی کی جامع الصغیر کی شرح میں ہے۔ ایسا ہی حموی نے بیان کیا ہے۔

(۱۴) چودھواں مطہر مردار کی کھال کو دباغت دینا ہے۔ چنانچہ جو بھی کچا چمڑا دباغت دے دیا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے یعنی ایسی کھال جو دباغت کو قبول بھی کرتی ہو اور جو کھال دباغت کو قبول نہ کرے وہ پاک نہیں ہو گی جیسے چوہے اور سانپ کی کھال جیسا کہ فتح القدیر میں ہے اور خنزیر کی کھال دباغت سے پاک نہیں ہوتی کیونکہ وہ نجس العین ہے ایسے ہی آدمی کی کھال کو اس کی کرامت اور شرافت کی وجہ سے دباغت نہیں دیا جائے گا۔ کذافی

پہلے اس کی بیع ہمارے نزدیک باطل ہے اور علماء کی ایک جماعت کے نزدیک اور امام نوویؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے جواز نقل کیا ہے جو درست نہیں ہے۔ اور غیر ماکول اللحم جانوروں کی دباغت دی ہوئی کھال کے کھانے کے جواز میں امام شافعیؒ کے دو قول ہیں جیسا کہ بنایہ میں ہے اور ماکول اللحم مرے ہوئے جانور کی دباغت دی ہوئی کھال کے کھانے کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک جائز ہے کیونکہ وہ پاک ہے جیسا کہ ذبح کی ہوئی بکری کی کھال اور بعض نے فرمایا کہ جائز نہیں ہے۔ صحیح بھی یہی ہے کیونکہ وہ مردار کا جزء ہے اور اگر غیر ماکوا اللحم کی ہو جیسے گدھا وغیرہ تو اس کا کھانا بالاتفاق جائز نہیں ایسے ہی سراج الوہاج سے بحر الرائق میں منقول ہے۔ اور قنیہ میں شرح طحاوی اور بقال سے منقول ہے کہ اگر مردار کی چربی سے کھال کو دباغت دی جائے پھر پانی سے دھو دیا جائے تو کھال پاک ہو جائے گی اور کھال کی تری کے اثر سے کوئی حرج نہیں ہوگا۔ یعنی اگر اس کھال کا ڈول وغیرہ بنا کر پانی پیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے اور قنیہ میں علاء تاجری سے منقول ہے۔ الکیمخت (چمڑے کی قسم کا نام ہے جیسے کرم وغیرہ۔ کشوری ص ۳۹۵) کہ اگر سخت کھال کو خنزیر کی چربی سے دباغت دی جائے، پھر اس کو دھو دیا جائے تو پاک ہو جائے گا۔ مدبوغ تھیلہ میں خنزیر کی چربی بھر دی جائے پھر اس کو دھو دیا جائے تو وہ پاک ہو جائے گا اور اس میں چربی کے اثر کا باقی رہنا طہارت کے لئے مضر نہیں ہوگا۔ قنیہ میں فتاوی نجاریہ سے منقول ہے کہ جن کھالوں کو ہمارے علاقہ میں دباغت دیا جاتا ہے اور ذبح کرنے کی جگہ کو دھویا نہیں جاتا ہے اور نہ بوقت دباغت کھال پر لگی ہوئی نجاست کو زائل کیا جاتا ہے اور ناپاک زمین پر ان کو ڈال دیا جاتا ہے نیز دباغت کے بعد بھی ان کو دھویا نہیں جاتا ہے اس سے تھیلے موزے اور کتابوں کے جزدان، کنگھی، ڈول

وغیرہ بنانا جائز ہے چاہے کھال تر ہو یا خشک۔

(۱۵) پندرہواں مطہر ذبح کرنا ہے جبکہ ذبح کرنا اپنے محل میں ہو اور اہل کی طرف سے ہو لہٰذا مجوسی کے ذبح کرنے سے کھال پاک نہیں ہوگی۔ اور زاہدی نے قنیہ اور مجتبیٰ میں فرمایا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ کھال کے پاک ہونے کے لئے ذبح شرعی ہونا شرط نہیں ہے لیکن اظہر یہ ہے کہ ذبح شرعی شرط ہے ایسے ہی در مختار میں ہے۔

(۱۶) سولہواں مطہر زمین کا دھوپ سے خشک ہو جانا ہے۔ ایسے ہی قدوری میں ہے۔ صاحب منافع نے فرمایا کہ دھوپ کی قید اتفاقی ہے لہٰذا اگر زمین سایہ میں بھی خشک ہو جائے تب بھی پاک ہو جاتی ہے لیکن یہ ہمارے نزدیک ہے۔ امام زفر، امام احمد اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک پاک نہیں ہوگی۔ ایسے ہی معدن الحقائق میں ہے اور بحر الرائق میں ہے کہ اس حکم میں وہ چیزیں بھی شریک ہیں جو زمین سے متصل ہیں اتصال قرار کے ساتھ جیسے دیوار، درخت، گھانس، بانس وغیرہ۔ چنانچہ یہ چیزیں بھی خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہیں یہی مختار مذہب ہے۔ خلاصہ میں ایسا ہی ہے اور اگر لکڑی اور بانس کو کاٹ دیا جائے اور پھر اس پر کوئی نجاست لگ جائے تو وہ صرف دھونے سے ہی پاک ہو جاتی ہیں۔ اور اگر لکڑی اور بانس کو کاٹ دیا جائے اور پھر اس پر کوئی نجاست لگ جائے تو وہ صرف دھونے سے ہی پاک ہوگی اور پتھر اگر چکنا ہو تو وہ بھی دھونے سے پاک ہوگا اور اگر پتھر ایسا ہو جس میں نجاست سرایت کر جائے تو اس کا حکم زمین جیسا ہے کہ سوکھنے سے پاک ہو جائے گا۔ انتہی۔ اور نہایہ میں ہے کہ اگر پکی اینٹ کا فرش ہو تو اس کا حکم بھی زمین کے حکم کے مانند ہے اور اگر پکی اینٹ ویسے ہی رکھی ہوئی ہے کہ اس کو اٹھا کر دوسری جگہ رکھا جا سکتا ہے تو اگر نجاست اس طرف لگی ہوئی ہو جو جانب اس کی زمین کی طرف ہے تو اس پر نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر نجاست اوپر

والی جانب لگی ہوئی ہو تو اس پر نماز پڑھنا درست نہیں ہے ایسے ہی سراج الوہاج میں ہے۔ انتہی۔

(۱۷) سترہواں مطہر مٹی کا ڈالنا ہے۔ مثلاً اگر ماءِ کثیر میں نجاست لگ گئی ہو جس سے اس میں تغیر پیدا ہو جائے اگر اس میں بہت ساری مٹی ڈال دی جائے جس سے وہ پانی کا تغیر ختم ہو جائے تو وہ کیچڑ پاک ہو جائے گا۔ یہی اشبہ میں امام ابو یوسفؒ کا مذہب لکھا ہے اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ وہ پاک نہیں کہلائے گا۔ یہی قول زیادہ صحیح ہے جیسا کہ تمرتاشی کی جامع الصغیر کی شرح میں ہے۔ ایسے ہی غمز عیون البصائر میں ہے۔

(۱۸) اٹھارہواں مطہر کنویں کا سینچنا ہے جبکہ وہ ناپاک ہو جائے۔ ہم اسی ذیل میں کنویں کے کچھ مسائل یہاں ذکر کرتے ہیں۔ چنانچہ اگر کنویں میں قلیل نجاست گر جائے مثلاً ایک دو مینگنی تو کنواں استحساناً ناپاک نہیں ہو گا۔

قلیل نجاست اور کثیر نجاست کے مابین حدِ فاصل یہ ہے کہ دیکھنے والا جس کو زیادہ سمجھے تو وہ کثیر ہے اور جس کو قلیل سمجھے تو وہ قلیل ہے۔ امام ابو حنیفہؒ سے یہی مروی ہے اور یہی قول قابلِ اعتماد ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔ اسی وجہ سے صاحب فیض نے فرمایا کہ فقہاء کا قلیل نجاست میں دو مینگنیوں کی قید لگانا اتفاقی ہے یعنی قید احترازی نہیں ہے لہٰذا اگر اس سے زیادہ ہوں تو ان کا بھی یہی حکم ہے۔ جب تک دیکھنے والا زیادہ نہ سمجھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ کثیر نجاست وہ کہلاتی ہے جو پانی کے ایک تہائی حصہ کو گھیر لے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ جو ایک چوتھائی حصہ کو گھیر لے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ جو پانی کی اکثر سطح کو گھیر لے۔ پانچواں قول یہ ہے کہ جو پورے پانی کو گھیر لے اور چھٹا قول یہ ہے کہ اگر کوئی ڈول بھی مینگنی سے خالی نہ آئے تو کثیر ہے ورنہ قلیل ہے۔ فتح القدیر میں ایسا ہی ہے۔ بدائع اور کافی نے اُسی قول کو صحیح کہا ہے جو ہدایہ میں ہے اور معراج الدرایہ میں بھی اسی کو مختار کہا ہے اور یہ مذکورہ حکم سبھی

کنووں کا ہے خواہ جنگل میں ہوں یا شہر میں یہی صحیح ہے اسی طرح یہ حکم مطلق مینگنی کا ہے چاہے تر ہو یا خشک، ٹوٹی ہوئی ہو یا صحیح سالم ہو اور گوبر اور لید بھی مثل مینگنی کے ہے چونکہ ضرورۃ دفع حرج کی ان کو بھی شامل ہے یہی ظاہر ہے اور بعض نے فرق بیان کیا ہے۔ تبیین الحقائق میں ایسے ہی ہے اور امام تمرتاشی نے فرمایا کہ گھروں کے کنووں میں اختلاف ہے چنانچہ بعض کے نزدیک ایک دو مینگنی سے کنواں ناپاک ہو جائے گا چونکہ وہاں ضرورت معدوم ہے اور ضرورت یعنی دفع حرج جنگل کے ان کنووں میں ہے جن کی مینڈھ بندھی ہوئی نہیں ہوتی لیکن زیادہ صحیح یہی ہے کہ دونوں قسم کے کنووں کا حکم برابر ہے۔ کفایہ میں ایسے ہی ہے۔ اور اگر ایک دو مینگنی دودھ میں دوہنے کے وقت گر جائے تو دودھ ناپاک نہیں ہوگا ضرورت کی وجہ سے چونکہ اس کے ناپاک کہنے میں حرج ہے اور یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ مینگنی کو پھوٹنے سے پہلے اور دودھ کی رنگت بدلنے سے پہلے نکال دیا جائے۔ ایسے ہی تنویر الابصار میں ہے اور قنیہ میں شرف الائمہ مکی سے منقول ہے کہ کنویں میں پیشاب کے قطرے سوئی کے سرے کے برابر گر جائیں تو کنواں ناپاک نہیں ہوگا۔ انتہی۔

اور قنیہ میں رکن الصباغی سے منقول ہے کہ اگر کنویں کے پانی میں ہوا خارج کردی جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوگا۔ انتہی۔ اور اصح یہ ہے کہ اگر چوہے کا پیشاب کنویں میں گر جائے تو پانی نہیں نکالا جائے گا اور نہ کبوتر یا چڑیا کی بیٹ کے گرنے سے ایسے ہی پھاڑ کھانے والے پرندوں کی بیٹ گرنے سے اصح قول میں در مختار میں ایسے ہی ہے۔ ناپاک غبار کا کوئی اعتبار نہیں ہے یعنی اس کے گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوگا ہاں ناپاک مٹی کا اعتبار ہے۔ قنیہ میں عین الائمہ کرابسی سے ایسے ہی منقول ہے۔ یہی قاضی عبدالجبار سے منقول ہے۔ اور اگر کثیر نجاست پانی میں گر جائے تو اس میں دو قیاس ہیں۔ (۱) وہ

قیاس جس کی طرف بعض حضرات گئے ہیں کہ وہ پاک نہیں ہوگا کیونکہ نجاست کنویں کی دیواروں کے پتھروں سے مخلوط ہو گئی ہے اور ان میں سرایت کر گئی ہے دوسرا قیاس یہ ہے کہ ناپاک نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ وہ بہنے والے پانی کے مانند ہے چونکہ جب اوپر سے پانی نکال لیا جاتا ہے تو نیچے سے اور پانی ابل آتا ہے پس یہ حمام کے حوض کے مانند ہے اور اسی وجہ سے امام محمدؒ سے نقل کیا گیا کہ میری رائے اور امام ابو یوسفؒ کی رائے اس پر متفق ہے کہ کنواں ناپاک نہیں ہوگا ایسے ہی ردالمختار میں ہے۔ اور ہمارے نزدیک اس مسئلہ میں قیاس متروک ہے بلکہ کنویں کے مسائل اتباع آثار پر مبنی ہیں اور کنویں کے پانی کا نکالنا۔ کنویں کے لئے طہارت ہے اس پر سلف کا اجماع ہے۔ پانی نکالنے کے بعد اس کی مینڈھ وغیرہ کا دھونا ضروری نہیں ہے۔ نہایہ میں ایسا ہی ہے۔ رہی یہ بات کہ کنویں کے پاک ہونے کے لئے کیا اس نجاست کا نکالنا بھی شرط ہے جو کنویں میں گری ہے تو فقہ کی تمام کتابوں میں اس کے نکالنے کو ضروری قرار دیا ہے البتہ ضرورت کے مواقع اس سے مستثنیٰ ہیں پس بزازیہ میں ہے کہ اگر ناپاک ہڈی کنویں میں گر جائے اور اس کا نکالنا مشکل ہو تو محض پانی کے نکال دینے سے کنواں پاک ہو جائے گا اور یہ پانی کا نکالنا ہڈی کے دھونے کے مانند سمجھا جائے گا۔ پس یہ پانی نکالنا ہی پاکی کا فائدہ دے گا کیونکہ ہڈی کا نکالنا مشکل ہے۔ غمز عیون البصائر میں ایسے ہی ہے۔

فائدہ: کنویں میں گرنے والی چیز تین صورتوں سے خالی نہیں (۱) یا تو چوہا اور اس جیسا جانور ہوگا (۲) یا مرغی یا اس کے مثل ہوگا (۳) بکری یا اس کے مثل کوئی جانور ہوگا۔ پھر تینوں صورتیں دو حال سے خالی نہیں۔ (۱) وہ جانور کنویں سے زندہ نکل گیا ہوگا۔ یا (۲) مردہ ہو کر۔ پھر مردہ نکلنے کی صورت میں دو حال سے خالی نہیں یعنی پھولا پھٹا ہوگا یا نہیں۔ ان سب صورتوں کے الگ الگ احکام ہیں۔ چنانچہ اگر مردہ جانور نکلا مگر نہ پھولا ہے نہ پھٹا ہے نہ اس

کے بال اور پر گرے ہوں اگر وہ آدمی یا اس کے مثل ہے اور اسی کے مثل سمجھا جائے گا تمام بچہ اور بکری کا بچہ اور بڑی مرغابی تو اس صورت میں پورا پانی نکالا جائے گا۔ اور اگر وہ جانور بلی یا کبوتر کے مثل ہو تو چالیس ڈول نکالنا واجب ہے اور ساٹھ ڈول نکالنا مستحب ہے۔ اور اگر گرنے والا جانور چڑیا یا چوہے کے مثل ہو تو بیس ڈول نکالنا واجب ہے اور تیس ڈول نکالنا مستحب ہے اور جو جانور چوہے اور کبوتر کے درمیان درمیان ہے جسم میں تو اس کا حکم وہی ہے جو چوہے کا ہے اسی طرح جو جانور مرغی اور بکری کے درمیان ہے اس کا حکم مرغی جیسا ہے۔ تنویری الابصار اور در مختار میں ایسے ہی ہے اور بلی اور کبوتر اور بطخ مرغابی یہ سب مرغی ہی کے حکم میں ہیں۔ برجندی نے شرح نقایہ میں اس مسئلہ کو ذکر کیا ہے لہٰذا چالیس ڈول وجوباً اور ساٹھ ڈول احتیاطاً بموافق روایت قدوری نکالے جائیں گے اور جامع الصغیر اور خلاصہ وغیرہ میں مذکور ہے کہ چالیس ڈول نکالنا واجب ہے پچاس ڈول نکالنا مستحب ہے اور کھینچنے میں لگاتار نکالنا شرط نہیں۔ چنانچہ اگر بیس ڈول آج نکالے بیس کل تب بھی درست ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ایسے ہی ہے۔

مسئلہ: ایک کنویں کا پانی ناپاک ہو گیا اور اندر زمین میں جذب ہو گیا پھر پانی لوٹ آیا تو امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ پانی پاک نہیں ہو گا۔ کنویں کو کھینچنا ہی پڑے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک پاک ہو جائے گا اس لئے کہ یہ جذب کرنا اور عود آنا کھینچنے ہی کے قائم مقام ہے۔ تجرید میں اس مسئلہ کو ذکر کیا گیا ہے۔ اور خانیہ میں ہے کہ صحیح قول امام محمد رحمہ اللہ ہی کا ہے۔ فتاویٰ حمادیہ میں ایسا ہی ہے۔ اس مسئلہ میں کوئی فرق نہیں کہ کنویں میں گرنے والا جانور کنویں میں گر کر مرا ہو یا مرا ہوا ہی گرا ہو بہر صورت کنواں ناپاک ہو جائے گا۔ مگر غسل دیا ہوا مسلمان مردہ جس پر نماز جنازہ پڑھی جا سکے۔ ایسے ہی پاک شہید جس کے بدن پر نجاست نہ لگی ہوئی ہو کہ ان کے گرنے سے کنواں

ناپاک نہیں ہوگا اور اگر یہ کنویں میں گر کر مر جائے تو کنواں ناپاک ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: اگر آدمی کنویں سے زندہ نکل آئے اور اس کے بدن پر حقیقی یا حکمی نجاست نہ ہو تو پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ البتہ امام ابو حنیفہؒ سے مروی ہے کہ کافر کے گرنے میں پانی نکالا ہی جائے گا کیونکہ اس کا بدن بہر حال نجاست سے خالی نہیں ہوتا۔ اور اگر آدمی کنویں سے مرا ہوا نکلے اور وہ مسلمان ہو اور پاک بھی ہو تو کنواں ناپاک نہیں ہوگا اور اگر پاک نہیں تھا غسل سے پہلے گر جائے تو کنواں ناپاک ہو جائے گا۔ اور کافر کے گرنے سے کنواں ناپاک ہو جائے گا خواہ غسل سے پہلے گرے یا بعد میں۔

مسئلہ: خنزیر کے گرنے سے کنواں ناپاک ہو جاتا ہے خواہ مر جائے یا زندہ نکل آئے یہی حکم ایک قول کے مطابق کتے کا ہے اور جن کے نزدیک کتا نجس العین نہیں ہے ان کے نزدیک اگر کتا زندہ نکل آئے اور پانی تک اس کا منہ نہ پہنچا ہو تو کنواں ناپاک نہ ہوگا یہی اصح ہے۔

مسئلہ: بقیہ حیوانات کے متعلق تفصیل یہ ہے کہ اگر ان کے بدن پر نجاست کے لگے ہونے کا یقین ہو تو اس کا حکم گرنے والی نجس چیز کے مانند ہے اور اگر گرنے والی چیز کے بدن پر نجاست نہ لگی ہوئی ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ از قبیل ماکول اللحم ہوگا۔ اگر ایسا ہو تو پانی بالکل ناپاک نہیں ہوگا۔ یا غیر ماکول اللحم ہوگا اگر غیر ماکول اللحم ہو تو اس میں اختلاف ہے۔ زیادہ صحیح ناپاک نہ ہونا ہی ہے۔ اور اگر گدھا یا خچر کنویں میں مر جائے تو صحیح یہ ہے کہ پانی مشکوک نہیں ہوگا۔ بحر الرائق میں ایسا ہی ہے۔ اور اگر گائے جیسا جانور کنویں سے زندہ نکل آئے تو پانی کا نکالنا واجب نہیں ہے الا یہ کہ اس پر نجاست کے لگے ہوئے ہونے کا علم ہو جائے اگرچہ ایسے جانوروں کی رانوں پر پیشاب کا لگا ہوا ہونا ظاہر ہے ایسے ہی رد المحتار میں ہے۔ اگر چوہا کنویں میں گر جائے اور بغیر اس کو نکالے بیس ڈول نکال دیں تو کنواں پاک نہیں ہوگا

جب تک چوہے کو نہ نکالا جائے۔ (منافع عن المبسوط) اور عنایہ میں ہے کہ اگر کنویں میں ہڈی یا لکڑی نجاست میں ملوث چیتھڑا گر جائے اور اس کا نکالنا متعذر ہو تو اگر پانی نکال دیا جائے تو ہڈی اور لکڑی وغیرہ پاک ہو جائے گی اور اگر چوہے کا نکالنا متعذر ہو تب بھی سینچ دینے سے کنواں پاک سمجھا جائے گا دفع حرج کی وجہ سے۔ اور جواہر الفتاویٰ میں ہے کہ بچے کا جوتا اگر کنویں میں گر جائے اور خوب تلاش کرنے کے باوجود نہ مل سکے تو اگر پورا پانی نکال دیا جائے تو کنواں پاک ہو جائے گا اور اس کے نہ ملنے میں کوئی حرج نہیں۔ یہی حکم چڑیا اور بچہ کے نیچے بچھائے جانے والے کپڑے کا ہے اور ہر اس چیز کا ہے جس کا نکالنا متعذر ہو۔ (خزانۃ الروایات) حیوانات کا حکم بعض کے نزدیک ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم ہونے پر ہے کہ اگر ماکول اللحم گر جائے تو ناپاک نہیں ہوگا ورنہ ناپاک ہو جائے گا۔ اور بعض کے نزدیک حیوانات کا حکم اس حیوان کے جھوٹے پر ہے اور شرح مختصر کرخی میں ہے کہ حیوان میں جس جانور کا جھوٹا مکروہ ہے۔ مثلاً بلی، کھلی ہوئی مرغی اور چوہا اور سانپ اور گھوڑا اور ٹٹو۔ اگر یہ جانور گر جائیں تو پانی کے چند ڈول نکال دیئے جائیں علیٰ سبیل الاستحباب۔ حسن کی روایت میں امام ابو حنیفہؒ سے یہی ہے۔ (بنایہ)

مسئلہ: اگر کنویں میں دو چوہے یا زیادہ گر جائیں تو امام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ چار چوہے بمنزلہ ایک چوہے کے ہیں۔ اور اگر پانچ ہو جائیں تو ان کا حکم مرغی کے مانند ہے یہاں تک کہ نو ہو جائیں اور اگر دس ہو جائیں تو حکم بکری کے مانند ہے اور امام محمدؒ سے منقول ہے کہ دو چوہے اگر مرغی کے مانند ہوں تو چالیس ڈول نکالے جائیں۔

مسئلہ: اگر دو بلی گر جائیں تو پورا پانی نکالا جائے۔

مسئلہ: اگر زخمی چوہا گر جائے تو تمام پانی نکالا جائے۔ (تبیین الحقائق)

مسئلہ: اگر چوہا بلی کے ڈر کے خوف سے کنویں میں گر جائے تو پورا پانی نکالا جائے گا

چونکہ وہ مارے خوف کے پیشاب کر دیتا ہے۔ یہی حکم اس صورت میں ہے
جبکہ وہ زخمی یا ناپاک ہو۔
مسئلہ: اگر بکری درندہ کے خوف سے بھاگ کر کنویں میں گر جائے تو پورا پانی نکالا
جائے بخلاف امام محمدؒ کے۔
مسئلہ: ہر وہ حیوان جس کا جھوٹا ناپاک ہے اس کے کنویں میں گرنے سے بھی پورا
پانی نکالا جائے گا اور اگر جانور ایسا ہے جس کا جھوٹا مکروہ ہے تو پورا پانی
نکالنا ایک روایت میں مستحب ہے۔
مسئلہ: اگر گرا ہوا جانور پھول گیا یا پھٹ گیا یا کنویں میں نجاست گری خواہ قلیل ہی
ہو مثلاً پیشاب کا قطرہ تو دونوں صورتوں میں پورا پانی نکالا جائے گا خواہ وہ
حیوان چھوٹا ہو یا بڑا ہو۔ (ہدایہ) اور اگر کنواں جاری چشمہ والا ہو جس کا پانی
نکالنا ممکن نہ ہو تو پانی کا اندازہ لگا کر پورا پانی نکالا جائے گا۔
(۱۹) انیسواں مطہر مثلی چیز کا تقسیم کر دینا ہے مثلاً گیہوں گاہے جانے کے وقت اس
پر جانوروں نے پیشاب کیا پس اگر اس کو تقسیم کر دیا گیا یا بعض کو دھو دیا گیا یا
اس میں سے کچھ حصہ ہبہ کر دیا گیا تو باقی تمام پاک ہو جائے گا۔ (وقایہ) ابن
نجیم نے اشباہ میں فرمایا ہے کہ تحقیقی مذہب پاک نہ ہونے کا ہے اور اس کا کھانا
اور نفع اٹھانا جائز ہے کیونکہ اس میں شک ہو گیا کہ ناپاک تقسیم میں چلا گیا
چنانچہ بعد تقسیم اگر پھر اس کو جمع کر دیا گیا تو نجاست لوٹ آئے گی۔ انتہی۔
(۲۰) بیسواں مطہر کپڑے کے بعض حصہ کو دھو دینا ہے۔
مسئلہ: اگر کپڑے کا کوئی سا کنارہ ناپاک ہو جائے اور اس کا علم نہ رہے تو اگر کپڑے
کا کوئی سا بعض حصہ دھو دیا جائے تو کپڑا پاک ہو جائے گا خواہ یہ دھونا بغیر
تحری ہی کے ہو۔ (یعنی بغیر غور و فکر کئے ہوئے)
مسئلہ: پھر اگر یہ معلوم ہوا کہ نجاست دوسرے کنارہ پر تھی اگر اس حالت میں اس
نے نماز پڑھی تو کیا پڑھی ہوئی نماز کو لوٹایا جائے گا یا نہیں۔ خلاصہ میں ہے
کہ لوٹایا جائے گا اور ظہیریہ میں ہے کہ علم سے پہلی نمازیں نہیں لوٹائی جائیں

گی۔ البتہ جو نماز پڑھ رہا ہے اس کا اعادہ کیا جائے گا۔ (در مختار) اور سراجیہ میں ہے کہ اگر کپڑے میں لگی ہوئی نجاست کی جگہ معلوم نہ ہو سکے تو شرح طحاوی کے بیان کے موافق پورے کپڑے کو دھونا ضروری ہے اور شیخ الاسلام علی اسبیجابی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ تحری کر کے دھو دینا کافی ہے۔ انتہی۔ خزانۃ الروایات میں خلاصہ سے منقول ہے کہ اگر کپڑے کی کوئی طرف ناپاک ہو جائے اور بھول جائے پھر اس کے کسی کنارہ کو دھو دیا جائے بغیر تحری کے تو کپڑے کی پاکی کا حکم لگایا جائے گا۔ یہی مختار ہے۔ انتہی۔

س: کیا ناپاک کنکر خشک ہونے سے پاک ہو جائے گی؟

ج: پاک ہو جائے گی کیونکہ زمین کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ ناپاک ہو جائے اور خشک ہو کر نجاست کا اثر ختم ہو جائے تو پاک ہو جائے گی۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

س: اگر باریک کپڑا ناپاک ہو جائے اور اس کو دھو کر خوب اچھی طرح نہ نچوڑا گیا ہو کہ کہیں پھٹ نہ جائے تو کیا وہ اس طرح پاک ہو جائے گا؟

ج: جی ہاں پاک ہو جائے گا چونکہ اس کو زیادہ نچوڑنے میں حرج ہے۔ یہی اظہر ہے۔ (در مختار)

س: گھاس اگر ناپاک پانی میں زمین سے اگا ہو تو اس کا وہ حصہ جو پانی سے اوپر بڑھ گیا ہو پاک ہو گا یا ناپاک؟

ج: جو حصہ ناپاک پانی میں ہے وہ تو ناپاک ہے چونکہ نجس پانی سے ملا ہوا ہے اور جو اوپر بڑھ گیا وہ پانی خشک ہونے کے بعد پاک ہو جائے گا چونکہ گھاس اور درخت اور تنے جب تک زمین میں کھڑے رہیں ان کا حکم قول مختار پر زمین جیسا ہے۔ (خزانۃ الروایات)

استنجاء، پیشاب، پاخانہ اور ان کے متعلقات کے مسائل

س: کیا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے؟

ج: ہاں جائز تو ہے مگر مکروہ ہے۔ (سراجیہ) اور وہ حدیث جس کی تخریج بخاری نے

فرمائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے کوڑے کے پاس تشریف لائے اور کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا۔ اس کی توجیہ میں اختلاف ہے۔ (۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہو کر پیشاب فرمانا آپ کی پیٹھ میں درد کی وجہ سے تھا۔ (۲) جواز کی تعلیم کے لئے تھا (بنایہ) (۳) اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے باطن رکبہ پر کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

س: کیا آب زمزم سے استنجاء کرنا جائز ہے؟

ج: استنجاء تو مکروہ ہے مگر غسل کرنا مکروہ نہیں ہے۔ (درالمختار)

س: کیا سردی کے زمانہ میں گرم پانی سے استنجاء کرنا جائز ہے؟

ج: ہاں جائز ہے۔ گرم پانی سے سردی کے زمانہ میں استنجاء کرنا بعینہٖ ایسا ہے جیسا کہ گرمی کے زمانہ میں ٹھنڈے پانی سے لیکن ٹھنڈے پانی سے استنجاء بہتر ہے۔ (خزانۃ الروایات)

س: اگر مخرج کو دھویا گیا پھر انگلی کو دھویا گیا بغیر دھونے میں مبالغہ کئے ہوئے جس کی وجہ سے بو زائل نہ ہوئی ہو تو کیا مخرج اور انگلی پاک ہو جائے گی؟

ج: اس طرح دھونے سے پاک نہیں ہو گا۔ در مختار میں ہے کہ مخرج اور انگلی سے بدبو کو زائل کرنا شرط ہے۔ ہاں اگر عاجز ہو تو کوئی حرج نہیں مگر اس شرط سے اکثر لوگ غافل ہیں۔

س: کیا جنگل کے سوراخ میں استنجاء کرنا جائز ہے؟

ج: اچھا نہیں ہے اس لئے کہ جنات سے تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ تم میں سے کوئی شخص سوراخ میں ہرگز پیشاب نہ کرے اس لئے کہ سوراخ وغیرہ جنات کے مساکن ہوتے ہیں۔ (خزانۃ الروایات عن البستان) اسی وجہ سے ہڈی سے استنجاء کرنا بھی مکروہ ہے چونکہ وہ جنات کی خوراک ہے ایسے ہی لید سے چونکہ وہ ان کے چوپایوں کی غذا ہے۔

آدابِ استنجاء

مسئلہ: استنجاء کے آداب میں سے ہے کہ ذکر کو دائیں ہاتھ ... پکڑے نیز دائیں

ہاتھ سے استنجا نہ کرے ہاں اگر بایاں ہاتھ ہی نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر کسی آدمی کے دونوں ہاتھ شل ہوں اور کوئی ایسا آدمی بھی موجود نہ ہو جو پانی گرا سکے تو وہ شخص استنجاء ترک کر دے۔ (مطالب المؤمنین)

مسئلہ: موضع استنجاء کو دھونا مقرر نہیں ہے کہ کتنی بار دھوئے ہاں اتنا دھوئے کہ اطمینان قلب حاصل ہو جائے۔ (سراجیہ)

مسئلہ: موضع استنجاء اور ہاتھ سے بدبو کو زائل کر دینا حتی الامکان ضروری ہے مگر لوگ اس سے غافل ہیں۔ (درالمختار)

مسئلہ: ہاتھ موضع استنجاء کے پاک ہونے سے پاک ہو جائے گا بعد میں اس کا دھونا ضروری نہیں۔ (سراجیہ)

مسئلہ: عورت پیشاب گاہ میں استنجاء کے وقت انگلی داخل نہیں کرے گی بلکہ اس پر ظاہری حصہ کا دھونا ضروری ہے حتی کہ اگر اس نے اپنی ہتھیلی سے مقام نجاست کو دھولیا تو کافی ہے۔ (فتح القدیر)

مسئلہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل خانہ اور جمع شدہ پانی، مساجد کے دروازوں اور ہواؤں اور قبروں پر پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (بنایہ)

مسئلہ: بیت الخلاء میں ننگے سر داخل نہیں ہونا چاہیے نیز بلاضرورت کھانسنا نہیں چاہیے، نہ تھوکنا چاہیے، نہ ناک جھڑکنا چاہیے، نہ زیادہ دیر بیٹھنا چاہیے اس لئے کہ زیادہ دیر بیٹھنے سے بواسیر کا مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ نیز بوقت استنجاء سر کو حیاءً جھکا کر رکھے۔ (عرضۃ الروایات)

مسئلہ: پاخانہ، کھانے کی چیز، کوئلہ، گچ، ورق خواہ درخت کے ہوں یا کتاب کے ورق، ٹھیکرا، بانس، بال، روئی، کپڑے کی پٹی، جانوروں کے چارے مثلاً گھاس ان چیزوں سے استنجاء کرنا مکروہ ہے۔ (بحرالرائق عن سراج الوہاج)

مسئلہ: لکڑی کے ٹکڑے، سونا، چاندی ان سے استنجاء جائز ہے۔ دو روایتوں میں سے یہی روایت زیادہ ظاہر ہے جیسا کہ دیبا کی پٹی سے جائز ہے۔ (بنایہ)

مسئلہ: اگر استنجاء ڈھیلے سے کیا ہو تو اس کے بعد دھونا افضل ہے بشرطیکہ نجاست نے اپنی جگہ سے تجاوز نہ کیا ہو۔ اگر نجاست اپنے مقام مخصوص سے آگے بڑھ گئی تو بغیر دھوئے پاکی حاصل نہیں ہوگی وہاں پونچھنا کافی نہ ہوگا۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ ہمارے اس زمانہ میں ڈھیلے سے استنجاء کے بعد پانی سے دھونا سنت ہے۔ (ہدایہ) حسن بصریؒ سے استنجاء بالماء کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ سنت ہے۔ پوچھنے والے نے کہا کہ سنت کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور افضل صحابہ نے اس کو ترک کیا ہے تو جواب میں یوں فرمایا کہ وہ حضرات تو پاخانہ مثل مینگنی کے خشک کرتے تھے اور تم لوگ تو پتلا پاخانہ کرتے ہو اس سے موضع نجاست ملوث ہو جاتا ہے۔ پس ان پر کیونکر اپنے آپ کو قیاس کر سکتے ہو۔ (حاشیہ ہدایہ جونپوری)

کتاب الصلوٰۃ

نماز کے مسائل

س: جو شخص جان بوجھ کر بلا طہارت کے نماز پڑھے تو کیا کافر ہو جاتا ہے؟

ج: بعض علماء فرماتے ہیں کہ کافر ہو جاتا ہے لیکن ظاہر مذہب یہ ہے کہ کافر نہیں ہوگا۔ (در مختار) اور سراجیہ میں ہے کہ اگر استخفاف کے طور پر بلا وضو پڑھے تو کافر ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

س: اگر جان بوجھ کر قبلہ کے علاوہ دوسری جہت کی طرف منہ کر کے یا ناپاک کپڑے میں نماز پڑھے تو کیا کافر ہو جائے گا؟

ج: اس میں دو قول ہیں۔ (۱) کافر ہو جائے گا (۲) کافر نہیں ہوگا یہی صحیح ہے۔ (کفایہ عن الحیدانی باب التیمم)

س: جو آدمی نہ وضو کے بقدر پانی پائے اور نہ ہی پاک مٹی تیمم کے لئے پائے تو وہ نماز کیسے پڑھے؟

ج: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک پاک کرنے والی چیز یعنی پانی و مٹی کے پائے جانے

تک نماز قضا کرے اور صاحبینؒ کے نزدیک اس پر تشبہ بالمصلین لازم ہے۔ یعنی اس وقت نمازیوں کے ساتھ تشبہ اختیار کرے بعد میں قضا کرے۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ یعنی صرف قیام ورکوع کرے بلاارادہ ادائے صلوٰۃ نیز نہ اس میں قرأۃ کرے نہ تسبیحات پڑھے۔

س: اگر مراہقہ (قریب البلوغ لڑکی) بغیر طہارت یا ننگے بدن نماز پڑھ لے تو کیا اس کو نماز کے لوٹانے کا حکم دیا جائے گا؟

ج: جی ہاں نماز لوٹانے کا حکم دیا جائے گا۔ اس لئے کہ نماز بغیر وضو اور ننگے بدن پڑھنا مشروع نہیں ہے بخلاف اس صورت کے کہ نماز بغیر اوڑھنی کے پڑھ لی ہو کہ یہ جائز سمجھی جائے گی استحساناً چونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بالغہ عورت بغیر اوڑھنی کے نماز نہ پڑھے۔ معلوم ہوا کہ یہ ارشاد مراہقہ کے لئے نہیں اس لئے اس کی نماز ہو جائے گی۔ (جامع المضمرات)

س: جماعت سے نماز پڑھتے ہوئے کسی شخص کو حدث لاحق ہوا اس نے حیاءً نماز اسی حالت میں پڑھ لی تو کیا اس پر بھی کفر کا حکم لگایا جائے گا؟

ج: جی نہیں اس پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا جائے گا اس لئے کہ وہ ایسا استہزاء نہیں کر رہا ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص ایسی صورت میں مبتلا ہو جائے اور کسی مجبوری یا حیاء کی وجہ سے نماز سے نہ نکلے تو اس کو چاہیے کہ کھڑا رہے مگر قیام میں کچھ نہ پڑھے اور رکوع کے لئے بھی جھکے مگر رکوع کا ارادہ نہ کرے نہ تسبیح پڑھے اور باقی نماز کے افعال میں سے بھی کوئی فعل نہ کرے تاکہ نماز کا ادا کرنا حدث کے ساتھ نہ پایا جائے۔ (خزانۃ الروایات)

س: کیا جان بوجھ کر نماز چھوڑ دینے والا کافر ہو جاتا ہے؟

ج: نماز افضل اعمال میں سے ہے یہاں تک بیان کیا گیا ہے کہ وہ روزہ سے بھی افضل ہے جیسا کہ نماز کے ادا کرنے کے باب میں احادیث وارد ہوئی ہیں ایسے ہی اس کے چھوڑنے پر عتاب کے بارے میں سخت ترین احادیث وارد

ہوئی ہیں جن میں سے ایک روایت وہ ہے جس کو ابن ماجہ نے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باری تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے آپ کی امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور میری طرف سے اس بات کا وعدہ ہے کہ جو شخص ان پر ان کے اوقات میں محافظت کرے گا اس کو جنت میں داخل کروں گا اور جو شخص ان پر محافظت نہ کرے اس کی مجھ پر کوئی ذمہ داری نہیں نیز ان روایات میں سے ایک وہ روایت ہے جس کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا نماز کو اس کے وقت میں پڑھنا۔ ایسے ہی امام ترمذیؒ نے ایک روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کفر اور ایمان کے درمیان فرق ترک نماز سے ہے نیز ایک روایت میں ہے کہ اللہ نے اپنی پہلی بعض کتابوں میں یہ حکم نازل فرمایا کہ نماز کو چھوڑنے والا ملعون ہے اور اس کا پڑوسی اگر اس کے اس فعل سے راضی ہو وہ بھی ملعون ہے۔ (نزہۃ المجالس) ایک روایت مجالس الابرار میں منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی اس نے کفر کیا۔ ایک روایت وہ ہے جس کو امام غزالیؒ نے نقل کیا ہے کہ نماز دین کا ستون ہے، جس نے نماز کو چھوڑا اس نے دین کو منہدم کیا۔ علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو علامہ فیروز آبادیؒ نے مختصر میں ضعیف کہا ہے۔ ایسے ہی علامہ سخاویؒ نے۔ انتہی۔ ایک روایت وہ ہے جس کو امام احمد بن حنبلؒ نے روایت کیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نمازوں پر محافظت کرے تو قیامت کے دن وہ اس کے لئے نور اور برہان ہو گی اور نجات کا سبب بنے گی۔ اور جو شخص نمازوں پر محافظت نہیں کرتا ہے تو نہ اس کے لئے نور ہو گا نہ برہان نہ نجات۔ اور ایسا شخص قیامت کے دن قارون اور فرعون اور ہامان اور اُبی بن خلف کے ساتھ ہو گا یعنی ان کے ساتھ اس کا حشر ہو گا۔ اور ایک روایت وہ

ہے جس کو احیاء العلوم میں امام غزالی نے بیان فرمایا ہے کہ پنج وقتہ نماز گناہوں کو اس طرح زائل کر دیتی ہے جیسے پانی میل کو صاف کر دیتا ہے۔

ایک روایت حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق ہے کہ ایک مرتبہ آپ گھنے درخت اور نہروں والے گاؤں پر گزرے۔ وہاں کے لوگوں نے آپ کا اعزاز واکرام کیا۔ آپ ان کی حسن طاعت سے بہت خوش ہوئے۔ پھر تین سال کے بعد اس بستی پر گزر ہوا تو درختوں کو سوکھا ہوا اور نہروں کو خشک اور بستی کو اُلٹا پایا پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ اس بستی پر ایک نماز چھوڑنے والے کا گزر ہوا اس نے اپنا منہ بستی کی نہر سے دھویا جس کی وجہ سے نہر خشک ہو گئی اور درخت سوکھ گئے۔ (نزہۃ المجالس)

صحابہؓ اور تابعینؒ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ تارک صلوٰۃ قصداً کافر ہے کہ نہیں۔ چنانچہ صحابہؓ میں سے سیدنا حضرت عمر، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ ابن عباس، معاذ بن جبل، حضرت جابر ابن عبداللہ، ابودرداء، ابوہریرہ، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم اور تابعین و ائمہ میں سے امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، عبداللہ ابن مبارک، ابراہیم نخعی، ایوب سختیانی، ابوداؤد طیالسی ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہم اللہ کا مذہب یہ ہے کہ جس نے ایک وقت کی نماز جان بوجھ کر بغیر عذر کے ترک کر دی وہ کافر ہو جاتا ہے اور حماد بن زید مکحول، امام شافعی، امام مالک رحمہم اللہ کا قول یہ ہے کہ کافر تو نہیں ہوتا البتہ قتل کر دیا جائے۔

اور ہمارے نزدیک نہ کافر ہوتا ہے نہ قتل کیا جاتا ہے۔ ہاں سخت تنبیہ کی جائے گی اور وہ احادیث جن سے بظاہر نماز چھوڑنے والے کا کافر بن جانا معلوم ہوتا ہے وہ زجر و توبیخ (ڈانٹ ڈپٹ) پر محمول ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ نماز کو چھوڑنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ اگر توبہ نہ کرے تو سخت سے سخت سزا کا مستحق ہے۔ اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ

سب سے پہلے قیامت کے دن بندہ سے نماز کا حساب لیا جائے گا چونکہ نماز دین کا اہم رکن ہے۔

س: اگر کسی شخص کے ہاتھ پیر تو کٹے ہوئے ہوں اور چہرہ زخمی ہو یعنی نہ وہ وضو پر قادر ہو نہ تیمم پر تو کیا اس سے نماز معاف ہو جائے گی؟

ج: نہیں بلکہ اس کے لئے یہ حکم ہے کہ بلا وضو و تیمم ہی نماز پڑھے اور اس پر لوٹانا واجب نہیں ہے۔ یہی اصح قول ہے۔ (در مختار عن ظہیریہ)

س: کیا عذر کی صورت میں نماز کو وقت سے موخر کرنا جائز ہے؟

ج: ہاں جائز ہے بشرطیکہ عذر ایسا ہو کہ وقت کے اندر نماز کی ادائیگی ممکن نہ ہو اور اس اجازت کا مطلب یہ ہے کہ تاخیر سے گنہگار نہ ہوگا۔ یہ مطلب نہیں کہ اس پر قضاء بھی واجب نہ رہے گی بلکہ قضا بہر صورت واجب ہے۔ علامہ رومیؒ نے مجالس الابرار میں فرمایا ہے کہ نماز کی تاخیر جن اعذار کی صورت میں درست ہے وہ چھ ہیں۔ (۱) بیہوشی (۲) بھول (۳) نیند (۴) پاگل پن (۵) حیض (۶) نفاس۔ ان کے علاوہ کسی عذر کی وجہ سے نماز کو وقت سے موخر کرنا جائز نہیں ہے۔

بندہ کی رائے یہ ہے کہ اعذار کو چھ میں منحصر کرنا درست نہیں بلکہ کچھ اور بھی ایسے اعذار ہیں جن کی وجہ سے نماز کو موخر کرنا درست ہے جیسے اشارہ سے بھی نماز پڑھنے پر قدرت نہ رہنا چونکہ مریض جب ایسی حالت میں ہو کہ وہ اشارہ پر بھی قادر نہ رہے تو اس کے لئے نماز کو وقت سے موخر کرنا جائز ہے۔ (جیسا کہ وقایہ میں ہے)

رہا یہ سوال کہ کیا ایسے شخص سے نماز بالکل ہی معاف ہو جائے گی یا نہیں سو اس میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اگر پورے ایک رات اور دن سے کم اس حال میں رہا تو اس پر قضا واجب ہے اور اگر زیادہ رہا تو قضاء واجب نہیں۔ یہی قول صحیح ہے جیسا کہ جامع المضمرات میں ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ایسی حالت اگر ایک رات دن سے بھی زیادہ رہے تو اس وقت تک نماز ساقط رہے گی جب تک کہ وہ قضا پر قادر ہے یعنی قضا پر قدرت کے بعد قضا واجب ہوگی یہی صحیح ہے۔ (جامع الرموز والہدایہ) پہلا قول فخر الاسلام، شیخ الاسلام اور قاضی خاں کا ہے۔ یہی امام مالکؒ کا مذہب ہے۔ فتاویٰ ظہیریہ میں ہے کہ یہی ظاہر روایت ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ (بنایہ) صاحب تنویر الابصار صاحب خلاصہ نے بھی اسی کو اختیار فرمایا ہے۔ صاحب ینابیع نے اسی قول کی تصحیح کی ہے۔ ولوالجی نے اسی پر اعتماد کیا ہے ایسے ہی صاحب تجنیس نے بخلاف اس قول ثانی کے جو کہ ہدایہ میں ہے۔ صاحب کنز نے کافی میں اسی پر (قول اوّل) پر اعتماد کیا ہے جیسا کہ بحر الرائق میں ہے۔ ابن الہمام نے فتح القدیر میں بیہوشی پر قیاس کرتے ہوئے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

قاضی خاں نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا ہے کہ چونکہ محض عقل کو خطاب کا مخاطب نہیں بنایا جاسکتا ہے بلکہ قدرت علی العمل بھی ضروری ہے۔ امام محمدؒ نے نوادر میں ذکر فرمایا ہے کہ جس آدمی کے دونوں ہاتھ کہنیوں سے اور دونوں پیر پنڈلیوں سے کٹے ہوئے ہوں اس پر نماز واجب نہیں ہے اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ محض عقل خطاب کی توجہ کے لئے کافی نہیں ہے۔

مولانا کی رائے ہے کہ یہ قول اس قول کے مخالف ہے جو در مختار میں ہے جس کو صحیح قرار دیا گیا ہے کہ وہ بغیر وضو و تیمم کے نماز پڑھے اور اس پر نماز کا اعادہ واجب نہیں۔ واللہ اعلم۔ خلاصہ مذہب یہ ہے کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں۔ (۱) نماز کا مطلقاً معاف نہ ہونا خواہ چھوٹی ہوئی نمازیں کثیر ہوں۔ (۲) کم ہونے کی صورت میں ساقط نہ ہونا اور زیادہ ہونے کی صورت میں ساقط ہونا۔ اس مسئلہ میں دو قولوں کا ہونا زیادہ صحیح ہے۔ اس کے برخلاف بعض کتابوں میں اس مسئلہ میں تین قول بیان کئے گئے ہیں۔ (۱) مطلق ساقط ہو جانا خواہ فوائت زیادہ ہوں یا کم (۲) مطلقاً ساقط نہ ہونا (۳) فوائت کم

ہونے کی صورت میں ساقط نہ ہونا اور زیادہ ہونے کی صورت میں ساقط ہونا جیسا کہ ابن نجیم مصریؒ نے بحر الرائق میں تصریح کی ہے۔
منجملہ اعذار مبیحہ تاخیر للصلوٰۃ اولاد کے لئے کمائی کا عذر ہے جیسا کہ مجتبیٰ میں ہے کہ سعی علی العیال کی وجہ سے نماز کو مؤخر کر دینا جائز ہے۔ چنانچہ اگر کسی عورت کو یہ خطرہ ہو کہ وہ اگر نماز میں مشغول ہو گئی تو اس کا بچہ بھوک کی وجہ سے روئے گا اور اس کو سخت ضرر پہنچے گا اور اگر اس کو دودھ پلائے تو وقت فوت ہو جائے گا تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ بچے کو دودھ پلائے اور نماز کو موخر کر دے۔ قنیہ میں ایسے ہی ہے۔ باب من یبتلی بامرین یختار اھونھما کے ضمن میں کہ جو شخص دو بلاؤں میں مبتلا ہو تو چاہیے کہ آسان کو اختیار کرلے۔ ایسے ہی دایہ کو اگر یہ اندیشہ ہو کہ نماز میں مشغول ہو جانے سے بچہ مر جائے گا تو اس کے لئے نماز کو موخر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بحر الرائق میں ولوالجی سے ایسے ہی نقل کیا گیا ہے۔ ان اعذار میں سے ایک اپنی جان پر اور اپنے مال پر خوف کا ہونا بھی ہے۔ مثلاً مسافر کو اگر یہ اندیشہ ہو کہ نماز میں مشغول ہو جانے سے وہ رفقاء سے پیچھے رہ جائے گا اور راستہ چور ڈاکوؤں سے پر خطر ہو تو اس کے لئے بھی نماز کو موخر کر دینا جائز ہے۔ (خزانۃ الروایات)
نیز منجملہ اعذار کے ایک فریاد چاہنے والے کی فریاد رسی کرنا بھی ہے۔ ایسی صورت میں جبکہ فریاد رسی نہ کرنے سے فریاد چاہنے والے کی ہلاکت کا اندیشہ ہو مثلاً کسی ڈوبے ہوئے کو دیکھے یا جلتے ہوئے کو دیکھے اور اس کو یہ اندیشہ ہو کہ اگر اس کو بچائے گا تو نماز کا وقت فوت ہو جائے گا تو اس کو بچانا اور فریاد رسی کرنا اولیٰ ہے اس لئے کہ نماز کا بدل موجود ہے یعنی قضا لیکن ہلاک ہونے والے کا کوئی بدل موجود نہیں ہے۔ (مطالب المومنین)
نیز ان اعذار میں سے ایک عذر شکست کا خوف ہے جبکہ تلواریں چمک رہی ہوں

اور سپاہیوں کی صفیں بھڑ رہی ہوں تو ایسی صورت میں نماز کو موخر کر دینا جائز ہے جیسا کہ روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق کے موقع پر ایسی صورت میں چند نمازوں کو موخر کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

س: نماز میں داخل ہونا سنت کے ساتھ ہوتا ہے یا فرض کے ساتھ؟

ج: دونوں کے ساتھ چونکہ تکبیر فرض ہے اور رفع یدین سنت ہے۔

فائدہ: یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جن میں امام ابو یوسفؒ متحیر رہ گئے تھے۔ قصہ اس طریقہ پر ہے کہ امام ابو یوسفؒ امام ابو حنیفہ کی اجازت کے بغیر پڑھانے کے لئے بیٹھ گئے۔ امام ابو حنیفہؒ نے ایک شخص کو پانچ سوال لے کر بھیجا جن کے جواب میں امام ابو یوسفؒ سے خطا واقع ہوئی۔ پہلا سوال یہ تھا کہ ایک دھوبی نے اولاً کپڑے کا انکار کر دیا پھر کپڑا دھو کر لایا۔ آیا وہ اجرت کا مستحق ہے یا نہیں۔ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ہاں اجرت کا مستحق ہے۔ سائل نے کہا کہ آپ نے غلط کہا۔ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اجرت کا مستحق نہیں۔ سائل نے کہا کہ اب بھی آپ نے غلط کہا۔ پس امام ابو یوسفؒ متحیر رہ گئے۔ پھر سائل نے کہا کہ اس مسئلہ میں تفصیل ہے۔ اگر کپڑے کا دھلنا انکار سے پہلے پایا گیا تھا تو اجرت کا مستحق ہوگا ورنہ نہیں۔ یعنی بالاجمال حکم لگانا باطل ہے۔ دوسرا سوال یہ تھا کہ نماز میں داخل ہونا فرض کے ساتھ ہوتا ہے یا سنت کے ساتھ؟ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ فرض کے ساتھ۔ سائل نے اس کو غلط قرار دیا۔ پھر فرمایا کہ سنت کے ساتھ۔ سائل نے اس کو بھی غلط قرار دیا۔ پھر سائل نے کہا کہ دونوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ تیسرا سوال یہ تھا کہ ایک ہانڈی چولھے پر رکھی ہوئی ہے جس میں گوشت اور شوربا ہے۔ اڑتا ہوا پرندہ اس میں گر گیا آیا وہ دونوں کھائے جائیں گے یا نہیں؟ (گوشت و شوربا) امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ دونوں کھائے جائیں گے۔ سائل نے اس کو غلط قرار دیا۔ اس پر امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ پھر دونوں نہیں کھائے جائیں گے۔

سائل نے اس کو بھی غلط قرار دیا۔ پھر اس نے بتلایا کہ اگر گوشت پرندے کے گرنے سے پہلے پک چکا تھا تو اس کو تین مرتبہ دھلنے سے کھالیا جائے گا اور شوربے کو پھینک دیا جائے گا ورنہ کل کو پھینک دیا جائے گا۔ چوتھا سوال یہ تھا کہ ایک مسلمان کی ذمیہ بیوی تھی جو بحالت حمل مرگئی۔ اس کو کس کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے قبرستان میں۔ سائل نے کہا کہ آپ نے غلط فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ کافروں کے مقابر میں سائل نے اس کو بھی غلط قرار دیا۔ پھر سائل نے بتلایا کہ یہود کے مقابر میں دفن کیا جائے گا مگر اس کا چہرہ قبلہ سے پھیر دیا جائے گا تا کہ بچہ کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو جائے چونکہ پیٹ میں بچہ کا چہرہ ماں کی پیٹھ کی طرف ہوتا ہے۔ پانچواں سوال یہ تھا کہ کسی شخص کی ام ولد اگر بغیر آقا کی اجازت کے نکاح کرلے اور آقا مر جائے تو آیا اس پر عدت واجب ہے یا نہیں۔ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ہاں عدت واجب ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ واجب نہیں۔ سائل نے کہا کہ یہ بھی غلط ہے، جس پر امام ابو یوسفؒ حیران رہ گئے۔ اس کے بعد قاصد نے بتلایا کہ اگر شوہر نے اس کے ساتھ دخول کرلیا ہو تب تو عدت واجب نہیں ورنہ عدت واجب ہے۔ اس پر امام ابو یوسفؒ کو اپنی تقصیر پر آگاہی ہو گئی اور وہ شرمندہ ہوئے۔ (الاشباہ والنظائر)

بندہ عبدالحی لکھنوی کہتا ہے کہ اس حکایت میں چند اشارات اور تنبیہات ہیں۔ اوّل یہ کہ طالب علم کے لئے مناسب نہیں کہ وہ بغیر اپنے استاذ کی اجازت کے وعظ و تدریس کے لئے بیٹھ جائے۔ غور کا مقام ہے کہ امام ابو یوسفؒ جیسی شخصیت اپنے استاذ کی اطلاع کے بغیر تدریس کے لئے بیٹھ جانے پر کیسے شرمندہ ہوئے اور حسرت کی اس لئے کہ استاذ کے طالب علم کے اوپر بہت سارے حقوق ہوتے ہیں۔ چنانچہ شرعۃ الاسلام میں ہے کہ استاذ کے حق کو ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حق پر مقدم کرنا چاہیے اور مطالب

المومنین میں ہے کہ متعلم کے لئے اپنے استاذ کی تعظیم ضروری ہے تاکہ علم کی برکت ظاہر ہو۔ اس لئے کہ استاذ کی تحقیر علم کی برکت کو ضائع کر دیتی ہے۔ اور امام اعظمؒ کے وصایا میں ہے جو انھوں نے امام ابو یوسفؒ کو فرمائی ہیں کہ موت کو یاد رکھنا اور اساتذہ اور ان لوگوں کے لئے دعاء مغفرت کرنا جن سے تم نے علم سیکھا۔

دوسرے اس واقعہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اپنے سے بڑوں کی موجودگی میں اپنی شہرت کی طرف رغبت نہیں ہونی چاہیے۔ اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ جو شخص قبل از وقت کسی چیز میں جلدی کرتا ہے تو سزا اس سے محروم کر دیا جاتا ہے جیسا کہ امام ابو یوسفؒ نے اپنے شیخ کی حیات میں مجلس منعقد کی مگر محروم کر دیئے گئے۔ تیسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اپنے نفس کے کمال پر خوش نہیں ہونا چاہیے خواہ کمال از قبیل عبادت ہو یا از قبیل علم اس لئے کہ جس شخص کو اس کا علم گھمنڈ میں ڈالدے تو وہ اس کے کچھ کام نہیں آئے گا جیسا کہ واقعہ مذکورہ میں امام ابو یوسفؒ نے اپنے علم پر گھمنڈ کیا۔ پس کیسے شرمندہ ہوئے ظاہر ہے۔ اور جب یہ کیفیت ختم ہو گئی تو علم کی برکات کا ظہور ہوا جس کی دلیل یہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ ایک مرتبہ سخت مریض ہوئے۔ امام ابو حنیفہؒ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور اناللہ پڑھتے ہوئے کہا کہ اگر لوگوں کو تمھاری موت کا صدمہ پہنچ گیا تو تمھارے ساتھ علم کثیر چلا جائے گا۔ پھر جب اللہ نے ان کو شفا دی تو اپنے نفس کو علم کی خدمت کے لئے وقف کر دیا اور مجلس علم منعقد کی جس میں آپ کی طرف اس دور کے لوگوں کا رجوع ہوا۔ یہ سب آپ کے استاذ کی تصویب کی بدولت ہوا۔ چوتھی بات اس سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ مفتی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ جواب دینے میں جلدی کرے۔ اس لئے کہ اس سے خرابی واقع ہوتی ہے جیسا کہ امام ابو یوسفؒ نے سائل کے جواب میں

جلدی کی جس کی وجہ سے حیرانی میں پڑے پانچواں اشارہ یہ ہے کہ یہ سوال کا جواب مطلق طریقہ پر نہ دے بلکہ جس سوال کے جواب میں اطلاق مناسب ہو وہاں جواب علی الاطلاق دے اور جو تفصیل کا موقع ہو وہاں پر جواب تفصیل سے دے۔ چنانچہ امام ابو یوسفؒ کی حیرانی کی وجہ ہر سوال کے جواب کو مطلق رکھنا ہوئی۔ چھٹی چیز یہ معلوم ہوتی ہے کہ استاذ اور عالم کے لئے اپنے سے ادنیٰ کا امتحان لینا جائز ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ نے امام ابو یوسفؒ کا امتحان لیا۔ نیز روایت میں بھی آتا ہے کہ حضورؐ نے صحابہؓ کا امتحان لیا۔ ساتویں چیز یہ معلوم ہوتی ہے کہ مفتی اور عالم کو مسئلہ پوچھنے والے پر ناراض نہیں ہونا چاہیے خواہ وہ سوال میں تشدد کرے اور جواب میں غلطی نکالے۔ جیسا کہ مذکورہ واقعہ میں سائل نے امام ابو یوسفؒ کے جواب کو ہر مرتبہ غلط قرار دیا مگر امام ابو یوسفؒ کو ناراضگی یا رنجیدگی نہ ہوئی۔ آٹھویں بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ عالم کو کہنے والے کی بات تسلیم کر لینی چاہیے جبکہ وہ حق ہو اور مردوں کی پہچان حق کی وجہ سے کرنی چاہیے نہ کہ حق کی پہچان مردوں سے ہے چنانچہ اس واقعہ میں امام ابو یوسفؒ نے ان پانچوں مسائل کا حکم وہ تسلیم کر لیا جس کو سائل نے بیان کیا حق کو اپنے میں منحصر نہیں سمجھا۔

س: وہ کونسی چار رکعتیں ہیں جن میں دو رکعت فرض ہو اور دو رکعت نفل؟

ج: وہ مسافر کی نماز ہے جبکہ وہ پوری پڑھ لے قصر نہ کرے تو دو رکعت فرض ہوں گی اور اخیر کی دو رکعت نفل۔ (وقایہ)

س: اگر کوئی شخص نماز کی حالت میں امر منکر دیکھے کیا نماز توڑنا جائز ہے؟

ج: اگر نماز پوری کرنے کے ساتھ وہ امر فوت نہ ہوتا ہو تو نماز نہ توڑے بلکہ نماز کے بعد اس منکر سے روکے کہ اس صورت میں دونوں کا جمع ممکن ہے اور اگر فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا تو اپنی ذات کے لئے ہے یا غیر کے لئے اگر اپنی ذات کے لئے ہے تو نماز توڑنا جائز ہے جیسے

چور کو اپنا مال چوری کرتا دیکھے چاہے ایک ہی درہم ہو البتہ اولیٰ یہ ہے کہ نماز نہ توڑے اور اگر غیر سے متعلق ہے تو اولیٰ یہ ہے کہ نماز توڑ دے۔ اگر نہیں توڑے گا تو گنہگار ہو گا۔ (نصاب الاحتساب)

سوال:۔ ایسی کونسی نماز ہے کہ جس میں ایک رکعت میں قرأت چھوڑنے سے وہ نماز باطل ہو جائے گی۔

جواب:۔ فجر اور وتر کی نماز (بحر الرائق) فی باب قضاء الفوائت

مایتعلق باوقات الصلوٰۃ

(اوقات صلوٰۃ سے متعلق مسائل)

س: ایسا کونسا مکلف ہے جس پر عشاء اور وتر کی نماز واجب نہیں؟

ج: وہ شخص ہے جس سے عشاء کا وقت فوت ہو جیسے اہل بلغار یہ کہ ان پر شفق کے غروب ہونے سے پہلے ہی سورج طلوع ہو جاتا ہے اور یہ کیفیت گرمی کے چلہ تک رہتی ہے۔

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک وہ عشاء اور وتر دونوں کے مکلف ہیں ان کے لئے ادا کرنا واجب ہے۔ قضا کی نیت نہیں کریں گے چونکہ انھوں نے ادا کا وقت ہی نہیں پایا اور قضا ادا کی فرع ہے اسی کو تمرتاشی نے صحیح کہا ہے ابن شحنہ کی اتباع کرتے ہوئے۔ اسی پر برہان کا فتویٰ ہے۔

مگر امام زیلعیؒ نے اس قول کو شرح کنز میں رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ عشاء وتر کا وجوب ایسے شخص کے حق میں غیر معقول ہے چونکہ سبب وجوب نہیں پایا گیا۔ نیز جب قضاء کی نیت نہیں کی جائے گی تو لامحالہ اس کو ادا کہا جائے گا اور اداء وقت کا فریضہ ہے درانحالیکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہے۔ اس لئے کہ طلوع فجر کے بعد عشاء کا وقت ہی باقی نہیں رہا۔ محقق ابن ہمام نے فرمایا ہے کہ بقالی نے ایسے لوگوں کے متعلق عشاء اور وتر کے واجب نہ ہونے کا فتویٰ دیا ہے جنھوں نے وقت کو نہیں پایا چونکہ سبب نہیں پایا گیا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ وضو میں غسل یدین اس سے ساقط ہو جاتا ہے جس کے دونوں

ہاتھ کہنیوں سے کٹے ہوئے ہوں حالانکہ ہاتھوں کا دھونا فرض ہے۔

اعتراض: مگر اہل نظر کے نزدیک دونوں باتوں میں فرق ہے یعنی محل فرض کا نہ ہونا اور چیز ہے اور سبب جعلی کا نہ پایا جانا اور چیز ہے۔ چونکہ وقت تو صرف ایسا سبب ہے جو وجوب نفس الامر کے لئے علامت مقرر کیا گیا ہے۔ لہٰذا وہ صرف نماز کے وجوب کے لئے معرف کے درجہ میں ہے اور یہ بات جائز ہے کہ کسی شے کے بہت سے معرف ہوں اور وقت کا نہ پایا جانا بمنزلہ معرف کے نہ پائے جانے کے ہے اور ایک دلیل کے منتفی ہو جانے سے اس شے کا انتفاء لازم نہیں آتا چونکہ ممکن ہے کہ وہ کسی دوسری دلیل سے ثابت ہو اور ایسا یہاں پر موجود ہے اور وہ دلیل وجوب یا وہ احادیث ہیں جو واقعہ معراج سے متعلق ہیں کہ اللہ نے اولاً پچاس نمازیں فرض فرمائیں اور پھر ان کو کم کر کے پانچ نمازیں باقی رہیں جن کا مشروع ہونا عام ہے تمام آفاق کے لئے ہے اس میں کسی ایک خطہ کا تعین نہیں ہے۔

نیز روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر فرمایا۔ صحابہؓ کا بیان ہے کہ ہم نے اس کے ٹھہرنے کی مدت کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ چالیس دن تک رہے گا۔ ایک دن ایک سال کے مانند ہوگا اور ایک دن ایک مہینہ جیسا اور ایک دن ایک ہفتہ جیسا باقی دن تمہارے دنوں جیسے ہی ہوں گے۔ ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ اس کا وہ ایک دن جو ایک سال کے مانند ہوگا کیا اس میں ایک دن کی نماز ہمارے لئے کافی ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں بلکہ پورے سال کی نمازوں کا اندازہ لگانا ہوگا۔ (رواہ مسلم) دیکھئے آپؐ نے ایک دن میں تین سو سے زائد عصر کی نمازوں کو واجب کہا ہے سائے کے ایک مثل یا دو مثل ہونے سے پہلے اور باقی نمازیں بھی اسی قیاس پر ہوں گی۔

پس ان روایات سے معلوم ہوا کہ حقیقت میں ایک دن میں علی العموم پانچ نمازیں سب پر واجب ہیں اور اوقات کی تقسیم ان لوگوں کے حق میں ہے کہ جو ان اوقات کو پائیں۔ معلوم ہوا کہ اگر کوئی وقت کو نہ پائے جیسا کہ اہل بلغار تو نماز واجب

ان پر بھی رہے گی۔ وقت کے نہ پائے جانے سے وجوب نفس الامری ساقط نہیں ہوگا۔
نیز روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے اپنے بندوں پر پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں۔
مگر علامہ برہان حلبیؒ نے شرح منیہ میں اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ جیسے یہ امر ثابت ہے کہ فرض نمازیں پانچ ہیں ایسے ہی یہ بھی ثابت ہے کہ ان کے وجوب کے کچھ اسباب اور شرائط ہیں جن کے بغیر وجوب متحقق نہیں ہوگا۔ رہ گیا تمہارا یہ کہنا کہ پانچ نمازیں علی العموم واجب ہیں جیسا کہ لیلۃ المعراج کی روایات سے معلوم ہوتا ہے تو اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ وجوب عام ہر اس شخص کے حق میں ہے جس کے حق میں شرط وجوب اور اسباب وجوب پائے جا رہے ہوں تب تو مسلم ہے اور اس سے ہم پر کوئی اعتراض نہیں پڑتا اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ وجوب عام ہر مکلف کے حق میں ہے اور مطلقاً ہر دن میں ہے تو یہ قول ظاہر البطلان ہے چونکہ اتفاقی مسئلہ ہے کہ حائضہ اگر طلوع الشمس کے بعد پاک ہو تو اس پر اس دن میں چار نمازیں فرض ہیں نہ کہ پانچ تو یہ عموم کہاں باقی رہا۔
اعتراض: اس مثال پر بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ مذکورہ مثال میں پانچ نمازوں کا واجب نہ ہونا تو شرط کے فوت نہ ہونے کی وجہ سے ہے چونکہ نماز کے واجب ہونے کے لئے حیض سے پاک ہونا شرط ہے اس لئے اسے مثال میں پیش کرنا درست نہیں ہے۔
جواب: مگر اس کا ان حضرات نے یہ جواب دیا ہے کہ اہل بلغار وغیرہ کے حق میں عشاء و وتر کا واجب نہ ہونا بھی تو شرط و سبب کے فوت ہونے کی وجہ سے ہے جو کہ وقت ہے۔
نیز وہ کافر جو ایک یا اکثر اوقات کے ختم ہونے کے بعد ایمان لائے تو اس پر بھی بقیہ دن کی نمازیں واجب ہوں گی نہ کہ علی الاطلاق پورے دن کی نماز چونکہ وجوب صلوٰۃ کی شرط نہیں یعنی اسلام مفقود ہے جبکہ اس میں تقصیر کافر کی جانب سے

ہے بر خلاف ان لوگوں کے جو نمازوں کے اوقات ہی نہ پائیں کہ اس میں ان کا کچھ تصور ہی نہیں ہے پھر بھلا ان کے حق میں علی الاطلاق پانچ نمازوں کے وجوب کا حکم کس بنیاد پر ہے۔

رہ گیا حدیث دجال پر قیاس سو وہ بھی درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ اوّلاً تو اسباب مقرر کرنے میں عقل وقیاس کا کوئی دخل ہی نہیں ہے اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو قیاس ان چیزوں میں ہو سکتا ہے جو معقول ہوں اور حدیث دجال کا حکم خود خلاف قیاس ہے۔ اس پر دوسری چیز کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ شیخ اکمل الدین نے شرح مشارق میں قاضی عیاض سے نقل کیا ہے کہ یہ حکم اُسی زمانہ کے ساتھ مخصوص ہوگا اس لئے کہ شارع نے ہمیں ایسا ہی حکم دیا ہے۔ اگر اس کو ہمارے اجتہاد پر چھوڑ دیا جاتا تو ہمارے لئے اس دن میں پانچ نمازیں ہی کافی ہوتیں۔

نیز اگر قیاس کو تسلیم بھی کر لیں تو مقیس اور مقیس علیہ میں مساوات ہونی چاہیے درانحالیکہ ان میں یہاں کوئی مساوات نہیں ہے۔ چونکہ مختلف فیہا میں اتنا وقت ہی نہیں پایا گیا جس میں اندازہ کر کے عشاء پڑھی جائے۔ اور حدیث دجال میں نماز کا وقت موجود ہے جو کہ طویل ہے اسی میں اندازہ کر کے پورے سال کی نمازوں کا حکم دیا گیا ہے اور پھر اس اندازہ کے بعد دوسری نماز کا وقت شروع ہو جائے گا یعنی ہر نماز کے لئے ایک وقت متعین کیا جائے گا جو اسی نماز کا وقت ہوگا دوسری نماز کا نہیں جب وہ وقت ختم ہو جائے گا تو نماز قضا ہو گی جیسا کہ باقی ایام میں ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ یوم دجال میں زوال اور سایہ کا ایک مثل یا دو مثل ہونا غروب شمس غیوبت شفق اور طلوع فجر سب موجود ہیں۔ حکم شرع کی تقدیر کی وجہ سے اور یہاں پر ایسا نہیں ہے۔ اس لئے کہ جو وقت موجود ہے یا تو وہ ان کے حق میں مغرب کا وقت ہے یا بالاتفاق فجر کا وقت ہے لہٰذا اس کو یوم دجال پر قیاس کرنا درست نہیں ہوگا۔

نیز ہماری مذکورہ تقریر سے اس شخص کے درمیان جس کے دونوں ہاتھ

کہنیوں سے یا دونوں پیر ٹخنوں سے کٹے ہوئے ہوں اور اس مسئلہ کے درمیان بھی فرق کا نہ ہونا ظاہر ہو گیا۔ (کما ذکرہ البقالی) چونکہ جیسے وہاں وظیفہ غسل ید والرجل عدم شرط کی وجہ سے ساقط ہو گیا ہے ایسے ہی اس مسئلہ میں نماز بھی عدم شرط بلکہ عدم سبب کی وجہ سے ساقط ہو جائے گی۔

نیز جیسے مقطوع الید والرجل والے مسئلہ میں کہنی سے اوپر والے حصہ کو ید کا خلیفہ نہیں سمجھا گیا چونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں تھی ایسے ہی مذکورہ مسئلہ میں وقت مغرب یا وقت فجر کے جز کو وقت عشاء کا خلیفہ قرار دینے پر بھی کوئی دلیل وارد نہیں ہوئی ہے اس لئے اس کو وقت عشاء کا بدل قرار نہیں دیا جائے گا۔

نیز جیسا کہ بالاتفاق نمازیں پانچ ہیں ایسے ہی وضو کے فرائض بھی بالاتفاق چار ہیں اور جیسے نماز ہر مکلف پر پانچ سے کم واجب نہیں ایسے ہی فرائض وضو چار سے کم نہیں ہو سکتے لیکن تمام اسباب و شرائط وجوب کا پایا جانا وضو میں ضروری ہے لہٰذا نماز کے حق میں بھی شرائط کے پائے جانے کو ضروری قرار دیا جائے گا۔ واللہ اعلم۔

بندہ عبد الحی کہتا ہے کہ فقہاء کی ایک جماعت نے اسی مذہب کو اختیار کیا ہے کہ ایسے لوگ عشاء و وتر کے مکلف نہیں ہیں۔ کنز ودرر اور ملتقی میں اسی پر فتویٰ ہے۔ شرنبلالی نے اسے ہی راجح کہا ہے بقالی نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔ حلوائی نے بھی پہلے قول سے رجوع کر کے قول ثانی کی موافقت فرمائی ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں۔ فقہاء نے دونوں ہی کی تصحیح فرمائی ہے۔

س: ایسا کونسا دن ہے جس میں انسان پر سایہ کے ایک مثل یا دو مثل ہونے سے پہلے تین سو سے زائد عصر کی نمازیں واجب ہوں؟

ج: دجال کے نکلنے کے دنوں میں سے وہ ہو گا جو ایک سال کے برابر ہو گا۔

س: وہ کونسی فجر کی نماز ہے جس میں تغلیس یعنی اندھیرے میں پڑھنا احناف کے نزدیک مستحب ہے؟

ج: حاجیوں کے لئے مزدلفہ میں فجر کی نماز۔ (کمافی الوقایہ)

س: عصر کا وقت سایہ کے ایک مثل ہونے سے شروع ہوتا ہے یا دو مثل ہونے پر؟
ج: اس میں تین قول ہیں۔ (۱) اسد بن عمرؒ نے امام ابو حنیفہؒ کی ایک شاذ روایت نقل کی ہے کہ ان کے نزدیک سایہ ایک مثل ہو جانے سے ظہر کا وقت تو نکل جاتا ہے مگر عصر کا وقت داخل نہیں ہوتا بلکہ عصر کا وقت اس وقت داخل ہوتا ہے جبکہ سایہ دو مثل ہو جائے۔ مطلب یہ ہے کہ ظہر و عصر کے درمیان کچھ وقت مہمل ہے۔ (۲) امام ابو حنیفہؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ سایہ دو مثل ہو جانے پر ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ (۳) صاحبین کے نزدیک ظہر کا وقت ایک مثل پر ختم ہو جاتا ہے اور عصر کا وقت داخل ہو جاتا ہے۔ (جامع المضمرات) کذا فی الحمادیہ عن الظہیریہ والفتوی علی قولهما و عن التلبیس۔

در مختار میں امام صاحب سے ایک روایت صاحبین کے مثل نقل کی گئی ہے۔ یہی امام زفر اور ائمہ ثلثہ کا قول ہے۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ وفی البرہان وهو الاظہر یعنی برہان میں اسی کو اظہر کہا ہے چونکہ جبرئیل علیہ السلام کے بیان سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اور آپ کا بیان اوقات کے متعلق نص کے درجہ میں ہے۔ فیض میں ہے کہ اسی پر اس زمانہ میں عمل اور فتویٰ ہے۔

خزانۃ الروایات میں ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے ظہر کے وقت کے ختم ہونے اور وقت عصر کے شروع ہونے کے متعلق صاحبینؒ کے قول ہی کی طرف رجوع فرمالیا ہے۔

صاحبینؒ کے قول کو اختیار کرنے کی وجہ درحقیقت وہ روایت ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امامت کرائی بیت اللہ کے پاس دو مرتبہ پہلے دن ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جبکہ سایہ اصلی مثل شراک (تسمہ) کے ہو گیا اور عصر سایہ کے ایک مثل ہو جانے پر پڑھائی۔ مغرب سورج کے غروب ہونے کے بعد پڑھائی جس وقت روزہ دار افطار کر لیتے ہیں اور عشاء شفق احمر کے غائب ہونے

پر پڑھائی اور پھر اس وقت پڑھائی۔ جو نہی فجر چمکی یعنی اول وقت میں اور دوسرے دن ظہر ایک مثل ہونے پر پڑھائی جس وقت پہلے دن عصر کی پڑھائی تھی اور عصر سایہ کے دو مثل ہو جانے کے بعد پڑھائی اور مغرب اسی وقت پڑھائی جس وقت پہلے دن پڑھائی تھی اور عشاء رات کے دو تہائی حصہ گزرنے کے بعد پڑھی اور پھر اسی وقت پڑھائی جبکہ زمین روشن ہوگئی تھی پھر جبرئیلؑ آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے محمدؐ کہ یہ آپ سے پہلے انبیاء کی نمازوں کے اوقات رہے ہیں اور آپ کے لئے ان دونوں کے درمیان کا وقت نماز کا وقت ہے۔ (رواہ ابوداؤد و الترمذی كذا قال الزيلعیؒ فی تخريج احاديث الهدايه)

مگر ارباب تصانیف نے امام ابو حنیفہؒ ہی کے قول کو اختیار کیا ہے اور اسی پر اعتماد کیا ہے۔ چنانچہ بحرالرائق میں ہے انـهـا الـمـذكـورة فی الاصل و هو الصحيح۔ اور نہایہ میں ہے انها ظاهر الرواية عن ابی حنيفة اسی کو برہان الشریعہ محبوبی نے اختیار کیا ہے۔ اسی پر نسفیؒ نے اعتماد کیا ہے۔ صدر الشریعہ نے اسی کی موافقت کی ہے اور امام صاحب کی دلیل کو ترجیح دی ہے غیاثیہ میں ہے هو المختار شرح المجمع وغیرہم میں ہے انه المذهب۔ ان تمام تصریحات سے ثابت ہوا کہ امام صاحب کا مذہب وہ نہیں جو صاحبینؒ کا ہے۔ رہ گیا امام طحاویؒ کا یہ کہنا وبقولهما ناخذ کہ ہم صاحبینؒ کے قول کو اختیار کرتے ہیں وہ احناف کے مذہب ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ سراج منیر میں ہے کہ امام صاحب کے قول پر ہی فتویٰ ہے۔ جامع رموز میں ہے کہ مثلین کے قول کی تقدیم سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہی قول مفتی بہ ہے۔ صاحب ہدایہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ امام صاحب کے مسلک کی دلیل کو موخر ذکر کیا جیسا کہ آپ کی عادت ہے کہ قول معتمد کی دلیل آخر میں بیان فرماتے ہیں۔

صاحبینؒ کے دلائل کا جواب امام صاحب کی طرف سے یہ دیا جاسکتا ہے کہ دلائل کے متعارض ہونے کی وجہ سے ظہر کے وقت کے نکلنے میں شک ہو گیا اور

عصر کے وقت کے داخل ہونے میں شک ہو گیا لہٰذا شک کی صورت میں صاحبین کا قول کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔ ہاں احتیاط اسی میں ہے کہ حکم دو مثل پر لگایا جائے جیسا کہ امام صاحب کا قول ہے۔ (نافع شرح قدوری) امام نسفیؒ نے منافع میں فرمایا ہے کہ اس جگہ تعارض سے مراد روایات حدیث کا تعارض ہے اس لئے کہ بعض روایات میں ہے کہ جبرئیلؑ نے دوسرے دن امامت اس وقت کرائی جبکہ ہر شے کا سایہ ایک مثل ہو گیا تھا اور بعض میں ہے کہ جبکہ سایہ دو مثل ہو گیا تھا۔

بعض نے کہا ہے کہ اس تعارض سے تعارض آثار مراد ہو سکتا ہے چونکہ حضورؐ نے فرمایا ہے ابردوا باالظھر فان شدة الحر من فیح جھنم اور صاحبینؒ کے دیار میں سخت گرمی کا وقت ایک مثل کے پہلے پہلے ہوتا ہو گا لہٰذا یہ حدیث امامت جبرئیلؑ کی حدیث کے مخالف ہو گئی جس کی وجہ سے شک واقع ہو گیا لہٰذا جو چیز یقین سے ثابت ہے اس کو شک کی وجہ سے ختم نہیں کیا جا سکتا۔

بندہ کی رائے میں صاحبینؒ کا قول قوی ہے دلائل کے اعتبار سے لہٰذا جن لوگوں نے امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیا ہے ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس مسئلہ کی تفصیل موطا امام محمد کے حاشیہ التعلیق الممجد میں موجود ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے۔ پھر احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ظہر ایک مثل پر پڑھے اور عصر بعد دو مثل کے پڑھے تاکہ اختلاف سے بچ جائے اس لئے کہ ایسی شکل اختیار کرنا جس میں علماء مختلف نہ ہوں مستحب ہے۔ (عالمگیری) حمادیہ میں ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے کہ ظہر کو ایک مثل سے موخر نہ کرے اور عصر کو دو مثل سے قبل نہ پڑھے۔ (ظہیریہ) انتہیٰ۔

مایتعلق بالاذان والاقامة والاجابة

(اذان اور تکبیر اور ان کے جواب کے متعلق مسائل)

اس باب میں چند تشریحات ہیں تشریح اول اذان کے بارے میں ہے۔

ابن منذر کے نزدیک جماعت کے لئے اذان فرض ہے خواہ حضر ہو یا سفر۔ امام مالکؒ کے نزدیک مساجد کی جماعت کے لئے اذان فرض ہے۔ عطاء و مجاہد

فرماتے ہیں کہ کوئی بھی نماز بغیر اذان و تکبیر کے جائز نہیں۔ یہی امام اوزاعیؒ کا قول ہے۔ عدوی فرماتے ہیں کہ امام احمدؒ کے نزدیک اذان فرض کفایہ ہے۔ ظاہریہ کہتے ہیں کہ اذان و تکبیر ہر نماز کے لئے واجب ہیں۔ بغیر اذان و تکبیر کے نماز کی صحت میں علماء کا اختلاف ہے۔

امام شافعیؒ و اسحاقؒ کے نزدیک اذان و اقامت سنت ہے۔ امام نوویؒ نے فرمایا کہ یہی جمہور علماء کا قول ہے۔ یہی عام مشائخ احناف کا قول ہے اسی پر کتب حنفیہ کی تصریحات ہیں۔ (نہایہ)

ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ اذان واجب ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر کسی شہر والے اذان کے چھوڑنے پر اتفاق کرلیں تو ہم ان سے اس بارے میں جنگ و جدال کریں گے۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ قتال ایک امر خیر کے ترک پر اجتماع کی وجہ سے ہے اس سے اذان کا وجوب معلوم نہیں ہوتا۔ (فتح القدیر)

پر اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اذان افضل ہے یا امامت۔ بعض کا قول یہ ہے کہ اذان افضل ہے جس کی دلیل اللہ رب العزت کا قول ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللہ وعمل صالحاً ہے۔ سیدتنا حضرت عائشہؓ نے اس کی تفسیر اذان کے ساتھ فرمائی ہے۔ ایسے ہی حدیث میں ہے کہ موذن لوگوں کی گردنیں قیامت کے دن سب سے اونچی ہوں گی۔ بعض نے فرمایا ہے کہ امامت افضل ہے چونکہ خلفاء وغیرہ نے اسی کو اپنایا ہے۔ (بحرالرائق)

مسئلہ: اذان پر اجرت لینا مکروہ نہیں ہے۔ (مختار الفتاویٰ)

مسئلہ: امام ابو یوسفؒ کے نزدیک سواری کی حالت میں اذان مکروہ نہیں ہے اور امام صاحب کے نزدیک سواری پر چڑھ کر اذان کہنا حضر میں مکروہ ہیں سفر میں نہیں۔ (مطالب المومنین)

مسئلہ: محدث (بے وضو) کی اقامت (تکبیر) تو مکروہ ہے مگر اذان مکروہ نہیں اور

ناپاک کی اذان بھی مکروہ ہے۔ایسے ہی مجنوں، بیہوش، عورت کی اذان بھی مکروہ ہے۔(مواہب الرحمٰن)

عمدہ بات یہ ہے کہ جنبی یعنی ناپاک کی اذان تو لوٹائی جائے گی تکبیر نہیں چونکہ اذان کا مکرر ہونا تو جائز ہے جیسا کہ جمعہ میں مگر تکبیر کا تکرار مشروع نہیں۔(حمادیہ عن شرح الحمیدی للھدایہ)

مسئلہ: بیٹھ کر اذان پڑھنا مکروہ ہے۔ہاں اگر صرف اپنی نماز کے لئے پڑھے تو جائز ہے۔(اشباہ والنظائر)

مسئلہ: ہجڑے اور فاسق کی اذان مکروہ ہے خواہ عالم ہی ہوں۔ نیز مدہوش اور ایسے بچے کی اذان جو کہ عقل نہ رکھتا ہو۔(در مختار)

مسئلہ: ایسے بچہ کی اذان جو کہ عقل رکھتا ہو بلا کراہت درست ہے۔(حمادیہ عن تحفۃ الفقہاء)

مسئلہ: اذان واقامت کے وقت بلا ضرورت کھنکارنا مکروہ ہے چونکہ یہ بدعت ہے۔

مسئلہ: اذان کے درمیان میں بات کرنا ممنوع ہے اگر بات کرلی تو اذان از سر نو پڑھنی ہوگی اگرچہ سلام کیا ہو یا اس کا جواب دیا ہو۔(فتح القدیر) قنیہ میں مجد الائمہ ترجمانی سے منقول ہے کہ اذان کے درمیان اگر کھانسنے کی وجہ سے یا کھنکارنے کی وجہ سے رُکا تب تو اعادہ واجب نہیں اور اگر درمیان میں وقفہ زیادہ ہوا تو اعادہ واجب ہے۔

مسئلہ: اندھے کی اذان امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مکروہ ہے۔ یہی امام شافعیؒ کا قول ہے۔(بنایہ عن المحیط) کنز اور تنویر الابصار میں ہے کہ نابینا کی اذان مکروہ نہیں ہے جیسا کہ غلام اور حرامی اور دیہاتی کی اذان مکروہ نہیں ہے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ مسئلہ میں دو روایتیں ہیں۔ برہان میں یہی تصریح ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ اندھے، حرامی، غلام اور دیہاتی کی اذان مکروہ ہے۔

مسئلہ: مسجد میں کھڑے ہو کر اذان نہ دی جائے۔(فتاویٰ قاضی خاں)

مسئلہ: اذان میں مستحب یہ ہے کہ بلند جگہ کھڑے ہو کر دی جائے اور تکبیر زمین

پر کھڑے ہو کر۔ البتہ اذان مغرب میں مشائخ کا اختلاف ہے۔(قنیہ)

مسئلہ: عورت بیہوش، دیوانہ، مغلوب العقل اگر اذان کہہ دیں تو اعادہ کیا جائے گا۔ فاسق کی اذان کا اعادہ نہیں کیا جائے گا۔ جنبی (ناپاک کی) اذان کے اعادہ کے بارے میں تحریرات مختلف ہیں۔ فتاویٰ قاضی خاں اور ظہیریہ کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اعادہ مستحب ہے اور ہدایہ وغیرہ کی عبارت سے وجوب سمجھا جاتا ہے۔ یہی اصح ہے۔(مجتبیٰ بحرالرائق)

مسئلہ: جو موذن نماز کے اوقات سے واقف نہ ہو اس کو مؤذن کا ثواب نہیں ملے گا۔(قاضی خاں) اذان کا ثبوت اصلاً اور تعیناً حدیث و کتاب اللہ دونوں سے ہے۔ اصل تو اللہ کے قول واذا ناديتم الى الصلوٰة اتخذوها هزواً ولعباً سے ثابت ہے۔(برہان شرح مواہب الرحمٰن)

مسئلہ: اگر مسجد میں موذن حاضر نہ ہو اور لوگ مسجد میں پہنچ جائیں تو وہ دوسری مسجد میں نہ جائیں بلکہ انھیں میں سے ایک اذان دے دے اور نماز پڑھ لے خواہ ایک ہی آدمی ہو چونکہ مسجد میں داخل ہونے والے پر مسجد کا حق ہو جاتا ہے۔(مضمرات)

مسئلہ: خلاصہ میں ہے کہ پانچ باتیں ایسی ہی کہ اگر وہ اذان واقامت کے درمیان میں پائی جاویں تو اذان دیگر کو از سر نو پڑھنا واجب ہے (۱) موذن پر غشی طاری ہو جائے (۲) مر جائے (۳) حدث پیش آجائے (۴) زبان رُک جائے یعنی یاد نہ رہے اور کوئی تلقین کرنے والا نہ ہو (۵) دفعتاً گونگا پن ہو جائے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جب موذن نے اذان شروع کر دی تھی پھر پوری نہ کی تو سننے والوں کے ذہنوں میں یہ بات آئے گی کہ اس نے غلطی کی۔ پس وہ اذان کے منتظر رہیں گے اس لئے اعادہ کیا جائے تاکہ انتظار ختم ہو جائے۔(فتح القدیر) از سر نو مستحب ہونے کی تصریح ظہیریہ اور سراج الوہاج اور مجتبیٰ میں غشی اور حدث اور موت اور ارتداد کے وقت بیان کی گئی ہے۔

مسئلہ: موذن کا اپنی طاقت سے بڑھ کر آواز نکالنا مکروہ ہے۔ (جامع المضمرات)
مسئلہ: فارسی میں اذان دینا کافی نہیں ہے۔ اصح قول یہی ہے خواہ یہ بھی معلوم ہو جائے کہ یہ اذان ہے۔ (مواہب الرحمن) میں کہتا ہوں کہ اس کی تفصیل میرے رسالہ "اکام النفائس فی اداء الاذکار بلسان الفارس" میں دیکھنی چاہیے۔
مسئلہ: جس مسجد میں اذان اور اقامت دیں اگر اس میں نماز نہ پڑھی تو یہ بھی مکروہ ہے کیونکہ اس نے لوگوں کو تو خیر پر جمع کر دیا اور خود جدا ہو گیا۔ (مطالب المومنین عن الحیل)
مسئلہ: ایک موذن کو دو جگہوں میں اذان دینا مکروہ ہے۔ (در مختار)
مسئلہ: تثویب یعنی اذان کے بعد نماز کا دوبارہ اعلان کرنا علماء کوفہ نے اس کو ایجاد کیا ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ امور مسلمین میں مشغول ہونے والوں کو اگر تثویب کر دی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے جیسے امیر، قاضی اور متاخرین فقہاء نے ہر نماز میں مستحسن سمجھا ہے۔ (کفایہ) اس مسئلہ کی مزید تحقیق بندہ کے رسالہ "التحقيق العجيب في التثويب" میں ملاحظہ ہو۔

تشریح ثانی اقامت کے بیان میں

اقامت اذان سے زیادہ موکد سنت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسافر کے لئے تکبیر چھوڑنا مکروہ ہے اذان نہیں۔ (فتح القدیر)
مسئلہ: اگر موذن کے علاوہ کسی اور نے تکبیر پڑھی تو دو صورتیں ہیں۔ (۱) موذن غائب تھا یا موجود۔ اگر غائب ہو تو کوئی کراہت نہیں۔ اگر موجود ہو تو پھر دو صورتیں ہیں۔ وہ اس پر راضی ہے یا ناراض۔ اگر راضی ہے تب بھی ہمارے نزدیک مکروہ نہیں اور یہی قول امام مالک کا ہے اور اگر راضی نہ ہو تو مکروہ ہے۔ (برہان شرح مواہب الرحمن)
مسئلہ: تکبیر میں حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح کے وقت چہرہ دائیں بائیں نہیں پھیرنا چاہیے۔ ہاں اذان میں درست ہے کیونکہ وہ غیر موجود لوگوں کی اطلاع دینے کے لئے دی جاتی ہے۔ اسی لئے حکم ہے کہ اگر مینارہ میں اذان دے رہا ہو تو حی

علی الصلوٰۃ و حی علی الفلاح کے وقت گھوم جائے اور اقامت چونکہ موجودہ لوگوں کو آگاہ کرنے کے لئے ہوتی ہے اور لوگ پہلے سے منتظر بیٹھے ہیں اس لئے اس میں چہرہ گھمانے کی ضرورت نہیں ہے۔(معدن الحقائق عربی)

مسئلہ: اذان میں دونوں کانوں میں انگلیاں دینا سنت ہے تکبیر میں نہیں البتہ امام حسن رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ تکبیر میں بھی دے لے۔(قنیہ)

مسئلہ: تکبیر میں اس غرض سے کچھ تاخیر کر دینا کہ لوگ جماعت کو پالیں یہ جائز ہے۔(مضمرات)

مسئلہ: غلاموں پر تکبیر اور اذان سنت نہیں ہے جیسا کہ فقہاء نے کہا ہے کیونکہ یہ دونوں مشروع جماعت کی سنتوں میں سے ہیں اور غلاموں کی جماعت مشروع نہیں ہے اسی وجہ سے ایام تشریق میں تکبیر تشریق نماز کے بعد ان پر ضروری نہیں ہے۔(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق)

مسئلہ: عورتوں کے لئے بھی اذان و اقامت سنت نہیں ہیں خواہ جماعت سے نماز پڑھیں۔ یہی قول امام احمد، امام مالک، ابوثور و تابعین کی ایک جماعت کا ہے اور امام شافعیؒ کے اس مسئلہ میں تین قول ہیں۔ ان میں اصح مذہب یہ ہے کہ اُن کے لئے اقامت مستحب ہے اذان نہیں۔(کتاب الام) دوسرا قول یہ ہے کہ نہ ان پر اذان مستحب ہے نہ اقامت۔ تیسرا دونوں مستحب ہیں۔

شرح الوجیز میں لکھا ہے کہ یہ اختلاف عام ہے خواہ عورتیں جماعت سے نماز پڑھیں یا تنہا۔(بنایہ) اور سراج کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں پر اقامت نہیں ہے خواہ نماز تنہا پڑھیں یا جماعت سے۔(بحر الرائق) اور برہان اور اس کے متن مواہب الرحمٰن میں لکھا ہے کہ اذان عورتوں کے لئے بالاتفاق مکروہ ہے اور ہم ان کے لئے اقامت کو بھی مسنون نہیں کہتے ہیں باقی تفصیل عورتوں کی جماعت کے متعلق اگر مطلوب ہو تو میرے رسالہ

"تحفۃ الجلساء فی جماعۃ النساء" میں ملاحظہ کیجئے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص اپنے گھر میں نماز پڑھے اور اذان و اقامت چھوڑ دے تو اگر محلہ کی مسجد میں اذان ہو چکی ہو تو وہ اس کے لئے کافی ہے ورنہ اقامت کا چھوڑنا مکروہ ہے۔ (سراجیہ)

مسئلہ: امام کو چاہیے کہ وہ حی علی الصلوٰۃ کے وقت نماز کے لئے کھڑا ہو جائے۔ (ہدایہ، وقایہ) خلاصہ اور خزانہ میں ہے کہ لوگ حی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہو جائیں اور اگر امام صفوں سے باہر ہو پھر صفوں میں داخل ہو جائے تو اصح قول یہ ہے کہ جس جس صف سے امام گذر تا رہے وہ صف کھڑی ہوتی رہے اور امام قد قامت الصلوٰۃ کے پورا ہونے سے پہلے نماز شروع کردے۔ امام حلوائیؒ نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے اور خلاصہ میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ نماز تکبیر پوری ہونے کے بعد شروع کرے۔ (شرح برجندی)

تیسری تشریح

اذان واقامت سننے والوں کے متعلق مسائل کے بارے میں

مسئلہ: جو شخص اذان سنے خواہ ناپاک ہو اس پر اذان کا جواب دینا واجب ہے۔ اور اگر عورت حائضہ ہو یا نفاس والی یا خطبہ کا سننے والا ہو یا جنازہ کی نماز پڑھنے والا ہو یا جماع (صحبت) کرنے والا ہو یا بیت الخلاء میں ہو یا پڑھنے پڑھانے والا ہو تو اس پر اذان کا جواب دینا واجب نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص بوقت اذان قرآن پڑھ رہا ہو تو اس کو جواب دینا چاہیے۔

مسئلہ: اذان کا جواب یہی ہے کہ اذان کے کلمات کو لوٹایا جائے البتہ حی علی الصلوٰۃ و حی علی الفلاح کے وقت لاحول پڑھے اور فجر کی نماز میں الصلوٰۃ خیر من النوم کے جواب میں صدقت و بررت کہے۔ (درمختار)

س: اذان کا جواب زبان سے دینا واجب ہے اذان سن کر یا مسجد میں جانا ضروری ہے یعنی اجابت باللسان واجب ہے یا اجابت بالقدم؟

ج: امام حلوائی فرماتے ہیں کہ اجابت بالقدم بھی کرے۔ چنانچہ اگر کوئی مسجد سے باہر ہو اور محض زبان سے جواب دیتا رہے مسجد کی طرف نہ چلے تو وہ جواب دینے والا نہیں سمجھا جائے گا اور اگر مسجد میں حاضر ہو تو جواب کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس کا مسجد میں حاضر رہنا بمنزلہ جواب کے ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اجابت باللسان (زبان سے جواب دینا) واجب ہے چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یہی ظاہر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم موذن کی آواز سنو تو اسی کے مثل کلمات بولو اور اس امر میں اعراض کرنے کا کوئی قرینہ ظاہر نہیں ہوتا یعنی جواب دینا عمومی طور پر واجب ہے خواہ مسجد ہی میں حاضر ہو۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص چلا جارہا ہو اذان سنائی دے تو بہتر یہی ہے کہ ٹھہر کر جواب دے۔ (قنیہ) چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب کوئی اذان سنے اور اس کے بعد اپنے کسی کام میں مشغول رہے تو ایسا کرنا حرام ہے۔ اور خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اذان سننے کیلئے سوت کاتنا بند کر دیتی تھیں۔ اور ابراہیم صائغ اذان سنتے ہی ہتھوڑی کو اپنے پیچھے ڈال دیا کرتے تھے۔ ایسے ہی سامانی سے منقول ہے کہ امراء بوقت اذان اپنے گھوڑوں کو روک کر اذان کا جواب دیا کرتے تھے۔ نیز خلف نے ایسے شاہد کی شہادت کو رد کر دیا ہے جو حالت اذان میں بیٹنے میں مشغول رہتا ہو۔

س: ظہیر الدین سے اس مسئلہ کے متعلق پوچھا گیا کہ اگر ایک وقت میں مختلف جہات سے اذان سنائی دے تو کیا کرے؟

ج: انہوں نے فرمایا کہ ایسے شخص کے ذمہ اپنی مسجد کی اذان کی اجابت بالفعل واجب ہے۔ (کفایہ)

مسئلہ: اگر موذن اذان دے رہا ہو اور اس کی آواز سن کر کتا بھونکے تو موذن کے لئے جائز ہے کہ اس کو مارے جبکہ اس کا یہ گمان ہو کہ مارنے سے بھونکنے

سے رُک جائے گا۔ (قنیہ عن الوبری)

مسئلہ: بوقت اذان سامع کے لئے درست نہیں کہ وہ تلاوت کرے یا سلام کرے یا سلام کا جواب دے یا اس کے علاوہ کسی اور کام میں مشغول ہو سوائے اذان کے جواب کے۔

مسئلہ: اگر سامع پہلے سے قرأت کر رہا ہو تو اذان سن کر قرأت کو بند کر دے۔ (بحر الرائق)

مسئلہ: خطبہ کی اذان کا جواب بالاتفاق درست نہیں ہے۔ (در مختار)

مگر میرے خیال میں اس میں نظر ہے چونکہ خطبہ کی اذان کے وقت امام صاحب کے نزدیک کلام دنیوی مکروہ ہے اور جواب دینا یہ تو دینی کلام ہے نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس اذان کا جواب دینا ثابت ہے۔ (بخاری)

مسئلہ: اگر مسجد میں بیٹھا ہوا قرأت کر رہا ہو اور اذان ہونے لگے تو قرأت کرتا رہے یعنی قرأت بند نہ کرے۔ یہی مسئلہ اس وقت ہے جبکہ گھر بیٹھ کر قرأت کر رہا ہو مگر اس وقت یہ شرط ہے کہ اس کی مسجد میں اذان نہ ہو رہی ہو۔ (کفایہ)

مسئلہ: ظہیریہ میں ہے کہ جواب دینے والا موذن کی طرح کہتا رہے تمام الفاظ میں۔ مگر شیخ ابن حجرؒ نے شرح بخاری میں کہا ہے کہ بعض احناف اس طرف گئے ہیں کہ حی علی الصلوٰۃ کے جواب میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کہے۔ اور حی علی الفلاح کے جواب میں ماشاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن کہے۔ (شرح برجندی) مگر شیخ دہلوی وغیرہ نے فرمایا ہے کہ ماشاء اللہ کہنے کی کوئی اصل نہیں ہے ہاں حدیث سے حی علتین کے ساتھ حوقلتین ثابت ہے۔ ابن ہمام نے فتح القدیر میں فرمایا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ حی علتین کے ہی ساتھ حوقلتین کو بھی جمع کرے تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔ چونکہ بعض احادیث میں ہے کہ مجیب موذن کی طرح ہے تمام الفاظ میں۔ یہی ہمارے مشائخ کا قول ہے اور بعض نے تفصیل کا قول اختیار کیا ہے۔

مسئلہ: مجیب کے لئے ضروری ہے کہ اذان کے ہر جملے کے بعد اس کا جواب اسی جملے سے دے۔ حضرت عمرؓ اور ابوامامۃ کی حدیث میں اسی کی تصریح ہے۔

مسئلہ: اذان کے بعد وسیلہ کی دعا مانگے۔ (فتح القدیر)

س: اگر موذن کے کلمات کا اس کے ساتھ ساتھ جواب نہ دیا ہو تو کیا اس کے فارغ ہونے کے بعد جواب دینا چاہیے؟

ج: مناسب یہ ہے کہ اگر فصل طویل ہو گیا ہو تو جواب نہ دے اور اگر فصل زیادہ نہ ہوا ہو تو جواب دے۔ (بحرالرائق)

مسئلہ: اذان سننے کے وقت کھڑا ہو جانا چاہیے مگر اس کی کوئی تصریح نہیں مل سکی کہ اذان ختم ہونے تک کھڑا رہے یا یہ کہ ختم ہونے سے پہلے بیٹھ جاوے۔ (درمختار) کھڑے ہونے کی دلیل حدیث اذا سمعتم النداء فقوموا فانہاعزمۃ من اللہ ہے۔ (اخرجه ابونعیم فی حلیة الاولیاء بسند فیه مقال)

مسئلہ: اذان کے وقت بات چیت کرنا اور چلنا مکروہ ہے۔ (خزانۃ الروایات) بعض تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ کلام سے بالاتفاق کلام دنیوی مراد ہے نیز روایت میں بھی آتا ہے کہ جو شخص اذان کے وقت دنیوی بات کرتا ہے اس کے متعلق ایمان کے زائل ہونے کا اندیشہ ہے۔ مگر یہ روایت ایسی سند سے ثابت نہیں ہے جس سے دلیل پکڑی جاسکے۔

مایتعلق بشروط الصلوٰۃ

(نماز کی شرطوں سے متعلق مسائل کا بیان)

نماز کے لئے نمازی کے کپڑے کا پاک ہونا، جگہ کا پاک ہونا، بدن کا نجاست حقیقیہ وحکمیہ سے پاک ہونا شرط ہے ایسے ہی نماز کے لئے نیت کا ہونا، استقبالِ قبلہ ہونا، ستر کا چھپانا بھی شرط ہے۔

کپڑے کا پاک ہونا شرط اس وجہ سے ہے کہ اللہ نے فرمایا وثیابك فطهر۔ رہ گیا جگہ اور بدن کا نجاست حقیقیہ سے پاک ہونے کی شرط ہونا دلالۃ النص سے

ہے اور بدن کا نجاست حکمیہ سے پاک ہونے کی شرط وہ آیت وضو اور آیت غسل سے ثابت ہے۔ اور نیت کا شرط ہونا حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان انما الاعمال بالنیات سے ہے۔ استقبال قبلہ کا شرط ہونا اللہ کے فرمان فولوا وجھکم شطرہ سے ہے۔ ستر عورت کا شرط ہونا اللہ کے فرمان خذو زینتکم عند کل مسجد ای کل صلوٰۃ سے ہے۔ (کذا فی الہدایۃ)

پہلی تشریح طہارت کے بیان میں

طہارت کی ایک قسم کپڑوں کا پاک ہونا ہے چنانچہ بغیر عذر کے ناپاک کپڑے میں نماز جائز نہیں ہوگی۔ بعض مشائخ نے اس کو جائز لکھا ہے۔ (کذا فی جامع الرموز عن خزانۃ) اگر ناپاک کپڑے میں نماز پڑھی اس حال میں کہ کپڑے کا ناپاک کنارہ زمین پر پڑا ہوا ہو اگر وہ کنارہ نمازی کی حرکت سے ہلتا ہو تو نماز جائز نہ ہوگی ورنہ جائز ہے۔ (کذا فی خزانۃ الروایات عن التہذیب) مریض کے نیچے اگر سب کپڑے ناپاک ہوں جن پر اگر پاک بستر بچھا دیا جائے تو ناپاک ہو جاتا ہو تو اسی پر نماز پڑھنا جائز ہے چونکہ عذر پایا گیا۔ (در مختار)

مسئلہ: نمازی کے سر کے اوپر کوئی کپڑا لٹکا ہوا ہے جس پر ایک درہم سے زائد نجاست ہے جب نمازی کھڑا ہوتا ہے تو وہ کپڑا اس کے مونڈھے پر رہتا ہے اگر اسی حال میں کوئی رکن ادا کر لیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (خزانۃ الروایات)

مسئلہ: کسی مسافر کو حدث لاحق ہو اور اس کا کپڑا بھی ناپاک ہے کہ جس میں نماز جائز نہیں ہو سکتی اور اس کے پاس پانی ہے جو صرف وضو کے لئے یا نجاست دھونے کے لئے کافی ہو سکتا ہے، دونوں کام میں نہیں آ سکتا تو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ نجاست کو اس پانی سے دھولے اور تیمم کر کے نماز پڑھے۔ اگر اس نے اس کا الٹا کر لیا یعنی اس پانی سے وضو کر لیا اور نماز پڑھ لی تو یہ بھی جائز ہے۔ (کذا فی فتاویٰ قاضی خاں فی فصل التیمم)

مسئلہ۔ ابو بکر رحمہ اللہ سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس کے کپڑے پر ایک

درہم سے کم نجاست لگی ہوئی ہو کہ اگر وہ اس کو نماز پڑھنے کی حالت میں دیکھ لے تو کیا کرے؟ آپ نے جواب دیا کہ اگر وقت میں گنجائش ہو تو افضل یہ ہے کہ کپڑے کو دھو کر نماز نئے سرے سے پڑھے نیز اگر نماز باجماعت کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو مگر دوسری جگہ جماعت ملنے کا گمان ہو تب بھی یہی حکم ہے لیکن اگر جماعت کے فوت ہونے کا یا وقت کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو اسی حال میں نماز پوری کرلے۔ (کذا فی مطالب المومنین عن الملاوی)

مسئلہ: نماز میں کپڑوں کے پاک ہونے کی شرط عام ہے خواہ وہ ٹوپی ہو یا جوتا ہو یا موزہ۔ (شرح برجندی)

فائدہ: ناپاک کپڑے کی پاکی پاک کرنے سے ہوگی اور نجاستوں سے پاکی حاصل کرنے کے مسائل باب تطہیر الانجاس میں مذکور ہیں یہاں ذکر کے اعادہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں یہ مناسب ہے کہ نماز کے حق میں معفوعنہ نجاست کے مسائل ذکر کردیئے جائیں جو کہ اسی باب کے لئے مناسب ہیں دیگر فقہاء نے ان کو باب الانجاس میں ذکر کیا ہے جس کا مقام کے مناسب نہ ہونا ظاہر ہے چونکہ ناپاک کپڑے کا استعمال اگرچہ اس پر نجاست مقدار معفوعنہ سے زائد بھی ہو خارج صلوٰۃ جائز ہے۔ (در مختار بحر الرائق) اس مسئلہ میں اختلاف ہے مناسب ہے کہ اس کے مقام میں دیکھا جائے۔ ہاں یہ بات نماز میں درست نہیں ہے جبکہ نجاست زیادہ ہو۔

مسئلہ: پیشاب کی وہ چھینٹیں جو کہ سوئی کے ناکے کے برابر ہوں اگر کپڑے پر لگ جائیں تو وہ شریعت میں معاف ہیں۔ (کنز)

مسئلہ: بیت الخلاء کی مکھیاں اگر کپڑوں پر بیٹھ جائیں تو یہ معاف ہیں مگر جبکہ بہت زیادہ ہوں تو معاف نہیں ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

امام زفرؒ اور ائمہ ثلثہ (امام مالکؒ، امام احمدؒ و امام شافعیؒ) فرماتے ہیں کہ نجاست کم ہو یا زیادہ معاف نہیں ہے اس میں نماز نہیں ہوگی۔ بخلاف احناف

کے کہ ان کے نزدیک نجاست غلیظہ ایک درہم کے بقدر معاف ہے اور ایک درہم ایک مثقال کے برابر ہوتا ہے بخلاف امام سرخسیؒ کے، وہ فرماتے ہیں کہ ہر زمانہ میں اس زمانہ کے درہم کا اعتبار ہوگا۔ فقہاء کی بعض عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ درہم کی مساحت (پیمائش) کا اعتبار جو کہ ہتھیلی کی چوڑائی کی مقدار ہوتی ہے۔ دونوں قولوں میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ مساحت کا اعتبار بہنے والی نجاستوں میں ہے اور وزن کا اعتبار جسم والی نجاستوں میں ہے۔ نیز اگر نجاست مخففہ چوتھائی کپڑے سے کم پر لگی ہو تو وہ بھی معاف ہے خواہ کوئی بھی کپڑا ہو مثلاً پائجامہ، لنگی، چادر، رومال وغیرہ بعض کا قول یہ ہے اس کپڑے کا چوتھائی مراد ہے جس پر نجاست لگی ہو مثلاً آستین کا چوتھائی دامن کا چوتھائی۔ بعض کا قول یہ ہے کہ ربع سے مراد سراویل کا ربع مراد ہے یعنی نجاست خواہ کسی بھی کپڑے پر لگی ہو اگر وہ چوتھائی پائجامہ کے برابر ہو تو معاف نہیں ہوگی۔

نجاست غلیظہ

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہر وہ نجاست جس کے بارے میں نص وارد ہوا ہو اور کوئی دوسرا نص اس کے معارض نہ ہو تو وہ غلیظہ ہے عام ازیں کہ اس میں علماء کا اختلاف ہو یا اتفاق اسی لئے لید امام صاحب کے نزدیک نجاست غلیظہ ہوگی چونکہ اس کے متعلق نبی پاک علیہ السلام کا قول وارد ہوا ہے کہ وہ ناپاک ہے اور کوئی دوسرا نص بھی اس کے معارض نہیں ہے۔ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک ہر وہ چیز جس میں اجتہاد کی گنجائش ہو یعنی جس میں فقہاء کا اختلاف ہو تو وہ نجاست خفیفہ ہے۔ لہٰذا لید ان کے نزدیک نجاست خفیفہ ہوگی چونکہ وہ امام مالکؒ کے نزدیک پاک ہے۔ (کذا فی جامع المضمرات)

نجاست غلیظہ کا معاف ہونا

ہدایہ اور اس کے علاوہ دوسری کتب میں قول صحیح یہ ہے نیز امام نسفیؒ نے کافی

میں اس بات کو صحیح قرار دیا ہے کہ نجاست غلیظہ کا معاف ہونے کا مدار درہم کی
مساحت (پیائش) کے بقدر ہوگا۔ بعض نے کہا ہے کہ درہم کے وزن کے اعتبار سے
ہوگا یعنی جبکہ وزن ایک مثقال ہو جائے۔ مگر ان دونوں قولوں میں تطبیق کی ضرورت
پیش آئے گی اس لئے کہ ثانی روایت کے بموجب غلیظہ کا معاف ہونا معلوم ہوتا
ہے اگرچہ وہ اکثر کپڑے کو لگ جائے اس لئے کہ کبھی کبھی ایک مثقال کے بقدر
نجاست ربع ثوب کو گھیر لے گی جبکہ وہ بہنے والی ہو۔ (کذافی حاشیہ الجو نوری علی الہدایہ)
اس لئے فقیہ ابو جعفر نے یہ تطبیق دی ہے کہ رقیق (بہنے والی) نجاست میں درہم
کی مساحت کا اعتبار ہے اور کثیف یعنی جسم والی نجاست میں وزن کا اعتبار ہے۔ یہی
امام محمدؒ کے کلام کی موافقت ہے چونکہ انھوں نے نوادر میں درہم کبیر کو معفو عنہ
بتایا ہے اور فرمایا ہے کہ درہم کبیر ہتھیلی کی چوڑائی کے بقدر ہوتا ہے اور امام محمد نے
کتاب الصلوٰۃ میں بقدر درہم معاف قرار دیا ہے اور وہاں وزن درہم کا اعتبار کیا
ہے۔ پس فقیہ ابو جعفرؒ نے امام محمدؒ کے دونوں کلاموں میں اسی طور پر جمع کیا ہے۔ (نہایہ)
اس تطبیق کو اکثر مشائخ نے اختیار کیا ہے۔ بدائع میں ہے کہ یہی توجیہ مشائخ ماوراء
النہر کے نزدیک مختار ہے اسی کی تصحیح صاحب مجتبیٰ نے کی ہے و اختارہ المحقق
الزیلعی فی شرح الکنز۔ فتح القدیر، نقایہ، عینی شرح ہدایہ، جامع کردی سب
میں اسی کو صحیح اور مختار قرار دیا گیا ہے۔

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ نجاست مخففہ میں بالشت در بالشت سے کم
معاف ہے اگر بالشت در بالشت ہو جائے تو معاف نہیں ہے۔ امام طحاویؒ نے امام
ابو یوسفؒ سے یہ نقل کیا ہے کہ ایک ذراع در ذراع معاف ہے۔ (برہان)

امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ اتنی مقدار جس کو دیکھنے والا زیادہ
سمجھے جواز صلوٰۃ سے مانع ہے۔ یعنی زیادہ ہونے کا مدار دیکھنے والے کی رائے پر ہے۔
کوئی مقدار اس کی متعین نہیں ہے۔ (نافع شرح قدوری)

امام صاحب کی دوسری روایت یہ ہے کہ نجاست اگر ربع ثوب کو (ی) ...

مانع ہے اس سے کم اگر ہو تو معاف ہے۔ اسی کو صاحب ہدایہ نے اختیار کیا ہے۔
زیلعیؒ نے شرح کنز میں اور برجندیؒ نے شرح نقایہ میں اسی کی تصحیح کی ہے۔ پھر ربع
ثوب میں اختلاف ہے بعض کی رائے یہ ہے کہ سب سے چھوٹے کپڑے کا ربع
مراد ہے جیسے ازار یہی امام ابو حنیفہؒ کی ایک روایت میں ہے۔ شارح قدوری امام
بغدادیؒ نے اسی کو یقینی اور صحیح روایت بتایا ہے مگر اس سے صرف ثوب کا حکم
معلوم ہوتا ہے بدن کا حکم معلوم نہیں ہوتا۔ (بحر الرائق) بعض کی رائے یہ ہے کہ
ہر اُس چیز کا رُبع مراد ہے جس پر نجاست لگی ہے۔ اگر بدن ہو تو پورے بدن کا
رُبع، کپڑا ہو تو پورے کپڑے کا رُبع۔ (مبسوط، برہان)

بعض کی رائے یہ ہے کہ اس کپڑے کا رُبع جس پر نجاست لگی ہو جیسے دامن،
آستین، کلی ایسے ہی بدن کے جس عضو پر لگی ہو اس کا رُبع مثلاً ہاتھ پیر وغیرہ۔
نہر الفائق میں اسی کو راجح کہا ہے۔ حقائق میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے۔ در مختار،
صاحب مجتبیٰ اور سراج والوہاج نے اسی کی تصحیح کی ہے۔ بحر الرائق، نہایہ، تحفہ،
برہان، جامع الرموز اسی پر اکثر مشائخ کا فتویٰ ہے۔ (کرمانی) ابن نجیم نے بحر الرائق
میں فرمایا ہے کہ اگرچہ علماء کی تصحیح مختلف ہے مگر ترجیح اس بات کو ہے کہ جس چیز
پر نجاست لگی ہے اسی کا رُبع مراد ہے۔

مسئلہ: نجاست کے باب میں اس نجاست کا اعتبار ہوگا جو کہ نماز کے وقت میں ہے
نجاست لگنے کے وقت کا اعتبار نہ ہوگا۔ (درّ مختار) چنانچہ اگر کپڑے پر ناپاک
تیل قدر معفو سے کم لگا مگر وہ نماز کے وقت رُبع ثوب پر پھیل گیا تو نماز
درست نہ ہوگی۔ مرغینانی اور ایک جماعت نے وقت اصابۃ کا اعتبار کیا ہے
لہٰذا ان کے یہاں حکم برعکس ہو جائے گا۔ (برہان)

مسئلہ: مقدار معفو اگرچہ عند الشارع معاف ہے لیکن اس حالت میں نماز پڑھنا
مکروہ تحریمی ہے لہٰذا اس کا دھونا ضروری ہے۔ اور اس سے کم نجاست مکروہ
تنزیہی ہے لہٰذا اس کا دھونا سنت ہے اور اس سے زائد نماز کو باطل کرنے

والی ہے۔ لہذا اس کا دھونا فرض ہے۔ (در مختار)

مسئلہ: اگر مصلی کے بدن یا کپڑے پر دونوں قسم کی نجاست لگ جائے مثلاً بکری کا پیشاب اور انسان کا پیشاب تو ایسی صورت میں نجاست خفیفہ کو غلیظہ کے تابع بنا دیا جائے گا۔ (بحر الرائق عن الظہیریہ)

مسئلہ: اگر ناپاک کرسف (گدی) فرج میں رکھی گئی ایسے طریقہ پر کہ اس کا کچھ بھی حصہ ظاہر نہ ہو اگر اس گدی کا حصہ فرج خارج میں قدر درہم سے زائد نہ ہو تو نماز جائز ہو جائے گی اور اگر فرج خارج میں قدر درہم سے زائد ہو تو نماز جائز نہ ہو گی۔

مسئلہ: پائجامہ میں ریح خارج ہوئی اور اسی پائجامہ میں نماز پڑھ لی تو بعض کی رائے یہ ہے کہ نماز نہیں ہو گی اس لئے کہ ناپاک ہوا کے لطیف اجزاء کپڑے کے اجزاء میں داخل ہو جاتے ہیں نیز شیخ حلوائی کا معمول بھی یہ بتلایا جاتا ہے کہ وہ اس پائجامہ کے علاوہ میں نماز پڑھتے تھے۔ مگر اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ ان کا یہ فعل اختلاف علماء سے بچنے کے لئے تھا اس لئے کہ مفتی بہ قول یہ ہے کہ اس پائجامہ میں نماز جائز ہے عام ازیں کہ ریح کے خارج ہونے کے وقت وہ پائجامہ تر ہو یا خشک۔ (بحر الرائق)

جگہ کا پاک ہونا

طہارت مکان یعنی اس جگہ کی پاکی بھی نماز کے لئے شرط ہے جس جگہ نماز پڑھے۔ اس سے مراد وہ جگہ ہے جس سے نماز میں اعضاء سجدہ متصل یعنی ملے رہتے ہیں۔ اور وہ پیروں کی جگہ ہے اور پیشانی و ناک رکھنے کی جگہ ہے۔ اس جگہ کا پاک ہونا ضروری نہیں ہے جس سے اعضاء سجدہ ملے نہیں رہتے مثلاً گھٹنے اور ہاتھ ٹیکنے کی جگہ اس لئے کہ ان کا کسی مکان سے متصل رہنا فرض نہیں ہے بخلاف امام زفرؒ کے کہ ان کے نزدیک گھٹنے اور ہاتھ ٹیکنے کی جگہ کا پاک ہونا بھی شرط ہے لہذا اگر کسی ناپاک جگہ پر سجدہ کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی یہی ظاہر الروایت ہے۔ بخلاف امام

ابویوسفؒ کے کہ ان کے یہاں ناپاک جگہ پر سجدہ کرنے سے صرف سجدہ فاسد ہوگا چنانچہ اگر سجدہ کا اعادہ پاک جگہ پر کر لیا تو جائز ہے۔ (کذا قال البرجندی فی النہایہ)

مسئلہ: گھٹنے اور ہاتھوں کی جگہ کا پاک ہونا سب کے نزدیک شرط نہیں ہے۔ ہو المختار کذا فی خزانۃ الروایات۔

مسئلہ: ایک آدمی نے ناپاک جگہ پر نماز پڑھی اس طرح کہ ناپاکی پر اپنے جوتوں کو بچھا کر اس پر کھڑا ہو گیا تو نماز ہو جائے گی۔ (فتح القدیر)

مسئلہ: اگر نمازی نماز میں پاک جگہ سے ناپاک جگہ کی طرف منتقل ہو گیا پھر پاک جگہ کی طرف منتقل ہو گیا تو نماز ہو جائے گی۔ مگر جبکہ ناپاک جگہ کی طرف منتقل ہونے کے بعد وہیں کافی دیر تک کھڑا رہا ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

مسئلہ: اگر پیشاب سے ناپاک ہونے والی زمین پر مٹی بچھائی مگر اس کو لیپا نہ ہو تو نماز استحساناً جائز ہے۔ (جامع الرموز)

مسئلہ: اگر نماز اولاً ناپاک جگہ پر کھڑے ہو کر شروع کی پھر پاک جگہ کی طرف منتقل ہو گیا تو اس کو نماز شروع کرنے والا ہی نہ سمجھا جائے گا۔ (خزانۃ الروایات عن الخلاصہ)

مسئلہ: ناپاک جگہ پر ایک باریک بستر بچھایا اور اس پر نماز پڑھی تو دیکھا جائے گا کہ اگر وہ کپڑا ستر چھپانے کی صلاحیت رکھتا ہے تو نماز جائز ہو جائے گی ورنہ نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ بہت باریک نہ ہو۔ (خزانۃ الروایات عن الخلاصہ)

مسئلہ: کچی یا پکی اینٹ پر نجاست لگ گئی ہو اگر اس کو پلٹ کر دوسری طرف پر کھڑے ہو کر نماز پڑھ لی جائے تو جائز ہے۔ (بحر الرائق)

مسئلہ: ایک آدمی کے بدن پر قدر درہم نجاست لگی ہوئی ہے اور قدر درہم اس کے مصلے پر تو دونوں کو جمع نہیں کیا جائے گا۔ (قنیہ)

مسئلہ: نمازی کا ایک قدم پاک جگہ پر ہے اور دوسرا ناپاک جگہ پر۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ نماز ہو جائے گی اس لئے کہ پاک جگہ پر تو قیام فرض ہے وہ دو قدموں میں سے ایک سے حاصل ہو رہا ہے۔ بخلاف امام زاہد کے وہ فرماتے ہیں کہ

نماز نہ ہو گی۔ (خزانۃ الروایات عن الغیاثیہ)

مسئلہ: اگر ایک قدم پاک جگہ پر ہو اور دوسرے قدم کو اوپر اٹھائے ہوئے ہو تاکہ ناپاک جگہ پر نہ رکھا جائے تو نماز ہو جائے گی۔ (بحر الرائق)

مسئلہ: وہ نجاست جو دو قدموں کے نیچے ہو اس کو جمع کیا جائے گا اگر مقدار معفو سے بڑھ جائے تو نماز نہ ہو گی۔ (قنیہ)

مسئلہ: کپڑے اور بدن کی نجاست کو بھی جمع کیا جائے گا۔ ایسے ہی موضع سجود اور موضع قدم کی بھی نجاست کو جمع کیا جائے گا جبکہ بوقت سجدہ قدم کی انگلیوں کے پورے نجاست پر ہوں، ورنہ نماز جائز ہو گی۔

مسئلہ: استر والا کپڑا ہے جس کے استر پر نجاست لگی ہوئی ہے۔ اگر پاک طرف پر نماز پڑھ لی تو امام محمدؒ کے نزدیک نماز جائز ہے بخلاف امام ابو یوسفؒ کے کہ نماز جائز نہیں ہے۔ علماء نے یہ لکھا ہے کہ یہ اختلاف حقیقی نہیں ہے اس لئے کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ حکم سلے ہوئے کپڑے کے بارے میں اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ حکم غیر سلے ہوئے کپڑے کے متعلق ہے۔ یعنی جس میں استر اصل کپڑے کے ساتھ سلا ہوا نہ ہو۔ (مطالب المومنین)

مسئلہ: ایسے بستر پر نماز پڑھنا جس کے ایک کونے پر نجاست لگی ہوئی ہو اور نماز پاک کنارے پر کھڑے ہو کر پڑھے تو نماز ہو جائے گی اگرچہ نمازی کی حرکت سے وہ کپڑا حرکت کرتا ہو اس لئے کہ وہ بمنزلہ زمین کے ہے لہٰذا نمازی بحالت نماز ناپاک کپڑے کو استعمال کرنے والا نہیں سمجھا جائے گا۔ مواہب الرحمٰن میں اسی کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔ بحر الرائق میں یہی اصح ہے۔ رہ گئی یہ تفصیل کہ نماز اس وقت صحیح ہوتی ہے جبکہ ناپاک طرف دوسری طرف کی حرکت سے حرکت نہ کرتا ہو تو یہ تفصیل پگڑی اور چادر وغیرہ میں ہے جیسا کہ ما قبل میں گذر چکا نہ کہ بسترہ کے بارے میں۔

مسئلہ: ایک آدمی نے چوپایہ پر نماز پڑھی جس کی زین کے نیچے والے حصہ پر

نجاست لگی ہوئی تھی تو نماز جائز ہو جائے گی۔ لیکن اگر نجاست اوپر والے حصہ پر بیٹھنے کی جگہ یا رکابین میں ہو اور قدر درہم سے زائد ہو تو جائز نہیں یہی قیاس کا مقتضا ہے لیکن حاکم شہید کی رائے یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں ایک ہی حکم ہے یعنی نماز ہو جائے گی چونکہ وہ چوپایہ سے اترنے سے حکماً عاجز ہے اور جگہ کی پاکی عجز کے وقت ساقط ہو جاتی ہے۔ یہی مختار ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ کافی میں ہے کہ بیٹھنے کی جگہ اور رکاب کی جگہ میں اگر نجاست مقدار درہم سے زائد ہو تو نماز درست نہ ہو گی مگر صحیح قول جواز ہی کا ہے۔ (کذافی خزانۃ الروایات)

مسئلہ: اگر ایسی جگہ پر جہاں نجاست تھی اس کو مٹی سے جھاڑ کر نماز پڑھی تو دیکھا جائے گا کہ اگر وہ مٹی اتنی تھوڑی ہو کہ اس جگہ کو سونگھنے سے نجاست کی بو آتی ہو تو نماز جائز نہ ہو گی ورنہ جائز ہو گی۔

مسئلہ: یہ بات زہد اور پرہیزگاری سے نہیں ہے کہ انسان نماز کے لئے مصلیٰ ہر وقت اٹھائے پھرے بلکہ نماز ہر ایسی جگہ پر پڑھ لینا درست ہے جہاں نجاست کا یقین یا ظن غالب نہ ہو۔ (مطالب المؤمنین عن القنیہ) مگر بحر الرائق میں ہے کہ ہمارے زمانے میں مصلے کا ساتھ رکھنا اولیٰ ہے نہ رکھنے کے مقابلے میں۔

مسئلہ: افضل یہ ہے کہ نماز زمین اور مٹی پر پڑھی جاوے اس پر کپڑا یا بوریا وغیرہ بچھائے بغیر۔ مگر مشائخ ماوراء النہر نے اس کو بدعت لکھا ہے۔ لہٰذا اگر بورے وغیرہ پر نماز پڑھی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مطالب المؤمنین عن الصلوٰۃ المسعودیہ) حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا معمول یہ تھا کہ وہ زمین یا مٹی پر ہی نماز پڑھتے تھے تواضعاً و انکساراً۔ (کمافی احیاء العلوم)

مسئلہ: زمین ناپاک ہو گئی تھی پھر خشک ہو گئی اور دیکھنے میں نجاست کا اثر ختم ہو گیا لیکن جب اس جگہ ناک کو رکھا جائے تو نجاست کی بو آئے۔ ایسی صورت میں نماز صحیح نہ ہو گی۔ اس لئے کہ زمین کی پاکی کے لئے نجاست کے اثر کا ختم ہو جانا شرط ہے۔ (بحر الرائق عن السراج الوہاج) واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

طہارت بدن

مسئلہ: کوئی آدمی کیچڑ والی زمین پر چلا اور بغیر پیر دھلے نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی بشرطیکہ اس کیچڑ میں نجاست کا اثر نہ ہو۔

مسئلہ: کوئی آدمی اصطبل (گھوڑوں کے رہنے کی جگہ) میں داخل ہوا اور اس کے پیروں پر لید لگ گئی۔ اس حال میں اس نے نماز پڑھ لی تو بعض علماء نے فرمایا ہے کہ نماز درست ہے جب تک لید زیادہ نہ ہو اور اگر موزے پر لگ جائے تو ٹخنوں سے نیچے چوتھائی کا اعتبار کیا جائے گا۔ اگر چوتھائی موزے پر لگ گئی تو نماز نہ ہوگی۔ (خزینۃ الروایات) اور برہان الفتاویٰ بخاری میں ہے کہ ہمارے شہر کے لوگوں کی جو یہ عادت ہو گئی ہے کہ وہ بغیر جوتے موزے اور جرموق کے ننگے پیروں پھرتے ہیں، پاخانہ اور گوبر کو روندتے ہیں پھر وہی پیر لے کر مسجد کے فرش پر پھرتے ہیں جس سے مسجد کی تلویث ہوتی ہے تو مصلی کے لئے یہ بات لازم نہیں کہ وہ پاک کپڑا بچھا کر اس پر نماز پڑھے اور نہ حمل نجاست کی پرواہ کرے۔

ہدایہ میں ہے کہ جب امام محمدؒ شہرِ رے میں داخل ہوئے اور ضرورت کو دیکھا تو اس بات کی اجازت دے دی کہ کثیر فاحش لید جواز صلوٰۃ سے مانع نہیں ہے۔ اسی پر علماء نے طین بخارا کو قیاس کیا ہے۔ لہٰذا اگر کسی شخص نے اس حال میں نماز پڑھی کہ اس کا پیر ناپاکی سے مخلوط کیچڑ میں لتھڑا ہوا ہے تو اس کی نماز درست ہے۔ ضرورت کی وجہ سے۔ تاتارخانیہ میں ہے کہ شمس الائمہ حلوانیؒ اس روایت کو قبول نہیں فرماتے اور فرماتے ہیں کہ عموم بلویٰ تو نعال میں ہے۔ اور جوتوں کا نماز میں اتار دینا ممکن ہے نیز لوگوں کی عادت بھی یہی ہے۔ (خزینۃ الروایات)

مولانا عبدالحی لکھنویؒ فرماتے ہیں کہ پہلی روایت پر مواضع ضرورت میں عمل کیا جائے گا اور دوسری روایت پر ان جگہوں میں جہاں ضرورت نہ ہو۔

مسئلہ: اگر کسی شخص نے بغیر استنجاء بالماء اور بغیر استنجاء بالحجر کے نماز پڑھ لی تو ہمارے

نزدیک نماز ہو جائے گی چونکہ ڈھیلے سے استنجاء کرنا سنت ہے۔ رہ گیا پانی سے استنجاء کرنا اس میں دو قول ہیں مستحب ہے یا سنت ہے بخلاف حضرت امام شافعیؒ کے کہ ان کے نزدیک نماز جائز نہیں ہے۔ اس مسئلہ میں اختلاف اس بات پر متفرع ہے کہ اگر نجاست بقدر درہم یا اس سے کم ہو آیا اس کا جواز صلوٰۃ کے لیئے زائل کرنا فرض ہے یا نہیں احناف کے نزدیک فرض نہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک فرض ہے۔ (کذافی الکفایہ) پھر مقدار مانع میں اختلاف ہے۔ شیخین کے نزدیک موضع استنجاء کے علاوہ قدر درہم ہے۔ امام محمدؒ کے نزدیک موضع استنجاء سمیت معتبر ہے۔ (ہدایہ)

طہارت بدن کی ایک قسم حامل نجاست نہ ہونا ہے

مسئلہ: اگر نمازی ایسی حال میں نماز پڑھے کہ وہ حامل نجاست ہو تو نماز نہ ہو گی۔

مسئلہ: اگر نمازی کی ران پر مانوس بلی آکر بیٹھ گئی اور اس پر ایک درہم سے زائد نجاست لگی ہوئی ہے۔ اگر وہ ایک رکن کے ادا کرنے کے بقدر بیٹھی رہی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (برہان الفتاویٰ بخاری)

مسئلہ: اگر نمازی کا پاک کپڑا سجدہ میں جاتے ہوئے خشک نجاست پر پڑ گیا تو وہ حامل نجاست شمار نہیں ہو گا اس کی نماز ہو جائے گی۔ (جامع الرموز)

مسئلہ: اگر نمازی کے کندھے پر بچہ بیٹھا ہوا ہو جس کے جسم پر بقدر درہم نجاست ہو اگر وہ خود نہ بیٹھ سکے تو نماز نہ ہو گی ورنہ ہو جائے گی۔ (درمختار)

مسئلہ: اگر نماز میں شیطان چھو دے تو نماز باطل نہ ہو گی چونکہ اس کا عین نجس نہیں ہے۔ (مرقاۃ) چونکہ شیخین نے ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا ایک سرکش جن گزشتہ رات میرے پاس آیا تاکہ میری نماز کو توڑ دے پس اللہ نے مجھے اس پر قدرت دی اور میں نے اس کو پکڑ لیا۔ میرا ارادہ یہ ہوا کہ اس کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون میں باندھ دوں یہاں تک کہ تم سب اس کو دیکھ سکو مگر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی

دعاء یاد آگئی۔ رب ھب لی ملکاً لا ینبغی لاحد من بعدی کہ اے میرے رب مجھے ایسی بادشاہت عطا کر جو میرے بعد کسی کے لئے نہ ہو۔ پس میں نے اس کو دفع کر دیا اس حال میں کہ وہ ذلیل تھا۔

مسئلہ: اگر پاخانہ کے مقام سے کیڑا نکلا اور دھو دیا گیا اس کے بعد اس سمیت نماز پڑھ لی گئی تو نماز ہو جائے گی۔ (خزانہ عن الذخیرہ)

مسئلہ: ایک آدمی نے نماز پڑھی اس حال میں کہ اس کے ہاتھ میں گھوڑے کی ناپاک لگام ہے۔ اگر پکڑنے کی جگہ کا حصہ ناپاک ہے تو نماز نہ ہو گی ورنہ ہو جائے گی۔ (قنیہ عن جامع التفاریق للبقالی)

مسئلہ: اوڑھنا، رومال، پگڑی، اچکن وغیرہ کا اگر ایک حصہ ناپاک ہو اور زمین پر پڑا ہوا ہو اور نمازی کی حرکت سے حرکت کرتا ہو تو نماز نہیں ہو گی۔ (مواہب الرحمٰن)

مسئلہ: اگر نمازی کے ہاتھ میں رسی ہو جو ناپاک کشتی سے بندھی ہوئی ہو یا مثلاً کتے کی گردن میں پڑی ہوئی ہو تو نماز ہو جائے گی چونکہ وہ حامل نجاست نہیں سمجھا جائے گا۔

مسئلہ: اگر کسی آدمی نے نماز پڑھی اس طرح کہ اس کی آستین میں شیشی بندھی ہوئی ہو جس میں پیشاب ہو تو نماز نہ ہو گی چونکہ وہ نجاست اپنے محل میں نہیں ہے بخلاف اس صورت کے کہ اس کی آستین میں ایسا جانور ہو جس کا جھوٹا ناپاک ہو مگر اس کے ظاہری جسم پر نجاست نہ ہو اور اس کا منہ بندھا ہوا ہو اس طرح سے کہ اس کا تھوک کپڑے کو نہ لگے تو نماز ہو جائے گی۔ یہی اصح قول ہے۔ (بحر الرائق)

مسئلہ: ایک آدمی ایسے خیمے میں نماز پڑھ رہا ہو کہ اس کے سر اوپر اٹھانے سے خیمہ اوپر اٹھ جاتا ہو تو نماز ہو جائے گی جبکہ خیمہ پاک ہو اور اگر خیمہ ناپاک ہے تو نماز نہ ہو گی۔ (قنیہ عن قاضی عبد الجبار)

مسئلہ: مرغی ذبح کی اس پر لگی ہوئی نجاست کو دھو دیا اس کو لے کر نماز پڑھی تو نماز

ہو جائے گی خواہ اس کے پیٹ کو نہ چاک کیا ہو۔ (قنیہ عن شرف الائمہ کی) محسن سے منقول ہے کہ اگر مرغی زندہ ہو تو نماز ہو جائے گی ورنہ نہیں جب تک کہ اس کے پیٹ سے آلائش کو نہ نکالے اور جب تک کہ نہ دھوئے۔ مجد الائمہ ترجمانی سے منقول ہے کہ درست پہلا قول ہے چونکہ جب تک نجاست اپنے محل میں رہے گی حالت نجاست نہیں سمجھا جائے گا اور نہ نجاست پر نجاست کا حکم لگایا جائے گا جیسے بیضہ جبکہ اس کی زردی خون بن جائے تو اس کو جیب میں ڈال کر نماز پڑھ سکتی ہے۔

مسئلہ: اگر اس حال میں نماز پڑھی کہ نمازی کی جیب میں سانپ ہے یا سانپ کا کرتہ (کانچلی) ہے تو نماز ہو جائے گی۔ (مضمرات)

مسئلہ: اگر کسی نے اس حال میں نماز پڑھی کہ اس کے پاس ریشم کے کیڑوں کا بیج ہے تو نماز ہو جائے گی۔ (قنیہ عن سمرقندی و عن قاضی عبد الجبار) چونکہ وہ پاک ہے اس میں کوئی نجاست نہیں ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ وہ ناپاک ہے۔

مسئلہ: ایک آدمی نے نماز پڑھی اس حال میں کہ اس کے پاس بکری کی کوئی بغیر دھلی گردن ہے تو نماز صحیح ہے اس لئے کہ دم مسفوح تو وہ تھا جو اس میں سے بہہ گیا جو باقی رہ گیا اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ (قنیہ عن حفص کبیر)

مسئلہ: اگر کسی نے نماز پڑھی اس حال میں کہ اس کے پاس آستین میں کتے کا جزء ہے تو نماز ہو جائے گی۔ ہمارے مشائخ کے نزدیک۔ معلوم ہوا کہ وہ نجس العین نہیں ہے۔ (عنایہ)

مسئلہ: اگر نماز پڑھی اس حال میں کہ ذبح کی ہوئی لومڑی کا گوشت مقدار درہم سے زائد اس کے پاس ہو تو نماز ہو جائے گی چونکہ جس جانور کی کھال ذبح کرنے سے پاک ہو جاتی ہے اس کا گوشت بھی پاک ہو جاتا ہے۔ (عنایہ)

مسئلہ: اگر نماز اس حال میں پڑھی کہ گردن میں ہار ہو جس میں کتے یا بھیڑیے کے دانت ہوں تو نماز ہو جائے گی۔

مسئلہ: اگر نماز پڑھی اس حال میں کہ سانپ کی کھال مقدار درہم سے زیادہ اس کے پاس ہو تو نماز نہ ہوگی گرچہ وہ سانپ مذبوحہ ہو چونکہ سانپ کی کھال دباغت کے قابل نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

مسئلہ: اگر بکری کی اوجھڑی کو درست کر کے ساتھ لے کر نماز پڑھی تو نماز ہو جائے گی اس لئے کہ اس کو درست کرنا بمنزلہ دباغت دینے کے ہے۔ (بحر الرائق)

مسئلہ: اگر اس حال میں نماز پڑھی کہ مذبوح لومڑی کا گوشت اس کے پاس تھا تو نماز نہ ہوگی۔ (قاضی خاں) چونکہ جن جانوروں کا جھوٹا ناپاک ہو ان کا گوشت ذبح کرنے سے پاک نہیں ہوتا۔ یہی صحیح ہے۔ (مرغینانی۔ بنایہ)

دوسری تشریح نیت کے بیان میں

مسئلہ: نماز بغیر نیت کے درست نہ ہوگی اور شرط نماز کی نیت کرنا ہے نہ کہ کعبہ کی بلکہ کعبہ کی طرف صرف متوجہ ہونا کافی ہے۔

مسئلہ: نیت دل سے کرنا شرط ہے صرف زبانی ذکر کافی نہ ہوگا ہاں عذر کی صورت میں صرف زبان سے کر لینا کافی ہے۔ مثلاً کسی انسان پر پے بہ پے غم سوار ہوں تو صرف زبان کی نیت کافی ہوگی۔ (در مختار عن قنیہ)

مسئلہ: نیت اور تکبیر تحریمہ میں فصل نہ کرنا چاہیے۔ مقدار فصل میں اختلاف ہے۔ (۱) اگر نماز کی نیت سے وضو کیا اور پھر کسی دنیوی کام میں مشغول نہ ہوا یہاں تک کہ نماز میں داخل ہو گیا تو پہلی نیت کافی ہے۔ (۲) امام ابو یوسفؒ و محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر گھر سے نماز کی نیت سے چلا اور پھر وضو کر کے نماز پڑھی تو نماز ہو جائے گی۔ (۳) بعض نے فرمایا ہے اگر ایسا حال ہو کہ جب نمازی سے پوچھا جائے کہ کونسی نماز پڑھ رہا ہے اور وہ فی الفور جواب دے دے بغیر تکلف و سوچ کے تو نماز ہو جائے گی۔ یہی صحیح ہے۔ (کذا فی جامع المضمرات)

مسئلہ: زبان سے نیت کرنے میں تین قول ہیں۔ (۱) سنت ہے (۲) مستحب ہے (۳) بدعت ہے۔ (جامع الرموز) مختار قول یہ ہے کہ مستحب ہے۔ (در مختار)

مسئلہ: کسی نے نماز ظہر کا ارادہ کیا مگر زبان سے نکل گیا کہ میں نے عصر کی نیت کی تو نماز ہو جائے گی۔ (قلیہ عن الجری)

مسئلہ: امام کے لئے مردوں کی امامت کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے ہاں فضل اور ثواب حاصل کرنے کے لئے نیت کر لینی چاہیے۔ (خزانہ)

مسئلہ: اگر کوئی عورت امام کی اقتداء کی نیت کر کے کسی مرد کے برابر میں فرض نماز میں کھڑی ہو جائے تو عورت کی نماز صحیح ہونے کے لئے امام کا اس کی امامت کی نیت کرنا ضروری ہے تاکہ بلا التزام کی صورت میں محاذاۃ میں نماز کا فاسد ہونا لازم نہ آئے۔

مسئلہ: اگر عورت نے اقتداء کی نیت کی لیکن مردوں کے پیچھے کھڑی ہوئی اس صورت میں امام کا اس کی امامت کی نیت کرنا ضروری ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ (تنویر الابصار)

مسئلہ: جمعہ اور عیدین میں عورتوں کی امامت کی نیت شرط نہیں ہے۔ علی الاصح۔ (الاشباہ)

مسئلہ: نماز جنازہ میں عورتوں کی امامت کی نیت بالاتفاق شرط نہیں ہے۔ (در مختار)

مسئلہ: اگر ظہر کا وقت ختم ہو جانے میں شک ہو لیکن نیت ظہر کے وقت کی کی حالانکہ واقعتاً ظہر کا وقت ختم ہو چکا تو نماز ہو جائے گی چونکہ قضاء ادا کی نیت سے جائز ہو جاتی ہے۔ یہی مختار ہے۔ (خزانۃ عن الغیاثیہ)

مسئلہ: مقتدی کے لئے نماز کی نیت کے ساتھ امام کی متابعت کی نیت کرنا بھی ضروری ہے۔ اور شرح طحاوی میں ہے کہ اگر کسی نے امام کی نماز کی نیت کی تو کافی ہے مگر شیخ الاسلام نے اس کے خلاف ذکر کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ میں نے امام کی نماز کی نیت کی تو یہ اقتداء کے صحیح ہونے کے لئے کافی نہیں ہے چونکہ یہ تو امام کی نماز کی تعیین ہے اقتداء نہیں ہے۔ بعض نے یہ فرمایا ہے کہ اگر کسی نے امام کی تکبیر کا انتظار کیا پھر اس کے بعد تکبیر کہی تو یہ اقتداء کی نیت کے لئے کافی ہے مگر صحیح قول وہ ہے جو مذکور ہوا۔ (کفایہ)

مسئلہ: اقتداء کے صحیح ہونے کے لئے امام کی تعیین کی نیت شرط نہیں ہے مثلاً اگر کسی نے گمان کر کے اقتداء کی کہ یہ زید ہے حالانکہ وہ عمر ہے تو اقتداء صحیح ہے۔

مسئلہ: اگر کسی نے امام کا نام لے کر اقتداء کی پھر پتہ چلا کہ وہ کوئی اور ہے تو اقتداء درست نہ ہوگی۔ (درمختار)

مسئلہ: رکعات کی تعداد کی تعیین شرط نہیں ہے۔ (ظہیریہ وکافی)

مسئلہ: فرض کی تعیین شرط ہے اسی پر وہ مسئلہ متفرع ہوتا ہے جو ظہیریہ میں ہے۔ ایک آدمی یہ نہیں جانتا کہ بندوں پر نماز فرض ہے لیکن نماز کے اوقات میں نمازیں پڑھتا ہے تو یہ نمازیں درست نہ ہوں گی اور اس پر قضا واجب ہے چونکہ اس نے فرض کی نیت نہیں کی ہے۔ (بحرالرائق)

مسئلہ: تراویح اور سنتوں کیلئے مطلق نماز کی نیت کافی ہے نفل میں تو اس بات پر سب کا اتفاق ہے۔ سنت اور تراویح میں یہ ظاہر الروایہ ہے۔ (ذخیرہ وتجنیس) ہدایہ میں اسی کو صحیح کہا ہے۔ محیط میں اس کو عام مشائخ کا قول قرار دیا گیا ہے۔ خزانۃ الفتاویٰ میں اس کو مختار کہا ہے۔ فتح القدیر میں اس کی ترجیح مذکور ہے اور اس قول کو محققین کی طرف منسوب کیا ہے۔ بعض نے یہ فرمایا ہے کہ تراویح اور سنتوں میں مطلق نیت کافی نہیں ہے چونکہ یہ مخصوص نمازیں ہیں لہٰذا خصوصیات کی مراعات واجب ہوگی۔ قاضی خاں نے اس کی تصحیح کی ہے۔ لہٰذا تصحیح مختلف ہوگی اسی لئے منیہ میں کہا ہے کہ تراویح میں احتیاط یہ ہے کہ تراویح کی نیت کرے یا سنت وقت کی یا قیام لیل کی اور سنت میں سنت کی نیت کرے۔ (کذا فی بحرالرائق)

مسئلہ: مناسب یہ ہے کہ نیت لفظ ماضی سے کرے یعنی میں نے نماز کی نیت کی خواہ فارسی زبان میں ہو۔

مسئلہ: اگر کسی نے حال کے ساتھ نیت کی تو صحیح ہو جائے گی (جامع الرموز) مثلاً کہا کہ میں نیت کرتا ہوں۔

مسئلہ: اگر کسی سے یہ کہا گیا کہ تو نماز پڑھ تیرے لئے ایک دینار ہے اس نے اس

نیت سے نماز پڑھ لی تو ہو سکتا ہے کہ اس پر ثواب ملے مگر دینار کا مستحق نہ ہوگا۔(درمختار) اور اگر اس نے وقت میں فرض کی نیت کر لی تو نماز ہو جائے گی چونکہ وہ وقت کا فریضہ ہے لیکن اگر وقت نکل گیا اور اس کو علم نہ ہوا تو نماز کافی نہ ہوگی۔ یہی صحیح قول ہے۔

مسئلہ: اگر کسی نے اس دن کی ظہر کی نیت کی تو نماز ہو جائے گی اگرچہ وقت نکل جائے چونکہ وہ قضا ہو جائے گی۔ بنیۃ اداء اور ایسا کرنا جائز ہے۔(مواہب الرحمٰن)

تیسری تشریح استقبالِ قبلہ کے بیان میں

مسئلہ: استقبالِ قبلہ بغیر کسی عذر کے ساقط نہیں ہو سکتا مثلاً اگر یہ اندیشہ ہو کہ اگر قبلہ کی طرف متوجہ ہوگا تو دشمن یا درندہ یا ڈاکو سے خطرہ ہے تو ایسی صورت میں استقبالِ قبلہ شرط نہیں ہے۔ ایسے ہی اگر کشتی کے تختہ پر ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ اگر قبلہ کی طرف متوجہ ہوگا تو ڈوب جائے گا تب بھی استقبالِ قبلہ ضروری نہیں۔(جامع المضمرات)

مسئلہ: اگر ایسے شخص نے جو استقبالِ قبلہ پر قادر ہو اپنا چہرہ قبلہ سے گھما لیا بشرطیکہ سینہ نہیں گھوما تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ ہاں اگر سینہ گھما لیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔(ذکرہ الزاہدی فی شرح القدوری) مشائخ نے فرمایا کہ یہ صاحبینؒ کا مسلک ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مناسب یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں نماز فاسد نہ ہو چونکہ قبلہ کا استدبار جو اصلاحِ صلوٰۃ کے لئے نہ ہو صاحبینؒ کے نزدیک مفسدِ صلوٰۃ ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک مفسد نہیں ہے جب تک ترکِ صلوٰۃ کا قصد نہ ہو۔(کفایہ)

مسئلہ: مکی کے لئے عین قبلہ کا استقبال شرط ہے خواہ وہ قبلہ کو دیکھے یا نہ دیکھے۔

مسئلہ: اگر کسی شخص نے مکہ میں ایسی جگہ نماز پڑھی جہاں سے خطِ مستقیم کعبہ کی دیواروں تک نہیں پہنچتا تو نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ: غیر مکی کے لئے جہت قبلہ کا استقبال شرط ہے۔

جہت قبلہ کی معرفت کا طریقہ

کوفہ، بغداد، طبرستان، جرجان والوں کے لئے قبلہ کی جہت پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر قطب کھڑے ہونے والے کے بائیں کان کے پیچھے ہو تو جہت قبلہ حاصل سمجھی جائے گی۔ اہلِ مصر کے لئے یہ ہے کہ قطب ان کے بائیں کندھے پر ہو۔ اہل یمن کے لئے یہ ہے کہ قطب ان کے دائیں مونڈھے پر ہو۔ منتقی میں جہت قبلہ کی معرفت کے چار طریقے ہیں۔ (۱) سردیوں کے سب سے چھوٹے دن میں سورج کی ٹکیا کو طلوع شمس کے وقت اپنے بائیں کان کی جڑ پر کیا جائے جس سمت پڑے وہی جہت قبلہ ہے۔ (۲) زوال کے وقت سورج کی ٹکیا کو اپنی بائیں آنکھ کے موخر پر کرنے سے جو سمت حاصل ہو وہ جہت قبلہ ہے۔ (۳) شے کا سایۂ اصلی دو مثل ہو جانے کے وقت سورج کی ٹکیا کو بائیں آنکھ کے مقدم کے مقابل کیا جائے جو حصہ ناک کے متصل ہے جس جہت میں پڑے وہ جہت قبلہ ہے۔ (۴) غروبِ شمس کے وقت سورج کو اپنی دائیں آنکھ کے موخر کے مقابل کرنے سے جہت قبلہ حاصل ہو جائے گی۔ (بحرالرائق)

زندویستی نے فرمایا کہ اہلِ مشرق کا قبلہ مغرب ہے اور اہلِ مغرب کا مشرق، اہلِ جنوب کا شمال، اہلِ شمال کا جنوب۔

مسئلہ: جہت مثل عین کے قبلہ ہے اور جہت کا علم دلیل سے ہو گا مثلاً وہ محرابیں جو صحابہؓ اور تابعینؒ کے اجماع سے بنائی گئیں چونکہ انھوں نے عراق کا قبلہ مشرق اور مغرب کے درمیان قرار دیا اور خراسان کا مغرب کے درمیان۔ (جامع الرموز) تجنیس میں ہے کہ ہمارے دیار میں قبلہ مغرب شتاء اور مغرب صیف کے درمیان ہے۔ پس اگر ایسی جہت کی طرف نماز پڑھی جو مغربین سے نکل گئی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ امام ابو منصورؒ نے فرمایا کہ سردی کے سب سے چھوٹے دن اور گرمی کے سب سے بڑے دن کا اندازہ کیا جائے اور ان دونوں کے سورج غروب ہونے کی جگہ کو پہچانا جائے پھر دائیں

جانب دو تہائی اور بائیں جانب ایک تہائی دائیں جانب چھوڑ کر درمیان میں نماز پڑھی جائے۔ امام سید ناصر الدین نے فرمایا کہ اول قول جوازی ہے اور ثانی استحبابی۔ (جامع المضمرات)

مسئلہ: اگر کسی کو قبلہ کا پتہ نہ ہو اور تحری کر کے نماز پڑھ لے اگر نماز کے بعد علم ہوا کہ تحری میں غلطی ہوئی تو نماز کا اعادہ واجب نہیں ہے چونکہ باری تعالیٰ کا قول اینما تولوا فثم وجه الله تحری کے باب میں نازل ہوا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک نماز کا اعادہ واجب ہوگا اگر غلطی سے قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے نماز پڑھ لی ہو۔

مسئلہ: اگر غلطی کا علم نماز کے درمیان میں ہو گیا تو نماز میں گھوم جائے اور بناء کرلے جیسا کہ اہل قباء نے کیا کہ جب انھیں خبر ملی کہ قبلہ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف منتقل ہو گیا تو وہ نماز ہی میں گھوم گئے تھے اور بنا کی تھی۔ (منافع) اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایسے شخص کے ذمہ نہیں ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو تلاش کرے اور اس سے پوچھے۔ (حاشیہ المسماۃ بالنافع)

چوتھی تشریح ستر چھپانے کے بیان میں

مسئلہ: عورت کی پنڈلی اور لٹکے ہوئے بال اور پیٹ اور ران سب علاحدہ علاحدہ اعضا ہیں۔

مسئلہ: مرد کا ذکر الگ عضو ہے ایسے ہی فوطے مستقل عضو ہیں صحیح قول کی بنا پر۔ لہٰذا اگر ان میں سے کوئی سا عضو نماز میں چوتھائی کھل جائے تو نماز نہ ہوگی اور اگر اس سے کم کھلا تو طرفین کے نزدیک نماز ہو جائے گی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر اکثر عضو کھل گیا تو نماز فاسد ہوگی اور اکثر نصف سے زائد کہلائے گا۔ نصف کھل جانے میں امام ابو یوسفؒ کی دو روایتیں ہیں۔ (ہدایہ)

مسئلہ: دُبر (مقعد) اور دونوں سرین ایک ہی عضو ہیں یا علیحدہ علیحدہ اس میں اختلاف ہے۔ (۱) دونوں ایک عضو ہیں لہٰذا کل کا چوتھائی معتبر ہوگا۔ (۲) ہر سرین

ایک علیحدہ عضو ہے اور ذَ بَر تیسرا عضو ہے۔(قنیہ من بزدوی) یہی صحیح ہے۔(برہان)

مسئلہ: عورت کی پستان اگر معمولی اُبھری ہوئی ہوں (ناہدہ) تو وہ سینے کے تابع ہیں اگر بڑی بڑی ہیں تو وہ خود مستقل عضو ہیں۔(سراجیہ)

مسئلہ: اگر عورت نے نماز شروع کرنے کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ پس آستین اٹھانے سے پیٹ کا چوتھائی یا پہلو کا چوتھائی حصہ کھل گیا تو نماز شروع کرنا صحیح نہ ہوگا۔(قنیہ من شرح الزیادات)

مسئلہ: ستر کا چھپانا بہرصورت ضروری ہے خواہ وہاں کوئی دوسرا شخص موجود ہو یا نہ ہو لہٰذا اگر ایسے باریک کپڑے میں نماز پڑھی جس میں سے جسم نظر آتا ہے تو نماز درست نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر اندھیری کوٹھری میں پاک کپڑے ہوتے ہوئے برہنہ نماز پڑھی تو نماز نہ ہوگی۔ بالاتفاق۔

مسئلہ: کسی نے پانی میں ننگے ہو کر نماز پڑھی۔ اگر پانی گدلا ہو تو نماز ہو جائے گی ورنہ جائز نہ ہوگی۔(بحرالرائق)

مسئلہ: اگر جسم تاریکی کی وجہ سے نظر نہ آئے تو یہ جسم کا چھپانا نہیں سمجھا جائے گا۔(جامع الرموز من الزاہدی) در مختار میں ہے کہ کیا تاریکی ستر عورۃ کے لئے کافی ہوگی۔ مجمع الانہر میں اس پر بحث ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ حالت اضطرار میں تو تاریکی کو کافی سمجھا جائے گا حالت اختیار میں نہیں۔

مسئلہ: ستر چھپانا ضروری ہے جیسے بھی ممکن ہو خواہ پتے سے ڈھانپے یا کیچڑ گارے میں اپنے جسم کو لتھڑائے۔(قنیہ)

مسئلہ: اگر ننگا شخص ایسے کپڑے پر قادر ہو جو خون سے بھرا ہوا ہے اور دھونے پر قادر نہ ہو تو ایسے شخص کو اختیار ہے کہ خواہ ننگا ہونے کی حالت میں نماز پڑھ لے مگر بیٹھ کر اشارہ سے پڑھے۔ یا یہ کہ خون آلود کپڑے پہن کر بیٹھ کر رکوع اور سجدہ کے ساتھ نماز پڑھے چونکہ یہاں دونوں عذر برابر ہیں یہ

حکم شیخینؒ کے نزدیک ہے۔ امام محمدؒ کے نزدیک خون آلود کپڑا پہن کر نماز
پڑھنا ضروری ہے چونکہ ننگا ہو کر نماز پڑھنا زیادہ برا ہے نجاست والے
کپڑے پہن کر نماز پڑھنے سے۔ چونکہ بعض فقہاء نے کپڑوں کی ناپاکی کو جواز
صلوٰۃ کے لئے مانع نہیں کہا ہے جیسا کہ یہ عطاء خراسانی کا قول ہے۔ اور ننگے
نماز پڑھنے کو کسی نے بھی جائز نہیں کہا ہے۔ (شرح الزیادات)

مسئلہ: اگر کوئی شخص ریشم کے علاوہ کوئی کپڑا نہ پائے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ
اسی کپڑے میں نماز پڑھ لے۔ ریشم کے کپڑے کا حکم ناپاک کپڑے جیسا نہیں
ہے کہ اس میں شیخینؒ کے نزدیک اختیار ہو۔ (بہ افتی ابو الفضل کرمانی)

مسئلہ: اگر ننگا شخص اتنا کپڑا پالے جو اس کے سب سے چھوٹے عضو کو چھپا سکتا ہے
اور وہ بغیر اس کے نماز پڑھ لے تو نماز نہ ہوگی۔ (قنیہ عن رکن الصباغی)

مسئلہ: ستر کو اپنے سے چھپانا ضروری نہیں ہے۔ (ھو الصحیح) چونکہ ستر اپنے
حق میں ستر نہیں ہوتا ہے یہی امام ابو حنیفہؒ سے منقول ہے۔

مسئلہ: اگر کسی شخص نے اس حال میں نماز پڑھی کہ اس کا گریبان کھلا ہوا ہے جس سے
اس کو اپنا ستر نظر آرہا ہے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ امام شافعیؒ و احمدؒ کے
نزدیک اپنا ستر دیکھنے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

مسئلہ: نوادر ہشام میں ہے کہ اگر کسی شخص کا گریبان پہلے سے کھلا ہوا تھا پھر اس نے
اس کو بالقصد کھول کر ستر دیکھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ ہمارے بعض اصحاب
نے فرمایا ہے کہ اگر گریبان کھلا ہوا ہو مگر ڈاڑھی گھنی ہو تو نماز فاسد نہیں
ہوگی۔ اس قول کی بنا پر معلوم ہوتا ہے کہ اپنے سے بھی ستر کا چھپانا ضروری
ہے۔ (بنایہ)

مسئلہ: ستر کا چھپانا نماز سے باہر بھی فرض ہے۔ (بالاتفاق) بجز چند مواقع کے۔ اور
خلوت میں ضروری ہے یا نہیں۔ اس میں اختلاف ہے صحیح قول وجوب کا ہے
جبکہ ستر کا کھولنا غرض صحیح کے لئے نہ ہو۔ (کما فی شرح منیہ و بحر الرائق)

مسئلہ: قلیل ستر کے کھل جانے سے نماز فاسد نہ ہو گی خواہ ایک رکن ادا کرنے کے وقت تک کھلا رہے۔

مسئلہ: اگر چوتھائی یا چوتھائی سے زائد ستر تھوڑی دیر کھلا تو نماز فاسد نہ ہو گی چونکہ اس میں ضرورت ہے۔(مواہب الرحمٰن)

مسئلہ: عورت کا ہر کان ایک عضو ہے ایسے ہی ناف اور عانہ (پیڑو) کے درمیان کا حصہ بھی ستر ہے۔(بحر الرائق)

مسئلہ: اگر نماز میں عورت کے کچھ بال کھل گئے کچھ ران کا حصہ کھل گیا کچھ پیٹ کا حصہ کھل گیا اگر سب کو جمع کر کے چوتھائی بالوں کے بقدر ہو جائے یا چوتھائی ران یا چوتھائی پنڈلی کے بقدر تو نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ سب کا سب ایک ستر ہے۔

قال کہ اس میں دو باتوں کی تصریح ہے اور لوگ ان سے غافل ہیں۔(۱) اجزاء کے مجموعہ کا اعتبار نہیں ہو گا مثلاً سدس، اسباع وغیرہ ہیں کہ اعتبار مقدار کا ہے۔(۲) سب اعضاء میں سے کھلا ہوا حصہ اگر اعضاء مکشوفہ میں سے سب سے چھوٹے عضو کے ربع کے برابر ہو جائے تو نماز درست نہ ہو گی یہاں تک کہ اگر کان کا نواں حصہ اور پنڈلی کا نواں حصہ کھل گیا تو نماز نہ ہو گی چونکہ کھلا ہوا چوتھائی کان کے برابر ہو جائے گا۔ مگر محقق زیلعیؒ نے شرح کنز میں فرمایا ہے کہ اجزاء کا اعتبار کیا جانا مناسب ہے اس لئے کہ کوئی عضو کا اعتبار اس بات کی دلیل ہے کہ تھوڑا حصہ کھل جانا بھی جواز صلوٰۃ سے مانع ہوتا ہے اگرچہ جو حصہ کھلا ہے اس کا ربع نہ ہو۔ جس کا بیان یہ ہے کہ اگر ران کا نصف ثمن اور کان کا نصف ثمن کھل گیا اور یہ کان کے ربع کے برابر یا اس سے زائد ہو گیا تو نماز نہ ہو گی حالانکہ کوئی سے بھی عضو کا چوتھائی نہیں کھلا ہے یہی حکم اس صورت میں ہے جب ہر ایک کا نصف عشر کھل جائے۔ مگر اتنی سی مقدار ستر کھل جانے سے نماز کا فاسد ہو جانا قاعدہ کے خلاف ہے۔ یہی امام

محمدؒ کا زیادات میں ایک جگہ ظاہر کلام ہے چنانچہ آپ نے فرمایا کہ اگر عورت نماز پڑھے اور اس کے بالوں کا کچھ حصہ کھل جائے اور کچھ حصہ فرج کا کھل جائے اگر دونوں کا مجموعہ اتنا ہو جائے کہ چوتھائی کے برابر ہو تو نماز نہ ہوگی اور اگر اس سے کم ہو تو کوئی حرج نہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر چند اعضاء تھوڑے تھوڑے کھل جائیں تو ان کو جمع کیا جائے گا نیز کھلے ہوئے اعضاء میں سے کسی عضو کے چوتھائی کا اعتبار کیا جائے گا۔ مگر جو تفصیل ابن ملک نے شرح مجمع میں ذکر کی ہے کہ چوتھائی سے کم ستر کا کھل جانا معاف ہے یہ اس وقت ہے جبکہ ایک عضو میں ہو اور اگر دو یا زیادہ عضو میں ہو اور جمع کرنے سے ان میں سے کسی چھوٹے عضو کے چوتھائی کے بقدر ہو جائے تو یہ جواز صلوٰۃ سے مانع ہے۔ یہ ایسی تفصیل ہے جس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ (بحر الرائق)

مسئلہ: اگر کسی ننگے سے اس کے ساتھی نے کپڑا دینے کا وعدہ کیا ہو تو اس کا انتظار کرنا ضروری ہے چاہے وقت نکل جانے کا خوف ہو۔ یہ امام محمدؒ کی ایک روایت ہے اور امام ابو حنیفہؒ کی روایت میں اس وقت تک انتظار کرے جب تک وقت کے ختم ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو۔ (قنیہ عن المنتقی) محیط میں امام ابو یوسفؒ کا قول امام صاحب کے ساتھ ہے۔ ابن نجیمؒ فرماتے ہیں کہ قیاس کے اعتبار سے یہی قول ترجیح کو چاہتا ہے کہ تیمم کرنے والا پانی کا انتظار وقت کے فوت ہونے سے پہلے پہلے کرے گا۔ اگر پانی ملنے کی امید ہو۔

مسئلہ: اگر ننگا شخص غیر مدبوغ چمڑے کے علاوہ ستر چھپانے کے لئے کچھ نہ پائے تو اس میں بالاتفاق نماز درست نہ ہوگی بخلاف اس صورت کے جبکہ ناپاک کپڑا پائے۔ (برہان)

مسئلہ: پہلو پیٹ کے تابع ہے۔ (قنیہ عن ظہیر مرغینانی) مجد ترجمانی سے منقول ہے کہ جو حصہ پیٹ کے متصل ہو مناسب یہ ہے کہ وہ پیٹ کے تابع ہو اور جو پیٹھ کے متصل ہو وہ پیٹھ کے۔

عجیب چیستاں

س: ایسی کونسی عورت ہے جس پر اس کے مولا کے مرجانے سے ایک سال کی نماز کا اعادہ واجب ہو؟

ج: وہ وہ عورت ہے جو ایک آدمی کی باندی تھی۔ وہ شخص کسی دوسرے شہر میں سفر میں چلا گیا اور وہیں مر گیا اور اس نے اپنی باندی کی آزادی کو اپنی موت کے ساتھ معلق کر رکھا ہو اور باندی کو اس کی موت کی خبر ایک سال تک نہ ہوئی ہو اور وہ باندیوں کی طرح نماز پڑھتی رہی مثلاً سر وغیرہ کھول کر چونکہ ستر کے حق میں باندی مثل مرد کے ہے لہٰذا باندی کا پیٹ پیٹھ تو ستر ہے مگر بال، پنڈلی، مونڈھا یہ ستر نہیں ہے۔ پھر آقا کی موت کے ایک سال بعد اس کو علم ہوا ہو۔ پس اس کے لئے آزادی تو موت کے وقت سے ثابت ہو چکی اور اس کا ستر آزاد عورت کے ستر کی طرح ہو گیا لہٰذا سر وغیرہ بھی ستر میں داخل ہو گیا لہٰذا اس درمیان میں اس نے جو نمازیں پڑھی ہیں وہ درست نہ ہوئیں اور اس پر کامل ایک سال کی نمازوں کا اعادہ ضروری ہے۔ (مراقی)

مایتعلق بالقعود والرکوع والسجود والقیام والقرأۃ والتشھد والسلام وغیرھا

(قعود کے متعلق مسائل اور رکوع، سجود، قیام، قرأت تشہد اور سلام وغیرہ سے متعلق)

س: کیا بائیں پیر کی انگلیوں کو بھی قعدہ کی حالت میں قبلہ کی جانب متوجہ کرنا ضروری ہے؟

ج: ہاں پیر کی انگلیوں کو بھی قبلہ کی طرف متوجہ رکھنا مستحب ہے اگر نہ ہو سکے تو کچھ حرج نہیں۔ (رد المحتار)

س: اگر برف روئی، گھاس یا چارپائی پر سجدہ کیا تو کیا کافی ہو جائے گا؟

ج: ہر وہ چیز جس پر پیشانی جم جائے اس پر سجدہ کرنا جائز ہے اور اگر چہرہ اس پر نہ ٹھہر سکے بلکہ اس میں گھس جائے تو جائز نہیں ہے۔ (ہدایہ)

س: ایک رکعت میں دو سجدوں کی حکمت کیا ہے؟

ج: سجدہ دو مرتبہ اس لئے مقرر کیا گیا تاکہ شیطان رسوا ہو چونکہ اسے ایک سجدہ کا حکم دیا گیا اس نے وہ بھی نہ کیا اس لئے ہم دو سجدے کرتے ہیں تاکہ وہ ذلیل ہو اسی کی طرف حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سہو کے دو سجدہ ہونے کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ شیطان کو ذلیل کرنے کے لئے ہیں۔

دوسری حکمت: بیان کیا گیا ہے کہ جب اللہ نے ملائکہ کو آدمؑ کے سجدہ کا حکم دیا اور انھوں نے سجدہ کیا جب سجدہ سے سر اٹھایا تو دیکھا کہ شیطان نے سجدہ نہیں کیا تو ملائکہ نے دوسرا سجدہ شکریہ میں کیا۔ یہی ہماری شریعت میں حکم دے دیا گیا۔ یہی ان لوگوں کی مراد ہے جو یوں کہتے ہیں کہ دوسرا سجدہ سجدۂ شکر ہے پہلا سجدہ صلوٰۃ ہے۔

تیسری وجہ: بیان کیا گیا ہے کہ جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیلؑ کے پیچھے نماز پڑھی۔ تو آپؐ نے اپنا سر جبرئیلؑ سے پہلے سجدہ سے اٹھایا جب دیکھا کہ ابھی امام نے سجدہ سے سر نہیں اٹھایا ہے تو آپؐ فوراً سجدہ میں چلے گئے۔ پس گویا کہ آپ نے دو سجدے کئے لہٰذا آپ کا کیا ہوا فعل ہماری شریعت میں واجب ہو گیا۔

چوتھی وجہ: سجدہ اولیٰ سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انسان زمین سے پیدا کیا گیا ہے اور سجدہ ثانیہ سے اس طرف اشارہ ہے کہ پھر اسی میں لوٹایا جاوے گا اور دو سجدہ کے درمیان ہلکا سا جلسہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مکینی دنیا کے قیام کی مقدار اتنی ہی ہے۔

س: قومہ میں ہاتھ چھوڑ دے یا باندھ کے رکھے؟

ج: چھوڑ دے۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ (سراجیہ) قاعدہ کلیہ اس سلسلہ میں صاحب ہدایہ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ ہر وہ قیام جس میں کوئی مسنون ذکر ہو تو اس میں ہاتھ باندھ کر رکھے اور جس مقام میں ذکر مسنون نہ ہو تو اس میں چھوڑ

دے اسی لئے تکبیرات عیدین اور قومہ میں ارسال کرلے یعنی ہاتھ چھوڑ دے۔

س: نفل نماز بیٹھ کر پڑھنے کی صورت میں رکوع کیسے کیا جائے؟

ج: رکوع تو پیٹھ کو جھکانے سے تام ہو جاتا ہے لیکن مستحب طریقہ یہ ہے کہ پیشانی کو اپنے گھٹنوں کے اگلے حصے کے مقابل کرے۔ (شامی حاشیہ قطبی برحاشیہ ...)

س: اگر امام رکوع کی حالت میں آنے والے نمازی کے جوتوں کی آواز سنے تو کیا آنے والے کا انتظار کرے؟

ج: انتظار کرنا مکروہ ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ نماز کو فاسد کرنے والا ہے اور کفر ہے بعض نے کہا ہے کہ مقتدی فقیر ہو تو جائز ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اگر بہ نیت ثواب کرتا ہے تو ماجور ہے۔ (جامع الرموز) مصنف کتاب نے اس مسئلہ کی پوری تفصیل اپنی کتاب غاية المقال فيما يتعلق بالنعال میں لکھی ہے۔

س: کیا ایسی آستین پر سجدہ کرنا درست ہے جو نجاست پر بچھی ہوئی ہو؟

ج: جائز نہیں ہے۔ (کفایہ) فتح القدیر میں ہے کہ اگر اپنی آستین کو بچھا کر اس پر سجدہ کیا تو جائز نہ ہوگا۔ اصح قول یہی ہے۔ مرغینانی نے جواز کی تصحیح کی ہے مگر قابل اعتماد نہیں ہے۔ وجہ اختلاف یہ ہے کہ کیا آستین کو حائل سمجھا جائے گا یا نہیں جس نے حائل جانا جائز کہا اور جنبی کے لئے بھی قرآن کو آستین سے چھونا جائز کہا اور جس نے حائل نہیں مانا ناجائز کہا۔

س: نمازی نماز کی جگہ سے بلند جگہ پر سجدہ کرے تو کیا جائز ہے؟

ج: اگر سجدہ کی جگہ پیروں کی جگہ سے ایک اینٹ یا دو اینٹ کے بقدر اونچی ہو تو جائز ہے اس سے زائد میں جائز نہیں ہے۔ (خزانۃ الاحکام)

س: کہا جاتا ہے کہ تشہد شب معراج میں معلوم ہوا اس سے پہلے نماز میں قعدہ میں کیا پڑھتے تھے؟

ج: ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم تشہد فرض ہونے سے پہلے قعدہ میں یوں پڑھا

کرتے تھے۔ السلام علی اللہ السلام علی جبرئیل السلام علی میکائیل۔ پس حضورؐ نے فرمایا کہ یوں کہا کرو التحیات للہ...... الخ (ہدایہ)

س: ایک شخص نماز میں دونوں سجدے اس طرح جلدی جلدی کرتا ہے جیسے مرغ ٹھونگ مارتا ہے یعنی دونوں میں زائد فصل نہیں کرتا تو کیا اس کی نماز ہو جائے گی؟

ج: امام حسنؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ اگر سجدہ سے اتنی دیر کے لئے سر اٹھایا جس میں ہوا اس کے اور سجدہ کی جگہ کے درمیان گذر جائے تو نماز ہو جائے گی اور امام ابو یوسفؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے یہ روایت کی ہے کہ اگر اتنی دیر کے لئے سر اٹھایا کہ عرف میں اس کو سر اٹھانا کہا جاسکے تو نماز ہو جائے گی۔ (محیط و البنایہ)

س: اگر امام نے مقتدی کے درود و دعا سے فارغ ہونے سے پہلے سلام پھیر دیا تو مقتدی کیا کرے، سلام پھیر دے یا اپنی دعا پوری کر لے؟

ج: امام کی پیروی کرے۔ اسی کے ساتھ سلام پھیر دے چونکہ صرف تشہد پڑھنا واجب ہے نہ کہ درود و دعا۔ (سراج المنیر)

س: کیا تشہد میں سبابہ (شہادت کی انگلی) سے اشارہ کرے؟

ج: اس میں روایات مختلف ہیں۔ ایسے ہی فتاویٰ بھی مختلف ہیں مگر متاخرین کے نزدیک معتمد اور صحیح قول یہ ہے کہ تشہد میں سبابہ سے اشارہ کرے اسی پر عمل ہے۔

عدم جواز کی تصحیح کے اقوال

حاشیہ برجندی عن الخلاصہ میں ہے کہ اشارہ نہ کرے۔ خزانۃ الروایات میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ جب تشہد میں اشہد ان لا الٰہ الا اللہ پر پہنچے تو دائیں ہاتھ کی سبابہ سے اشارہ کرے یا نہ کرے۔ امام محمدؒ نے اصل میں کچھ ذکر نہیں کیا ہے اور مشائخ کا اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے فرمایا اشارہ نہ کرے۔ کبریٰ میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے۔ اس کے برخلاف بعض نے فرمایا کہ اشارہ کرے۔ پھر

اشارہ کے وقت ہاتھ کو کیسے رکھے۔ امام ابو حنیفہؒ سے منقول ہے کہ خنصر و بنصر کو بند کرے اور درمیانی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنالے اور سبابہ سے اشارہ کرے۔ عتابیہ سے منقول ہے کہ تشہد کے وقت سبابہ سے اشارہ نہ کرے یہی مختار ہے۔ خوانیہ سے منقول ہے کہ یہی مختار ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ مطالب المومنین میں کبریٰ سے اشارہ نہ کرنا منقول ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے چونکہ نماز کا مبنی وقار اور سکون پر ہے۔ سراجیہ میں اشارہ کو مکروہ لکھا ہے۔

سنت اور مستحبات کی تصحیح کے اقوال

جامع المضمرات میں امام خواہر زادہ نے ذکر کیا ہے کہ اشارہ کرنا سنت ہے یہی امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا قول ہے۔

کیفیت اشارہ: اشارہ کرنے کی دونوں صورتیں ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ خنصر اور بنصر کو بند کرے۔ (۲) کوئی بھی انگلی بند نہ کرے نہ حلقہ بنائے۔ سراج منیر میں ہے کہ اشارہ کا سنت ہونا ثابت ہے اور کراہت کا قول درایہ اور روایہ کے خلاف ہے (فتح المنان) مطالب المومنین میں ہے کہ امام محمدؒ نے اس مسئلہ کو اصل میں ذکر نہیں کیا ہے اور اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اشارہ کرے بعض فرماتے ہیں کہ اشارہ نہ کرے۔ امام محمدؒ نے غیر روایت اصول میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث نقل کی ہے کہ آپؐ اشارہ فرماتے تھے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم اس طرح کریں گے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔ آگے فرمایا کہ یہ میرا اور ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔ (ذخیرہ)

حاشیہ برجندی میں ذخیرہ سے ہمارے بعض علماء نے نقل کیا ہے کہ وہ امام شافعیؒ کی طرح کرتے تھے کہ خنصر اور بنصر کو بند کرکے درمیانی انگلی اور انگوٹھے کے اوپر کے سروں سے حلقہ بنایا جائے اور شہادتین کے تلفظ کے وقت سبابہ سے اشارہ کیا جائے۔

زاہدی سے منقول ہے کہ ہمارے اصحاب کی روایات مسلم سے اشارہ کرنے

کے سنت ہونے پر متفق ہیں۔ ملتقط سے ابو نصر بن سلام سے نقل کیا گیا ہے کہ اشارہ کرنے میں علماء کا اختلاف نہیں ہے۔ علامہ عینی نے بنایہ میں فرمایا ہے کہ نماز میں تشہد میں بجز شہادتین کے کوئی اشارہ نہیں ہے اور اشارہ کرنا مستحسن ہے۔ ائمہ ثلٰثہ مسبحہ سے نفس اشارہ میں متفق ہیں۔ کیفیت اشارہ میں اختلاف ہے۔ (۱) خنصر و بنصر کو بند کرے وسطی اور ابہام کا حلقہ بنائے سبابہ کو کھڑا کرے فقیہ ابو جعفر نے نقل کیا ہے کہ حضورؐ نے ایسے ہی کیا ہے۔ یہی امام شافعیؒ کے اقوال مختلف میں سے ایک صورت ہے۔ تتمہ اصحاب شافعی میں ہے کہ امام شافعیؒ کے یہاں بند کرنے کی کیفیت میں تین قول ہیں۔ (۱) سب انگلیوں کو سوائے مسبحہ کے بند کرے اور مسبحہ سے اشارہ کرے اس صورت میں بند کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) ترپن کا عقد بنائے یہی حضورؐ سے ابن عمرؓ کی روایت ہے۔ (۲) اس طرح بند کرے گویا تیئیس کا عقد بنائے۔ یہ ابن زبیرؓ کی روایت ہے۔

(۲) خنصر، بنصر وسطی کو بند کرے انگوٹھے اور مسبحہ کو کھلا ہوا رکھے یہی ابو حمید ساعدی کی روایت ہے۔ (۳) خنصر بنصر کو بند کرے وسطی اور ابہام کا حلقہ بنائے مسبحہ کو کھلا چھوڑے۔ یہ وائل ابن حجر کی روایت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کا عمل مختلف رہا ہے لہٰذا جس طرح بھی کرے گا کافی ہوگا۔ مجتبیٰ میں ہے کہ اشارہ کرنا ترک اشارہ کے مقابلہ میں اولیٰ ہے۔

علامہ بحر العلوم نے رسائل الارکان میں فرمایا ہے کہ سبابہ کو تشہد کے وقت ذکر کی ہوئی صورت کے مطابق اٹھانا امام محمدؒ کا قول ہے۔ امام محمدؒ نے موطا میں اولاً امام مالکؒ سے روایت نقل کی ہے کہ ابن عمرؓ نے اپنا بایاں پیر بچھایا اور اس پر بیٹھ گئے۔ دایاں پیر کھڑا کیا خنصر اور بنصر کو بند کیا وسطی اور ابہام کا حلقہ بنایا اور سبابہ سے اشارہ کیا اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی اشارہ فرمایا پھر امام محمدؒ نے فرمایا کہ حضورؐ ہی کا طریقہ اپنائیں گے، یہی امام ابو حنیفہؒ اور عام اصحاب احناف کا مسلک ہے۔ شیخ ابن ہمام نے بھی امالی میں اس کے مثل نقل کیا ہے جس سے یہ بات

ثابت ہوگئی کہ اشارہ کرنا ہمارے ائمہ سے ثابت ہے اور احناف کا اس میں اختلاف نہیں ہے۔ مگر مشائخ متاخرین ماوراء النہر اس مسئلہ میں مختلف ہیں چونکہ مبسوط کی عبارت میں انھوں نے وبسط اصابعہ' دیکھا کہ حضورؐ نے اپنی انگلیوں کو کھولا اور بسط قبض اور حلقہ بنانے کے منافی ہے چنانچہ بعض نے یہ گمان کیا کہ مسئلہ میں دونوں روایتیں ہیں۔ ایک روایت میں اشارہ مع القبض والتحلیق اور ایک روایت میں بسط ہے اور یہ گمان کیا کہ جو چیز بسط کے منافی ہے یعنی قبض وہ مکروہ ہے۔ اسی لئے ایک روایت ان سے کراہت کی ہے ایک عدم کراہت کی بلکہ استحباب کی ہے صاحب ہدایہ نے عدم کراہت کا قول اختیار کیا۔ ایسے ہی شمس الائمہ نے۔ بعض نے اس میں تشدد اختیار کیا اور کراہت کا فتویٰ دیا چونکہ وہ موطاء اور لمالی کی روایات سے ناواقف تھے۔

ہمارے محققین مشائخ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں نہیں ہیں بلکہ اشارہ کرنا یقینی طریقہ پر ثابت ہے۔ چونکہ مبسوط میں بھی یہ تصریح نہیں ہے کہ تمام تشہد میں انگلیاں کھلی رکھے۔ اشارہ کرنا اور حلقہ بنانا دونوں سنت ہیں ان کا ترک غلط ہے۔ در مختار میں ہے کہ شہادت کے وقت سبابہ سے اشارہ نہ کرے اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ والوالجیہ اور تجنیس اور عمدۃ المفتی اور علامۃ الفتاویٰ میں ہے۔ لیکن قول معتمد وہ ہے جس کی شراح نے تصحیح کی ہے بالخصوص متاخرین نے جیسے کمال، حلبی، باقلانی، شیخ الاسلام وغیرہم کہ اشارہ کرے چونکہ حضورؐ نے اشارہ کیا ہے اور اس کی نسبت امام محمدؒ و امام ابو حنیفہؒ کی طرف کی ہے۔ متن درر البحار اور اس کی شرح غرر الاذکار میں ہے کہ ہمارے نزدیک مفتی بہ قول یہ ہے کہ اپنی تمام انگلیوں کو کھولنے کی حالت میں اشارہ کرے۔ شرنبلالیہ میں صرف مسبحہ سے اشارہ کو صحیح کہا گیا ہے کہ نفی کے وقت اس کو اٹھائے اور اثبات کے وقت گرادے۔ عدم اشارہ کے اقوال مذکورہ میں سے صحیح قول اشارہ نہ کرنے کا ہے۔ چونکہ وہ روایت و درایت کے خلاف ہے اور اشارہ کے جواز کے اقوال میں سے مسبحہ سے اشارہ کرنا ہے کہ یہ کہا گیا ہے کہ اشارہ کے وقت عقد کرے۔ واللہ اعلم۔

عینی میں تحفہ سے نقل کیا گیا ہے کہ اصح قول مستحب ہونے کا ہے اور محیط میں ہے کہ سنت ہے۔ اس تحریر سے معلوم ہو گیا کہ اشارہ کرنا قبض اور تحلیق کے ساتھ سنت ہے اس کا چھوڑنا سنت کے چھوڑنے کے مترادف ہے۔ یہی متفق علیہ ہے۔ کراہت کی روایت غیر قابل اعتماد ہے ایسے ہی عدم اشارہ کا حکم ناقابل اعتماد ہے۔ ردالمحتار میں اس قول کو محقق بتلایا گیا ہے کہ اشارہ کرنے کی کیفیت میں اصل تحلیق ہے نہ کہ انگلیوں کا کھلا رکھنا۔

مسئلہ کی مزید تفصیل رسالہ املۃ التنبیہات مصنفہ والد مولانا عبدالحی لکھنوی میں دیکھی جا سکتی ہے۔ واللہ اعلم۔

س: کوئی آدمی فجر کی نماز میں سولہ سجدے کرے اس کی کیا صورت ہے؟

ج: اس کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی نے امام کو دوسری رکعت کے پہلے سجدہ میں پایا اور امام کے ذمہ سجدہ سہو ہے اس نے دو سہو کے سجدے کیے۔ مسبوق نے بھی اس کے ساتھ سجدہ کیا پھر امام کو یاد آیا کہ اس نے سجدہ تلاوت چھوڑ دیا ہے پھر اس نے سجدہ تلاوت کیا اور تشہد پڑھا پھر دو سہو کے سجدے کیے اور سلام پھیر دیا پھر مسبوق کھڑا ہوا اور اس نے آیت سجدہ تلاوت کی اور سجدہ تلاوت کرنا بھول گیا پھر پہلی رکعت کے دو سجدے کیے اور بھول کر بجائے کھڑا ہونے کے بیٹھ گیا پھر کھڑا ہوا اور دوسری رکعت پوری کی۔ دوسری رکعت کے دو سجدے کیے اور بیٹھ گیا پھر یاد آیا کہ وہ دو رکعتوں کے درمیان بیٹھ گیا تھا اس نے سلام پھر کر سجدہ سہو کیا پھر یاد آیا کہ سجدہ تلاوت کرنا بھول گیا تھا پھر سجدہ تلاوت کیا اور سجدہ سہو کیا اور سلام پھیر دیا۔ کل سولہ سجدے دو رکعت میں پائے گئے۔ امام کے ساتھ دوسری رکعت کے دو سجدے، دو سجدے سہو کے، سجدہ تلاوت، دو سجدے سہو کے امام کے ساتھ، مسبوق کی پہلی رکعت کے دو سجدے، دوسری رکعت کے دو سجدے، دو سجدے سہو کے، سجدہ تلاوت، دو سجدے سہو کے، کل سولہ سجدے۔

س: جمعہ کے دن فجر کی نماز میں کونسی سورت کا پڑھنا مستحب ہے؟

ج: پہلی رکعت میں سورۃ الم تنزیل سجدہ اور دوسری رکعت میں سورۃ الانسان۔ چنانچہ ابوہریرہؓ سے شیخین نے روایت کی ہے کہ آپ جمعہ کے دن نماز فجر کی پہلی رکعت میں الم تنزیل سجدہ اور دوسری رکعت میں ھل اتی علی الانسان پڑھتے تھے اسی وجہ سے شوافع کے یہاں یہ بات لازم ہے کہ وہ ہر جمعہ کو صبح کی نماز میں انھیں دونوں سورتوں کو پڑھتے ہیں۔ مالکیہ اور احناف نے ان دونوں سورتوں کے پڑھنے کو ترک کیا ہے۔ مگر دونوں ائمہ ناپسندیدہ ہیں چونکہ فعل پر مداومت کرنے سے تعیین مکروہ کی صورت پیدا ہوتی ہے اور نماز میں پڑھنے کے لئے سورتوں کو متعین کرنا مکروہ ہے جس سے بہت سے مفاسد پیدا ہوتے ہیں خصوصا حرم محترم میں۔

مولانا عبدالحیٔ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے خود مسجد حرام میں بھیڑ کے وقت دیکھا ہے کہ جاہل مقتدی امام کے پہلی رکعت میں سجدۂ تلاوت کے وقت رکوع میں چلے جاتے ہیں اور جب امام سجدہ سے سر اٹھاتا ہے تو وہ رکوع سے سر اٹھاتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ صبح کی نماز میں تین رکوع ہیں اور حیرت کرتے ہیں۔

اسی سلسلہ میں ایک عجوبہ پیش آیا کہ بعض عجم میرے پاس بخارا میں آئے۔ کسی نے ان کو یہ بتلایا کہ میں نے مکہ میں شوافع کو صبح کی نماز تین رکعت پڑھتے ہوئے دیکھا ہے وہ اس سلسلہ میں پوچھنے لگے۔ یہ شبہ سجدۂ تلاوت سے ہوا۔ چنانچہ علماء احناف نے انہیں مفاسد کے پیش نظر ان دونوں سورتوں کے پڑھنے کو ترک کر دیا مگر ترک پر بھی مداومت کرنا غیر مناسب ہے۔ چاہیے کہ کبھی کبھی ان سورتوں کو پڑھ لیا جایا کرے اس مسئلہ کی پوری تحقیق مرقاۃ میں ہے۔

س: کس نمازی کے لئے نماز میں قرأت کرنا مکروہ ہے؟

ج: مقتدی کے لئے۔ امام برجندیؒ نے شرح نقایہ میں فرمایا ہے کہ اصح قول

مکروہ ہونے کا ہے۔ نیز اس باب میں سخت وعید وارد ہوئی ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے خطا کی۔ سعد ابن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز ہی نہیں ہوئی۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے قرأت کرے اس کے منہ میں مٹی ڈال دی جائے۔ سعید ابن میتبؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے مجھے یہ پسند ہے کہ اس کے منہ میں چنگاری رکھ دی جائے۔ عبداللہ بلخی فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کے منہ میں مٹی بھر دی جائے۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے اہل اسلام میں سے کسی کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ اگر امام بلند آواز سے قرأت کر رہا ہو اور مقتدی قرأت نہ کرے تو اس کی نماز نہ ہو گی۔ یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تابعین کا مذہب ہے۔

اور یہ حضرات امام مالک اہل حجاز میں سے اور اہل عراق میں سے ثوری اور اہل شام میں سے اوزاعی اہل مصر میں سے لیث ان کو کیا ہو گیا کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ جو شخص امام کی قرأت کے ساتھ قرأت نہ کرے اس کی نماز باطل ہے۔

تمرتاشی صاحبِ تنویر الابصار نے قرأت خلف الامام کی حرمت میں ایک رسالہ لکھا ہے جس کا تذکرہ ردالمحتار کے شروع میں ہے۔ ایسے ہی علامہ ہاشم ابن عبدالغفور سندھی نے ایک رسالہ تنقیح الکلام فی النہی عن القرأۃ خلف الامام تحریر فرمایا ہے۔ فتح القدیر میں صراحۃً لکھا ہے کہ قرأت خلف الامام مکروہ تحریمی ہے۔ شیخینؒ کے نزدیک ہدایہ میں اس بات کا دعویٰ کیا گیا ہے کہ اس پر اجماع صحابہ ہے مگر اس پر علامہ جونفوری نے اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر اس مسئلہ میں اجماع ہوتا تو امام شافعیؒ اس کو زیادہ جانتے علامہ عینیؒ نے جواب میں فرمایا ہے کہ اس کو اجماع کہنا اکثر علماء کے اتفاق کے اعتبار سے ہے۔ نیز قرأت کی ممانعت کبار صحابہ میں سے اسّی صحابہ سے ثابت ہے جن میں سے علی مرتضیٰ اور عبادلہ ثلثہ ہیں۔ عبداللہ

بن یعقوب حارثی نے ذکر کیا ہے کشف الاسرار میں عبداللہ ابن زید بن اسلم عن ابیہ کہ حضور کے دس صحابہ قراۃ خلف الامام سے منع کرتے تھے جن کے اسماء یہ ہیں۔ ابو بکر، عمر، عثمان، علی، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد ابن ابی وقاص، عبداللہ ابن مسعود، زید ابن ثابت، عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین۔

پھر ہدایہ میں فرمایا ہے کہ جیسا کہ امام محمد سے منقول ہے کہ مقتدی کے لئے قراۃ کرنا احتیاطاً مستحب ہے مگر غایۃ البیان میں اس کی تردید کی گئی ہے اس لئے کہ امام محمد کی کتابوں میں عدم قراۃ کی تصریح موجود ہے خواہ نماز جہری ہو یا سری۔ اسی پر ہمارا عمل ہے یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔ صاحب بحر الرائق نے اس اعتراض کا دفعیہ اس طور کیا ہے کہ صاحبِ ہدایہ نے یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا کہ استحباب کا قول امام محمد کا ہے بلکہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ امام محمد کی ضعیف روایت ہے۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ اگرچہ یہ قول روایۃً ضعیف ہے مگر درایۃً قوی ہے جیسا کہ ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں تصریح کی ہے نیز ان کے علاوہ دوسرے احناف نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ رہا صحابہ کی طرف منع کی نسبت کرنا جیسا کہ کشف الاسرار میں ذکر کیا گیا ہے سو اس کے بارے میں مطالبہ کیا جا سکتا ہے کہ اس کے اثبات کے لئے اسانید صحیحہ لائیے۔

س: وہ کونسی جہری نماز ہے جس کو شروع کرتے وقت سراً و جہراً دونوں طرح قراۃ کرنے کا اختیار ہو اور پھر جہراً قراۃ واجب ہو گئی ہو؟

ج: وہ وہ نماز ہے جس کو کوئی شخص منفرداً شروع کرے۔ اس کو اختیار ہے کہ قراۃ زور سے کرے یا آہستہ پھر کوئی دوسرا شخص آجائے اور اسی نماز میں اس کی اقتدا کر لے اب اس پر زور سے قراۃ کرنا واجب ہے۔ چونکہ منفرد اب امام بن گیا لہٰذا باقی نماز میں بلند آواز سے قراۃ کرنا ضروری ہے۔ (بحر الرائق)

س: ایسا کونسا شخص ہے جو جہری نماز پڑھے مگر قراۃ کرنے میں اسے اختیار ہو زور سے کرے یا آہستہ سے؟

ج: وہ وہ شخص ہے جو جہری نماز کی منفرد اً قضا کر رہا ہو۔ واس کو اختیار ہے مگر افضل جہر کرنا ہے۔ وھو مختار السرخسی وفخر الاسلام وجماعة من المتأخرین قاضی خان نے اسی کو صحیح کہا ہے۔ ذخیرہ میں ہے کہ یہی اصح ہے۔ ہدایہ میں آہستہ قرأة کرنے کو مختار کہا ہے یقینی طور پر اور اس کی تصحیح کی ہے۔ صاحب نقایہ وغیرہ نے بھی انھیں کی اتباع کی ہے۔ نہایہ میں کہا ہے کہ یہ قول سرخسی، فخرالاسلام، تمرتاشی، امام محبوبی وغیرہ کے اس قول کے خلاف ہے جو ان کی جامع صغیر کی شرح میں ہے۔ علامہ برجندیؒ نے ظہیریہ، ذخیرہ، نہر اور کافی میں ذکر کیا ہے کہ جہری نماز کی قضا میں افضل جہر کرنا ہے۔

س: ایسا کون شخص ہے جو نماز میں آیۂ سجدہ کو سنے مگر اس پر سجدۂ تلاوت واجب نہ ہو؟

ج: وہ مقتدی اور امام جو آیۂ سجدہ ایسے شخص سے سنے جو اس کے ساتھ نماز میں شریک ہے۔ چونکہ اگر مقتدی نماز میں آیۂ سجدہ پڑھے جس کو امام اور اس کے مقتدی کے ساتھی سنیں تو ان پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔ نہ پڑھنے والے پر واجب ہوتا ہے نہ سننے والے پر، چونکہ اگر تنہا پڑھنے والا سجدہ کرے تو امام کی مخالفت لازم آتی ہے اور اگر امام اور مقتدی دونوں کریں تو قلب موضوع لازم آتا ہے۔ یہ حکم تو نماز کا ہے اور نماز سے باہر بھی شیخین کے نزدیک یہ سجدہ ادا نہیں کیا جائے گا، چونکہ نماز کا سجدہ خارج میں نہیں کیا جاتا اور امام محمدؒ کے نزدیک سب کے لئے نماز سے فارغ ہو کر سجدہ کرنا ضروری ہے (ہدایہ)

س: ایسا کونسا سجدہ ہے جو رکوع سے ادا ہو جاتا ہے؟

ج: ایسا سجدہ سجدۂ تلاوت ہے جو نماز میں پڑھا گیا ہو اگر فوراً رکوع کر لیا جائے تو ادا ہو جاتا ہے۔ فی الفور کی حد امام خواہر زادہ کے نزدیک یہ ہے کہ تین آیتوں کے بقدر تلاوت کرنے سے پہلے رکوع کرے۔ اگر تین آیتوں کی مقدار

تلاوت کے بعد رکوع کیا تو اس کو فی الفور نہیں کہا جائے گا۔ حلوائی کے نزدیک تین آیتوں کی مقدار سے زیادہ پڑھنے کا اعتبار ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان)

س: ایسی کونسی عورت ہے جو مردوں کی امامت کی صلاحیت رکھتی ہے؟

ج: وہ عورت جس نے آیت سجدہ پڑھی ہو اور سجدہ میں چلی گئی ہو اور سننے والے بھی اس کے ساتھ سجدہ میں چلے گئے ہوں۔ (الاشباہ) قنیہ میں ہے کہ عورت مردوں کی امامت کی سجدۂ تلاوت میں صلاحیت رکھتی ہے صلوٰۃ جنازہ میں نہیں۔

س: کیا بغیر عذر کے قیام کا ترک جائز ہے؟

ج: قیام فرض ہے۔ فرض کو بغیر عذر نہیں چھوڑا جاسکتا لہٰذا اگر باوجود قیام پر قدرت کے بیٹھ کر نماز پڑھی تو جائز نہ ہوگی۔ (جامع الرموز)

س: مسبوق اگر اپنے امام کو قرأۃ کی حالت میں پائے تو کیا ثناء پڑھے؟

ج: نہیں۔ خزانۃ الروایات میں ہے کہ اگر کوئی شخص امام کو جہری نماز میں قرأۃ کی حالت میں پائے تو ثناء نہ پڑھے چونکہ قرأۃ سننا فرض ہے اور اگر یہ صورت سری نماز میں ہو تو ثناء پڑھے اسی پر فتویٰ ہے۔ خانیہ اور خلاصہ سے نقل کیا گیا ہے کہ مسبوق اگر امام کو جہری نماز میں قرأۃ کرتا ہوا پائے تو ثناء نہ پڑھے جب چھٹی ہوئی رکعت پڑھے اس وقت ثناء پڑھے۔

س: ایک شخص نے کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہی پھر فوراً رکوع میں چلا گیا یعنی تکبیر کہنے کے بعد کھڑا نہیں رہا تو کیا یہ قیام کے لئے کافی ہو جائے گا؟

ج: کافی ہو جائے گا چونکہ تکبیر کے بعد کھڑا رہنا ضروری نہیں ہے اور وہ شخص اس وقت فرض قیام کا اور تکبیر ادا کرنے والا سمجھا جائے گا۔ (قنیہ) قاضی علاء المروزی سے بھی اس کے مثل نقل کیا گیا ہے۔ کفایہ میں ہے کہ اگر تکبیر رکوع میں جاتے ہوئے کہی تو نماز درست نہ ہوگی بلکہ تکبیر کھڑے ہونے کی حالت میں کہنا ضروری ہے چونکہ قیام کا طویل کرنا تو رکعت کے فوت ہونے کے خوف کی وجہ سے ساقط کیا گیا ہے لہٰذا فرض قیام اتنی مقدار سے ادا ہو جائے

کا جس پر قیام کا اطلاق صحیح ہو سکے۔

س: تکبیر رکوع کا سورۃ کے آخری جملہ کے ساتھ وصل کرنا کیسا ہے؟

ج: بعض نے کہا ہے کہ درست ہے بعض نے کہا ہے کہ درست نہیں ہے۔امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ آپ بسا اوقات ملا کر کہتے تھے اور بسا اوقات نہیں ملاتے تھے۔ عمدہ قول کے مطابق اس میں تفصیل ہے کہ جہاں مضمون کے خراب اور بگڑ جانے کا اندیشہ ہو تو نہ ملائے۔ مثلاً ان شانئک ھو الابتر کو اللہ اکبر کے ساتھ ملا کر نہ کہے اور اگر مضمون کے بگڑنے کا اندیشہ نہ ہو تو ملا کر کہہ سکتا ہے۔(عالمگیری)

س: قیام کی حالت میں دونوں قدموں کو ملا کر رکھے یا فصل کے ساتھ رکھے؟

ج: افضل یہ ہے کہ دونوں قدموں کے درمیان چار انگلیوں کے بقدر فصل رکھے۔(جامع الرموز)

س: اگر نفل نماز پڑھنے کا ارادہ ہو تو بیٹھ کر پڑھے یا کھڑے ہو کر؟

ج: کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اگر بیٹھ کر پڑھ لے یہ بھی جائز ہے مگر ثواب نصف ہوگا جیسا کہ امام بخاریؒ نے روایت بیان کی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمران بن حصین کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جو شخص بیٹھ کر نماز پڑھے اس کا کیا حکم ہے، آپؐ نے فرمایا جو کھڑے ہو کر پڑھے تو یہ افضل ہے اور جو بیٹھ کر پڑھے اس کے لئے کھڑا ہو کر پڑھنے والے سے آدھا ثواب ہے۔ فتح القدیر میں ہے کہ امام نووی نے فرمایا کہ یہ حکم نفل نماز کا ہے فرض نماز بیٹھ کر پڑھنا بلا عذر جائز ہی نہیں ہے ہاں اگر قیام سے عاجز ہونے کی وجہ سے بیٹھ کر فرض نماز پڑھے تو اجر میں کمی نہ ہوگی۔

"مغالطہ": لوگ ظہر کے بعد عموماً دو نفل بیٹھ کر پڑھتے ہیں اور بیٹھ کر پڑھنے کو افضل سمجھتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

س: اگر مقتدی نے امام سے پہلے تکبیر تحریمہ کہہ دی تو کیا یہ تکبیر کہنا کافی ہوگا؟

ج: اگر مقتدی نے تکبیر امام سے پہلے کہہ دی تو مقتدی امام والی نماز شروع کرنے والا نہیں سمجھا جائے گا۔ (یہ تکبیر کہنا کافی نہ ہوگا) ہاں اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اپنی نماز شروع کرنے والا بھی سمجھا جائے گا یا نہیں۔ معتمد قول یہ ہے کہ اپنی نماز کا بھی شروع کرنے والا نہیں سمجھا جائے گا چنانچہ اگر وہ اس نماز میں قہقہہ لگائے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (جامع المضمرات)

س: ایک شخص ایسی کوٹھری یا حجرے میں نماز پڑھ رہا ہے کہ جب کھڑا ہوتا ہے تو سر چھت میں اڑ جاتا ہے تو یہ قیام کافی ہوگا؟

ج: اگر وہ قیام کے زیادہ قریب ہو تب کافی ہے۔ (برہان تعالی) یہی قاضی عبد الجبار سے منقول ہے کہ اگر قیام کے زیادہ قریب ہو تب تو درست ہے ورنہ نہیں۔

س: اگر کسی نے نماز کو صرف لفظ اللہ سے شروع کیا تو کیا یہ کافی ہوگا؟

ج: ظاہر الروایۃ میں نماز شروع کرنے والا نہیں ہوگا اور امام ابو حنیفہؒ سے حسنؒ کی روایت میں شروع کرنے والا سمجھا جائے گا۔ (حاشیہ ہدایہ جونوری)

س: اگر نماز اللہ اجل یا اللہ اعظم وغیرہ کسی لفظ سے شروع کی تو کیا حکم ہے؟

ج: نماز اگر لفظ اللہ اکبر سے شروع کی تو بالاتفاق نماز شروع ہو جائے گی ایسے ہی اگر اللہ الاکبر کہا اس میں صرف امام مالکؒ کا اختلاف ہے اور لفظ اللہ الکبیر میں مالکؒ و شافعیؒ کا اختلاف ہے۔ اور اللہ اجل، سبحان اللہ، لاالٰہ الا اللہ وغیرہ وہ الفاظ جو تعظیم پر دلالت کرتے ہیں ان سے امام ابو حنیفہؒ و محمدؒ کے نزدیک نماز شروع کرنے والا سمجھا جائے گا خواہ اللہ اکبر کہہ سکتا ہو یا نہیں مگر امام محمدؒ کا اس صورت میں اختلاف ہے جبکہ مصلی لفظ اللہ اکبر کہہ سکتا ہو اور صاحبینؒ کے نزدیک اصح مذہب ان الفاظ سے کراہت کا ہے۔ (حاشیہ ہدایہ)

مایتعلق بما یفسد الصلوٰۃ و مایکرہ فیہا

(مسائل مفسدات و مکروہات نماز)

س: امام نے آیت سجدہ تلاوت کی اور سجدہ کیا۔ مقتدیوں نے یہ گمان کیا کہ امام

نے رکوع کر کے پھر سجدہ کیا ہے لہٰذا انھوں نے رکوع کیا اور ایک سجدہ کیا تو کیا ان کی نماز فاسد ہو جائے گی؟

ج: اس صورت میں مقتدیوں کی نماز فاسد نہیں ہو گی ہاں اگر انھوں نے دوسرا بھی سجدہ کر لیا تو فاسد ہو جائے گی (قنیہ)

س: اگر نماز سے پہلے منہ میں لقمہ ڈال کر کچھ کھا لیا کچھ منہ میں باقی تھا کہ نماز شروع کر دی اور باقی کو نگل گیا تو کیا نماز فاسد ہو جائے گی؟

ج: امام خواہر زادہ نے کہا ہے کہ نماز فاسد نہ ہو گی۔ امام بقالی نے ذکر کیا ہے کہ اصح یہ ہے کہ نماز فاسد ہو جائے گی جیسا کہ یہی حکم روزہ میں ہے کہ اگر بھول سے منہ میں لقمہ ڈالا اور کچھ کھا لیا فوراً یاد آ گیا کہ روزہ ہے پھر باقی کو نگل گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ (برجندی)

س: نماز میں کھانسنے سے نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں؟

ج: کھانسی بالاتفاق نماز کو فاسد کرنے والی نہیں ہے۔ (زاہدی) لیکن خزانہ میں لکھا ہے کہ اگر بلا ضرورت کھانسنے سے حروف ظاہر ہو جائیں تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (جامع الرموز)

س: اگر نماز میں امام قرآن پڑھ رہا ہو اور پیچھے مقتدی قرآن میں دیکھ کر سن رہا ہو اور قرآن اپنے سامنے کھولے ہوئے ہو اور امام کو لقمہ دے اور امام اس کا لقمہ قبول کرے جیسا کہ یہ شکل بعض شہروں میں تراویح کی نماز میں ہوتی ہے تو ان کی نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں؟

ج: امام و مقتدی دونوں کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ نماز میں غیر سے لقمہ قبول کرنا نماز کو فاسد کر دیتا ہے اگر چہ وہ غیر نماز ہی میں کیوں نہ ہو۔ (ہدایہ) ایسے ہی اگر لقمہ دینے والا نماز سے باہر ہو اور لقمہ لینے والا امام نماز میں ہو تو امام کی نماز فاسد ہو جائے گی چونکہ اس نے غیر سے لقمہ قبول کیا ہے۔ (زیلعی) اسی وجہ سے اگر لقمہ دینے والا اور لقمہ لینے والا دونوں نماز میں ہوں

لیکن دونوں کی نماز علیحدہ علیحدہ ہو تو لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی چونکہ وہ نماز کی حالت میں دوسرے شخص کو تعلیم دے رہا ہے اور لقمہ لینے والے کی بھی نماز فاسد ہو جائے گی چونکہ وہ غیر سے نماز میں سیکھ رہا ہے۔ اس لئے اگر مقتدی نے ایسے شخص سے آیت سنی جو نماز میں نہیں ہے اور سن کر اپنے امام کو لقمہ دے دیا اور امام نے لقمہ لے لیا تو ضروری ہے کہ سب کی نماز باطل ہو جائے چونکہ تلقین خارج کی طرف سے پائی گئی۔ (مجمع البرکات من بحر الرائق)

مسئلہ: اگر نمازی خواہ امام ہو یا مقتدی قرآن میں دیکھ کر تلاوت کرے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہے صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اس کی نماز صحیح ہو جائے گی چونکہ اس نے ایک عبادت کو دوسری عبادت کے ساتھ ملا لیا ایک عبادت قرأۃ ہے اور دوسری قرآن میں دیکھنا۔ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ قرآن کو اٹھانا اس کے اوراق کو پلٹنا عمل کثیر ہے جو نماز کو فاسد کر دیتا ہے مگر اس دلیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر قرآن کو ہاتھ میں نہ اٹھائے نہ ہی اوراق پلٹے اور نہ عمل کثیر کرے اور دیکھ کر تلاوت کرے تو نماز فاسد نہ ہو گی اس لئے دلیل صحیح وہ ہے جس کی علامہ سرخسی نے تصحیح کی ہے اور جس کو صاحب ہدایہ نے اختیار کیا ہے کہ چونکہ غیر سے نماز میں حاصل کرنا پایا گیا اس لئے مفسد صلوٰۃ ہے لہٰذا یہاں غیر وہ قرآن ہے اس صورت میں اٹھانے نہ اٹھانے میں کوئی فرق نہیں ہو گا۔ لہٰذا جو روایت حضرت عائشہ کے آزاد کردہ غلام ذکوان سے منقول ہے کہ ذکوان حضرت عائشہ کو رمضان کے مہینہ میں امامت کراتے تھے اور قرآن میں دیکھ دیکھ کر پڑھتے تھے کہ وہ نماز سے پہلے ہوتا تھا (یعنی نماز میں پڑھنے سے پہلے ایک مرتبہ نظر مار لیتے تھے تاکہ پھر نماز میں غلطی نہ ہو (کذا قال الزیلعی فی شرح الکنز)

بعض نے یہ تاویل کی ہے کہ وہ ہر شفعہ سے پہلے دونوں رکعتوں میں پڑھی

جانے والی قرأت کو یاد کرتے تھے جس کو راوی نے یہ گمان کیا کہ وہ قرآن میں دیکھ کر پڑھتے تھے۔ (عینی) پس اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ نماز میں غیر سے تلقن کرنا نماز کو فاسد کر دیتا ہے اور قرآن میں دیکھ کر پڑھنا غیر سے اخذ کرنے کے مرتبہ میں ہے چنانچہ مولانا عبد اللہ جونفوری نے اس کی تصریح کی ہے کہ مصحف میں دیکھنا اور اس سے اخذ کرنا غیر سے اخذ کرنے کے مانند ہے۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ صورت مسئولہ میں دونوں کی نماز فاسد ہو جائے گی لقمہ دینے والے مقتدی کی نماز اس وجہ سے فاسد ہو جائے گی کہ اس نے قرآن میں دیکھ کر لقمہ دیا ہے نہ کہ یادداشت سے اور قرآن سے اخذ کرنا غیر سے اخذ کرنے کے مانند ہے پس اگر مقتدی کسی اور غیر مقتدی سے اخذ کر کے لقمہ دیتا اور امام لقمہ قبول کرنے تو جیسے جب دونوں کی نماز فاسد ہو جاتی ایسے ہی اب بھی فاسد ہو جائے گی امام کی نماز اس لئے فاسد ہو جائے گی کہ اس نے ایسے شخص کا لقمہ لیا ہے جس کی نماز فاسد ہو چکی لہٰذا ایسا ہو گیا جیسے اس شخص کا لقمہ قبول کرے جو شروع سے نماز میں نہ ہو چونکہ مقتدی کی نماز مصحف میں دیکھتے ہی فاسد ہو گئی تھی اب اگر امام نے اس کا لقمہ لے لیا تو اس کی بھی نماز جاتی رہی۔

نوٹ: مصنف علیہ الرحمہ سے یہ مسئلہ ۱۲۸۲ میں پوچھا گیا تھا موصوف نے علماء سے رجوع کیا مگر جب تشفی نہ ہوئی تو گہرے مطالعہ سے یہ خلاصہ اخذ کر کے تحریر کیا پھر بھی یہ فرمایا کہ میں نے جو تحریر کیا ہے اس کے صدق کا دعویٰ نہیں کرتا اس لئے کہ کمال علم اللہ کی صفت اور شان ہے۔ واللہ اعلم۔

س: اگر کسی شخص نے اپنی مطلقہ رجعیہ کی فرج کو دیکھ لیا تو کیا نماز فاسد ہو جائے گی۔

ج: اس میں علماء کا اختلاف ہے مختار قول یہ ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ دیکھنا شہوت کے ساتھ ہو اور اس دیکھنے سے رجعت ہو جائے گی۔ (فتح القدیر)

س: اگر نماز میں کھنکارا تو کیا نماز فاسد ہو جائے گی؟

ج: اس میں اختلاف ہے۔ مجمع البرکات میں ہے کہ اگر بغیر عذر کے کھنکارا جس

سے دو حرف پیدا ہو گئے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (سراجیہ) اور اگر نماز کی اصلاح کے لئے کھنکارا اور قرأۃ کی عمدگی کے لئے ایسا کیا تو نماز فاسد نہ ہو گی۔ یہی صحیح قول ہے۔ ایسے ہی اگر امام نے غلطی کی اور مقتدی نے کھنکارا تاکہ امام کو معلوم ہو جائے تو نماز فاسد نہ ہو گی۔ غایۃ میں ذکر کیا ہے کہ اپنے نماز میں ہونے کو بتلانے کے لئے کھنکارنا نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ کذا فی التبیین۔ خزانۃ الروایات اور خوارزمی میں ہے کہ اگر کھنکارنا آواز کی عمدگی کے لئے ہو تو بھی یہی حکم ہے یعنی نماز فاسد نہ ہو گی چونکہ یہ تو اصلاح قرأۃ کے لئے ہے لہٰذا قرأۃ میں سے سمجھا جائے گا معنی کے اعتبار سے۔ قنیہ میں ہے کہ قرأۃ کی عمدگی کے لئے کھنکارنا نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ فتاویٰ غریب میں ہے کہ اگر اس لئے کھنکارا تاکہ باہر والا شخص یہ جان لے کہ نماز میں ہے اگر اس سے حروف بن جائیں تو نماز فاسد ہو جائے گی ایسے ہی اگر کھنکارنا تحسین صوت کے لئے ہو اور حروف پیدا ہو جائیں تو امام ابو حنیفہؒ و محمدؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی۔

مصنف کتاب فرماتے ہیں کہ میں نے محمود بن عبد العزیز کا فتویٰ دیکھا کہ نماز فاسد نہیں ہو گی خواہ بغیر ضرورت ہی کے کھانسا ہو۔ حاشیہ مختصر الوقایہ برجندیؒ میں ہے کہ بغیر عذر کے کھنکارنا جبکہ کھنکارنے پر مجبور نہ ہو اگر آواز کی تحسین کے لئے ہو اور اس سے حروف ظاہر ہو جائیں مثلاً اُخ یا اَخ تو امام ابو حنیفہؒ و محمدؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی بخلاف امام ابو یوسفؒ کے۔ اور اگر یہ کھنکارنا عذر کی وجہ سے تھا مثلاً حلق میں تھوک جمع ہو گیا تھا تو نماز کو فاسد نہیں کرے گا یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ چھینک کہ وہ نماز کو فاسد نہیں کرتی خواہ حرف بھی ظاہر ہو جائیں۔ (اھ) ظہیریہ میں ہے کہ آواز کی تحسین کے لئے کھنکارنا تو نماز کو فاسد کر دیتا ہے اور آواز نکالنے کے لئے کھنکارنا نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ ظہیریہ میں تحصیل حروف کی شرط نہیں لگائی گئی ہے یہی ظاہر متن سے معلوم ہوتا ہے اور کافی میں جو صورت مذکور

ہے وہ خلاصہ اور باقی کتب کے مطابق ہے۔

حاشیہ شرح وقایہ یوسف چلپی میں ہے کہ بلا عذر کھنکارنا یعنی جس کے بغیر کام چل سکتا ہو مگر آواز کی بہتری کے لئے ہو یا حلق کی درستگی کے لئے ہو تاکہ کھنکارنے سے تھوک حلق سے نیچے چلا جائے اور وہ قرأۃ پر قادر ہو سکے اگر اس سے حرف ظاہر ہو جائیں مثلاً اخ اخ تو امام اعظم کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی ایسے ہی دوسرے بعض مشائخ کے نزدیک۔ مگر شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ نماز فاسد نہ ہو گی اور یہ ایسا ہو جائے گا جیسے نماز پر بناء کرنے کے لئے چلنا کہ وہ اصلاح صلوٰۃ کے لئے ہونے کی وجہ سے بمنزلہ صلوٰۃ کے ہو گیا۔ اور اگر کوئی آدمی عذر کی وجہ سے کھنکارا مثلاً اس کو کھانسی ہو رہی ہے تو نماز فاسد نہ ہو گی اگرچہ حروف ظاہر ہو جائیں وہ مثل چھینک کے سمجھا جائے گا۔ جامع الرموز میں ہے کہ حروف کا ظاہر ہو جانا نماز کو فاسد نہیں کرتا چونکہ وہ کلام نہیں ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ ضرورت کی صورت میں تو کوئی کراہت نہیں مگر بلا ضرورت مکروہ ہے۔

ضرورت: مثلاً گلے میں کھردرا پن ہو یا اپنے نماز میں ہونے کی خبر دینا مقصود ہو۔ (حموی) اصح قول یہ ہے کہ نماز بالاتفاق فاسد نہ ہو گی لہٰذا امام کے لئے کھنکارنے میں کوئی حرج نہیں ہے جب تک کہ بہت زیادہ نہ کرے اور اگر امام بہت کھنکارتا ہو تو اس کے علاوہ کے پیچھے نماز افضل ہے مگر یہ کہ امام کوئی متبرک آدمی ہو۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کھنکارنا نماز کو فاسد نہیں کرتا اور یہ مسئلہ بلا اختلاف ہے۔ (زاہدی) مگر خزانہ میں ہے کہ اگر اس سے حروف ظاہر ہو جائیں بغیر ضرورت کے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

ہدایہ میں ہے کہ اگر بلا ضرورت کھنکارا اور اس سے حروف ظاہر ہو گئے تو صاحبین کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر ضرورت اور عذر کی وجہ سے ہو تو وہ چھینک اور جمائی کی طرح معاف ہے خواہ حروف بھی پیدا ہو جائیں۔ کفایہ میں ہے کہ صاحب ہدایہ کے نزدیک صاحبین کے یہاں فاسد ہو جانا ظاہر ہے۔

علامہ عینی اور شافعی کی بنایہ میں ہے کہ کھنکارنے سے اگر حروف ظاہر ہو جائیں تو اس میں وہی دونوں قول ہیں جیسا کہ فتح میں ہے۔

مختصر بحر محیط میں ہے کہ بغیر سبب کے کھنکارنا مکروہ ہے اور ضرورت کی وجہ سے کھنکارنا مثلاً حلق میں کھردرا پن ہو یا باہر والے شخص کو اپنے نماز میں ہونے کی اطلاع کرنا ہو تو یہ نہ نماز کو فاسد کرتا ہے نہ ہی اس میں کراہت ہے۔

اگر امام پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو اور مقتدی اس کو خبردار کرنے کے لئے کھنکارے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ ایسے ہی اگر امام نے کوئی غلطی کی اور مقتدی اس لئے کھنکارے تا کہ وہ سنبھل جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ اور اگر کوئی شخص کسی کو ستانے کے مقصد کے لئے کھنکارے تو اس کے باطل ہونے میں دو روایتیں ہیں۔ مالکیہ کے نزدیک زیادہ صحیح روایت کے مطابق یہ صورت نماز کو باطل کرنے والی ہے۔ شوافع کے نزدیک اگر حروف ظاہر ہو جائیں تو نماز باطل ہوگی۔

مصنف علام فرماتے ہیں کہ متون سے معلوم ہوتا ہے کہ کھنکارنا نماز کو فاسد کر دیتا ہے مگر عذر کی صورت میں لہٰذا احتیاطاً اسی پر اعتماد کرنا چاہئے اختلاف سے نکلنے کے لئے بھی یہی مناسب ہے۔ نیز قاعدہ ہے کہ جب کوئی شے مستحب اور حرام کے درمیان دائر ہو تو اس میں احتیاط پر عمل کیا جاتا ہے اور اس کو نہیں کیا جاتا۔ (جامع الرموز، فتح القدیر) لہٰذا جو چیز مفسد صلوٰۃ اور غیر مفسد صلوٰۃ کے درمیان دائر ہو تو اس میں احتیاط یہی ہے کہ حتی الامکان نہ کھنکارا جائے ہاں اگر مجبور ہو جائے تو دوسری بات ہے۔ واللہ اعلم۔

س: اگر کسی نے دراہم یا دنانیر یا انگوٹھی یا موتی وغیرہ منہ میں رکھ کر نماز پڑھی تو کیا نماز ہو جائے گی؟

ج: اگر یہ صورت قرأۃ کرنے سے مانع نہ ہو تو نماز ہو جائے گی اور خلاصۃ تاج الدین ریحانی میں ہے کہ اگر یہ صورت قرأۃ سے مانع نہ ہو تو مکروہ ہے اور اگر قرأۃ سے مانع ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

س: اگر بغیر قمیص پہنے صرف پائجامہ اور ٹوپی پہن کر نماز پڑھی تو کیا نماز فاسد ہو جائے گی؟

ج: نماز ہو جائے گی مگر مکروہ ہو گی۔ (جامع المضمرات)

س: کہنیوں تک آستین چڑھا کر نماز پڑھی تو کیا حکم ہے؟

ج: نماز ہو جائے گی مگر مکروہ ہو گی۔ (فتاویٰ قاضی خان)

س: امام نے سجدۂ تلاوت کیا اور مقتدیوں نے اس کی اتباع کی حالانکہ امام پر سجدۂ تلاوت واجب نہ تھا تو کیا نماز فاسد ہو جائے گی؟

ج: ہاں نماز فاسد ہو جائے گی۔ امام دبوسیؒ نے فرمایا ہے کہ ہمارے اصحاب کی یہی روایت ہے۔ مصنف علام مولانا عبدالحیٔؒ کی رائے یہ ہے کہ نماز فاسد نہ ہو گی۔ (قنیہ)

س: نماز میں اگر پنکھے یا آستین سے ہوا کی تو کیا نماز فاسد ہو جائے گی؟

ج: اگر تین مرتبہ سے کم ایسا کیا تو نماز فاسد نہ ہو گی ورنہ فاسد ہو جائے گی چونکہ تین مرتبہ کرنا عمل کثیر ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ اگر پنکھے یا آستین سے ہوا کی تو نماز فاسد نہ ہو گی۔

خزانۃ الروایات میں عتابیہ سے منقول ہے کہ اگر پرندے کو نماز پڑھتے ہوئے ڈھیلا مار کر اڑایا پنکھے سے ہوا جھلی یا آستین سے ایک یا دو مرتبہ ہوا کی یا مکھی کو اڑایا تو نماز فاسد نہ ہو گی ہاں مکروہ ہو گی اگر بکثرت کرے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

خلاصۃ میں ہے کہ پنکھے یا کپڑے سے تین مرتبہ سے کم ہوا کرنا مکروہ ہے۔

قہستانی نے کہا ہے کہ اگر تین مرتبہ پے در پے ہوا کی تو نماز فاسد ہو جائے گی بعض مشائخ کے نزدیک چونکہ یہ عمل کثیر ہے ہاں اگر عمل کثیر میں دونوں ہاتھوں کی ضرورت والی قید کا اعتبار کیا جائے تو نماز فاسد نہیں ہو گی۔ پورا کلام محیط میں ہے۔

مصنف علامؒ فرماتے ہیں کہ مجمع البرکات میں جو یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر غیر مصلی کسی مصلی کو ہوا کرے تو نمازی کی نماز فاسد ہو جائے گی چونکہ یہ سمجھا گیا

کہ وہ غیر کے فعل پر راضی ہے۔ یہ قول غیر معتمد علیہ ہے چونکہ درایۃً وروایۃً دونوں کے خلاف ہے۔ میرے والد علام نے اولاً اسی پر فتویٰ دیا مگر بعد میں رجوع فرمالیا اور اس قول کی تقلید کی۔

س: اگر شوہر اپنی نماز پڑھتی ہوئی بیوی کا بغیر شہوت کے بوسہ لے تو کیا بیوی کی نماز فاسد ہو جائے گی؟

ج: بوسہ خواہ بشہوت ہو یا بلا شہوت نیز چھونا اگر شہوت کے ساتھ ہو تو عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی چونکہ یہ جماع کے حکم میں ہے۔ (عمدۃ الرعایۃ عن الخلاصۃ)

س: اگر عورت اپنے نماز پڑھتے ہوئے مرد کا بوسہ لے اور عورت کو شہوت نہ ہو تو کیا مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی؟

ج: مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ (فتح القدیر عن الخلاصۃ) آگے ابن ہمام نے فرمایا ہے کہ اس مسئلہ اور پہلے والے مسئلہ میں وجہ فرق اللہ ہی زیادہ جانتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

مصنف علام فرماتے ہیں کہ شاید وجہ فرق یہ ہو کہ قیاس دونوں صورتوں میں چاہتا ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی چونکہ غیر کا فعل مصلی کی نماز کو فاسد نہیں کر سکتا چنانچہ اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر کوئی مرد کسی نمازی کے کپڑوں کو پکڑ لے یا اس کے بدن پر ہاتھ رکھے تو اس صورت میں اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ مگر جب مرد عورت کا بوسہ لے تو چونکہ معنیً جماع پایا گیا چونکہ جماع مرد کا فعل ہے اس لئے عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی بخلاف اس کے کہ عورت بغیر شہوت کے مرد کا بوسہ لے اور مرد کی جانب سے بھی شہوت نہ پائی جائے کہ اس صورت میں بوسہ لینا عورت کی طرف سے پایا گیا اور جماع کا تحقق نہیں ہوا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ عورتوں میں شہوت غالب ہے، جب مرد نے عورت کا بوسہ لیا تو سمجھا جائے گا کہ عورت کی طرف سے بھی شہوت پائی گئی اس وجہ سے عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی بخلاف اس کے کہ عورت نے مرد کا بوسہ لیا اور مرد کی طرف سے شہوت نہ پائی گئی ہو تو معنًا بھی شہوت

موجود نہ سمجھی جائے گی چونکہ مرد میں شہوت غالب نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم۔

س: اگر نمازی سے کوئی چیز طلب کی گئی اور اس نے سر یا ہاتھ سے ہاں یا نہ کا اشارہ کر دیا تو کیا نماز فاسد ہو جائے گی؟

ج: نماز فاسد نہ ہوگی ہاں مکروہ ہوگی۔ (تبیین الحقائق عن الظہیریہ)

س: کیا نماز میں پیٹ کی ہوا کو روک کر رکھنا مکروہ ہے جیسا کہ پیشاب یا پاخانہ کو روک کر رکھنا مکروہ ہے؟

ج: جی ہاں مکروہ ہے۔ مولانا بدر الدین نے مقاصد کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اخبثین (پیشاب پاخانہ) اور ریح کو روک کر رکھنا مکروہ ہے (کمانی الارشاد) مصنف علام فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت ارشاد میں بہت تتبع اور تلاش کے بعد ملی ہے۔ ہمارے اطراف کے علماء اس کی کراہت اور عدم کراہت میں متحیر تھے۔

س: ایسا کونسا نمازی ہے جو نماز میں نعم (ہاں) کہہ دے اور اس کی نماز فاسد نہ ہو؟

ج: وہ نمازی ہے جسے اپنی بات بات میں نعم بولنے کی عادت نہ ہو اور اگر اس کی عادت ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر عادت نہیں ہے بلکہ اتفاقاً اس کی زبان سے نکل جاوے تو اس وقت اس کو قرآن سے شمار کیا جائے گا چونکہ نعم قرآن میں یقیناً موجود ہے۔ (بحر الرائق)

س: وہ کونسا نمازی ہے جس کے کراہنے اور آہ آہ کرنے سے نماز فاسد نہ ہو؟

ج: وہ نمازی ہے جو مرض کی وجہ سے اس کے روکنے پر قادر نہ ہو۔ (در مختار)

س: وہ کونسا نمازی ہے جس کی نماز تلاوت قرآن سے فاسد ہو جاتی ہے؟

ج: وہ نمازی ہے جس کو حدث پیش آگیا ہو اور وضو کرنے کے لئے گیا ہو اس حال میں قرآن کریم کی تلاوت کرے تو اصح قول کی بنا پر اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (بزازیہ)

س: وہ کونسا نمازی ہے جس کے حلق سے نماز میں کوئی آواز نکلے مگر اس کی نماز

فاسد نہ ہو؟

ج: وہ شخص ہے جو کتے یا بلی کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے آواز کرے یا گدھے کو راعیوں اور چرواہوں ۔ زبان میں ہنکائے کہ ان صورتوں میں نماز فاسد نہ ہوگی چونکہ یہ ایسی آوازیں ہیں جن کے لئے حروف ہجاء نہیں ہیں بخلاف رونا اور کراہنا کہ اس کے لئے ہمزہ ممدودہ غنہ کے ساتھ ہوتی ہے۔ (فتح)

س: وہ کون سا نمازی ہے جو سبحان اللہ، لا الٰہ الا اللہ یا اللہ اکبر یا نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور اس کی نماز فاسد ہو جائے؟

ج: وہ نمازی ہے جو ان کلمات سے جواب کا ارادہ کرے مثلاً کسی نے اس کو خوشی کی خبر دی جس پر اس نے الحمد للہ کہا یا غمناک خبر سنی جس پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا یا اللہ اور محمد کا نام سنا جس پر کلمہ عظمت کہا تو ان صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی یہ قول طرفین یعنی امام ابو حنیفہ و محمد رحمہما اللہ کا ہے بخلاف امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کے۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ نے بنایہ میں کہا ہے کہ اس قسم کے مسائل میں طرفین ہی کا قول اولیٰ ہے۔

س: وہ کون شخص ہے جس کی نماز فاتحہ کی قرأت سے فاسد ہو جاتی ہے؟

ج: وہ وہ مسبوق ہے جس نے کسی کہنے والے کا یہ قول سنا جو حاضرین سے خطاب کر کے کہہ رہا تھا کہ فلاں ضرورت درپیش ہے سورۂ فاتحہ پڑھو اس مسبوق نے یہ سن کر سورۃ فاتحہ پڑھی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی چونکہ اس نے غیر نمازی یعنی ایسے شخص کے امر کو پورا کیا جو نماز میں نہیں ہے۔ اور اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اگر یہ دیکھا جائے کہ اس نے قرآن ہی تو پڑھا ہے تو نماز فاسد نہ ہونی چاہیے اور اگر یہ دیکھا جائے کہ اس نے خارج صلوٰۃ شخص کی فرمانبرداری اور اطاعت کی ہے تو نماز فاسد ہو جانی چاہیے۔ قول ثانی ہی پر فتویٰ ہے۔ (خلاصۃ) اس کی نظیر در مختار میں لکھی ہے کہ اگر نمازی سے کہا جائے کہ آگے بڑھو تو اسے چاہیے کہ تھوڑی دیر رکا رہے پھر اپنی رائے سے

آگے بڑھے اور اگر وہ فوراً آگے بڑھ گیا یا کوئی شخص صف میں جگہ دیکھ کر گھسا اور اس کے لئے وسعت کی گئی ہو یعنی دائیں بائیں نمازی ادھر ادھر ہو گئے ہوں تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

س: وہ کونسا نمازی ہے جو نماز میں مطلقہ کی پیشاب گاہ کو دیکھ لے اور وہ عورت اس کی زوجہ ہو جائے؟

ج: وہ نمازی ہے جو بحالت صلوٰۃ مطلقہ رجعیہ کی فرج کو شہوت کے ساتھ دیکھ لے چونکہ اس دیکھ لینے سے وہ رجعت کرنے والا سمجھا جائے گا لہٰذا وہ عورت اس کی بیوی ہو جائے گی اور نماز فاسد نہ ہوگی۔ (در مختار کذا فی فتح القدیر)

س: وہ کونسا کام ہے جو نماز سے باہر حرام ہو اگر اسے نماز میں کر لیا جائے تو نماز فاسد نہ ہو؟

ج: اجنبیہ کو شہوت کے ساتھ دیکھنا کہ یہ خارج صلوٰۃ حرام ہے مگر نماز میں دیکھ لینے سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ (ہدایہ)

س: ایسا کونسا شخص ہے جو نماز میں ایسی چیز کو دیکھے جس کا دیکھنا نماز سے باہر جائز ہو پھر بھی اس کی نماز فاسد ہو جائے؟

ج: وہ شخص ہے جو نماز میں اپنے ستر کو دیکھے کہ اس سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اسی پر بعض مشائخ نے فتویٰ دیا ہے۔

مصنف علام فرماتے ہیں کہ صحیح قول اس کے خلاف کا ہے چنانچہ ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا ہے کہ شرح شرعۃ الاسلام میں فرمایا ہے کہ نماز کے آداب میں سے کرتے کی گھنڈی بند رکھنا ہے واجبات میں سے نہیں ہے چونکہ صحیح بات یہ ہے کہ اپنے آپ سے اپنے ستر کو چھپانا شرط نہیں ہے یہاں تک کہ اگر کسی شخص کا گریبان کھلا ہوا ہو اور وہ اپنے ستر کو دیکھ لے تو نماز کا اعادہ نہیں کرے گا۔ (کذا فی العینی) علامہ عینیؒ نے بنایہ میں کہا ہے کہ اپنے آپ سے ستر کو چھپانا شرط نہیں ہے یہی صحیح ہے یہی امام ابو حنیفہؒ سے منقول ہے جیسا کہ ابو شجاع نے امام صاحب

سے نقل کیا ہے۔ پس اگر کوئی شخص کھلے گریبان نماز پڑھے اور اپنے ستر کو دیکھ لے تو اس کی نماز فاسد نہ ہو گی۔

امام شافعیؒ و احمدؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی۔ بعض اصحاب شوافع فرماتے ہیں کہ اگر گریبان کھلا ہو مگر ڈاڑھی گھنی ہو تو نماز فاسد نہ ہو گی۔

س: وہ کونسی چیز ہے جس کو نمازی نماز کی حالت میں نگل لے مگر اس کی نماز فاسد نہ ہو؟

ج: ایسی چیز شکر یا اس جیسی چیزوں کا مٹھاس ہے مثلاً کسی نے نماز شروع کرنے سے پہلے شکر وغیرہ کھائی ہو پھر نماز شروع کر دی ہو اور منہ میں مٹھاس ہو جس کو وہ اپنے تھوک کے ساتھ نگل لے تو نماز فاسد نہ ہو گی۔ البتہ اگر عین شکر ابھی اس کے منہ میں ہو یا ہر ایسی چیز جو تھوک کے ساتھ پگھل جاتی ہے اور پگھلنے کے بعد اس کو نگل لے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (خزانۃ الروایات عن التتارخانیہ)

س: وہ کونسا اللہ کا کلام ہے جس کے پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے؟

ج: توریت، انجیل، زبور وغیرہ پہلی آسمانی کتابیں۔ (بحر الرائق)

س: وہ کونسا منفرد ہے جو اگر بھول کر سلام پھیر دے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے باوجودیکہ بھول کر سلام پھیرنا نماز کو فاسد نہیں کرتا؟

ج: وہ وہ منفرد ہے جو بھول کر قیام کی حالت میں سلام پھیر دے چونکہ سہواً وہ سلام نماز کو فاسد نہیں کرتا جو اپنے محل میں ہو اور سلام کا محل نماز جنازہ میں قیام ہے اور دوسری نمازوں میں قعود ہے۔ (درمختار)

س: وہ کونسا اعلان اور خبر ہے جس کو اگر نمازی بحالت نماز کرے تو بھی اس کی نماز فاسد نہ ہو؟

ج: وہ اپنے نماز میں ہونے کی خبر دینا ہے مثلاً اگر کسی شخص نے مصلی سے اجازت چاہی اس نے سبحان اللہ کہا تاکہ وہ جان جائے کہ نماز میں ہے تو نماز فاسد نہ ہو گی۔ (بحر الرائق)

ایسے ہی اگر نمازی اس لئے کھنکارے تاکہ دوسرا شخص جان لے کہ نماز میں ہے یا اس لئے کھنکارے کہ امام کو پتہ چل جائے کہ وہ غلطی کر رہا ہے تو ان صورتوں میں نماز فاسد نہ ہو گی۔

مجمع البرکات میں ہے کہ اگر کوئی شخص درستگیٔ نماز کے لئے کھنکارے تو نماز فاسد نہ ہو گی یا ایسے ہی امام کو اس کی غلطی پر متنبہ کرنے کے لئے۔ اس کی بہت ساری نظیریں ہیں جو ماہرین کتب فن پر مخفی نہیں ہیں۔

س: کونسا عمل کثیر نماز کو فاسد نہیں کرتا؟

ج: وہ عمل جس کی نماز میں ضرورت لاحق ہو مثلاً خلیفہ بنانا۔ بناء کرنا ایسے ہی بچھو اور سانپ کو قتل کرنا مطلقاً خواہ جنبہ ہو یا اس کے علاوہ ہو عام ازیں کہ اس کو مارنا ایک ضرب سے ہو یا چند ضربات سے۔ (تبیین الحقائق)

س: وہ کونسا نمازی ہے جس کی نماز امام کے منافی صلوٰۃ کسی عمل کی وجہ سے فاسد ہو جائے اور امام کی نماز فاسد نہ ہو؟

ج: وہ مسبوق ہے جبکہ امام سلام کے وقت قہقہہ لگائے یا عمداً حدث یعنی ریح وغیرہ خارج کرے کہ خروج بصنعہ یعنی اپنے اختیار سے نماز سے نکلنا پایا گیا لہٰذا امام کی نماز پوری ہو گئی اور مسبوق کی نماز فاسد ہو گئی چونکہ منافی صلوٰۃ عمل اس کی نماز کے درمیان میں پایا گیا بخلاف امام کے سلام پھیر دینے کے کہ اس سے مسبوق کی نماز فاسد نہیں ہوتی چونکہ سلام تو نماز کو پورا کرنے والا ہے۔ (بحر الرائق)

س: ایسا کون شخص ہے جس کے لئے سجدہ میں بازؤں کو زمین پر بچھانا مکروہ نہیں ہے حالانکہ ایسا کرنا مکروہ ہے؟

ج: وہ شخص ہے جو طویل سجدہ کرنے کے باعث اس کا محتاج ہو چنانچہ مرقاۃ میں ابن حجر کا قول نقل کیا ہے کہ کتے کی کہنی کی طرح بازؤں کا سجدہ کی حالت میں زمین پر بچھانا مکروہ ہے چونکہ یہ ہیئت بری اور خشوع صلوٰۃ کے منافی

ہے مگر جو شخص سجدہ طویل کرے اور اس پر ہتھیلیوں پر سہارا رکھنا دشوار ہو جائے تو اس کے لئے بازؤں کو رکبتین یعنی گھٹنوں پر رکھنا جائز ہے چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سجدوں کی مشقت کی شکایت کی آپ نے فرمایا کہ گھٹنوں سے مدد طلب کرو۔ اس کو ایک جماعت نے موصولاً نقل کیا ہے اور مرسلاً بھی نقل کیا گیا ہے یہی اصح ہے۔ (بخاری ترمذی)

ذکر المکروهات المتفرقه

(نماز کے متعلق مختلف مکروہات کا بیان)

م: نماز میں بغیر عذر کے چار زانو ہو کر بیٹھنا مکروہ ہے۔ یہ بات صحیح طور پر ثابت ہے کہ ابن عمرؓ نے اپنے صاحبزادے کو اس طرح بیٹھنے سے منع فرمایا۔ بیٹے نے جواب دیا کہ آپ تو اس طرح بیٹھتے ہیں اس پر حضرت ابن عمرؓ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میرے پیر برداشت نہیں کرپاتے اس لئے میں پیر کھڑا کر کے نہیں بیٹھتا ہوں گویا اپنے ضعف کو عذر میں پیش فرمایا۔ (مطالب المؤمنین)

وجہ کراہت علت: بعض نے یہ بیان کی ہے کہ چار زانو بیٹھنا متکبرین کا طریقہ ہے مگر یہ علت مردود ہے چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چار زانو بیٹھنا منقول ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بسا اوقات چار زانو ہی بیٹھتے تھے۔ پس یہ بات صحیح نہیں ہے کہ یہ متکبرین کا طریقہ ہے۔ البتہ یہ بات درست ہے کہ تکبر کے ارادے سے اس طرح بیٹھنا ممنوع ہے۔ (کفایہ)

دوسری وجہ علت مناسبت یہ ہے کہ تربع یعنی چار زانو بیٹھنا یہ ادب کے خلاف ہے لہٰذا خدا کے سامنے بغیر ایسے عذر کے جو آداب کی رعایت کو ساقط کردے اس طرح بیٹھنا مکروہ قرار دیا جائے گا۔

روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز چار زانو کھانا تناول فرما رہے تھے، وحی نازل ہوئی کہ غلاموں کی طرح کھانا کھائیے۔ (خزینۃ الروایات)

ابراہیم ادہم سے منقول ہے کہ میں ایک روز چار زانو بیٹھا ہوا تھا، آواز آئی کہ اس طرح بادشاہ بیٹھا کرتے ہیں اس کے بعد کبھی چار زانو نہیں بیٹھا۔ (احیاء العلوم)

م: قمیص کے اوپر ازار باندھ کر نماز پڑھنا ایسے ہی سجدہ میں جاتے ہوئے آگے پیچھے سے کپڑے سمیٹنا مکروہ ہے۔ (جامع المضمرات)

م: جامع المضمرات میں ہے کہ اپنے محل سے پہلے دعاء مانگنا مکروہ ہے اور دعاء کا محل آخر صلوٰۃ ہے مثلاً اللھم اغفرلی کہنے سے نماز فاسد نہ ہوگی۔

مصنف علام فرماتے ہیں کہ محل دعاء کی تفسیر فقط آخر صلوٰۃ سے کرنا باطل ہے اس لئے کہ احادیث میں کچھ دعائیں قیام کی حالت میں قرأۃ سے پہلے ایسے ہی رکوع اور سجدہ کی حالت میں قولاً اور فعلاً وارد ہوئی ہیں لہٰذا جس دعاء کا ذکر احادیث میں آگیا ہے وہ مکروہ نہ ہوگی۔

م: نماز میں جمائی لینا مکروہ ہے۔

م: انگلیوں کا چٹخانا مکروہ ہے۔ (در مختار)

م: اگر کسی عورت نے دوسری عورت کے بال اپنے بالوں میں جوڑے اور اس حال میں نماز پڑھی ایک قول یہ ہے کہ نماز نہ ہوگی مگر اصح قول یہ ہے کہ یہ عمل جواز صلوٰۃ سے مانع نہیں ہے جیسا کہ امام محمدؒ سے نقل کیا گیا ہے اسی کو فقیہ ابو اللیث نے اختیار فرمایا ہے مگر یہ عمل مکروہ ہے۔ (مطالب المومنین)

م: نماز میں آنکھیں بند رکھنا مکروہ ہے۔

م: نماز سے فراغت سے پہلے چہرہ سے مٹی یا پسینہ صاف کرنا مکروہ ہے۔

م: نماز میں بہت جلدی کرنا مکروہ ہے۔

م: تین سے کم کھٹمل یا جوں مارنا مکروہ ہے اگر تین سے زائد ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

م: قصداً خوشبو سونگھنا جبکہ اپنے کسی عمل سے ہو اگر بغیر اپنے دخل کے خوشبو سونگھے تو مکروہ نہ ہوگا۔

م: نماز کی حالت میں بچہ کو اٹھانا بغیر عذر کے مکروہ ہے اور عذر درندے یا آگ میں جلنے اور یا پانی میں ڈوبنے کا خوف ہے۔ اگر ان اعذار کی وجہ سے بچہ کو اوپر کندھے پر بٹھا کر نماز پڑھی تو مکروہ نہ ہو گی۔

م: نوافل کے علاوہ میں بلا ضرورت دیوار یا ستون سے ٹیک لگانا مکروہ ہے۔ (شرح خلاصہ کیدانی)

م: کسی انسان کے چہرے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (تنویر الابصار)

م: دائیں بائیں جانب نماز میں توجہ کرنا یا ایک آدمی کو چھوڑ کر دوسرے کا سہارا لینا مکروہ ہے۔

م: نماز میں کسی بھی چیز سے کھیلنا مکروہ ہے یا ہر ایسی ہیئت اختیار کرنا جس میں خشوع ترک ہوتا ہو۔ (مختصر الوقایہ)

م: نماز میں دوسری طرف التفات کرنے میں اگر گردن گھمائے تو مکروہ ہے اور اگر التفات آنکھ کے آخری گوشہ سے ہو تو کراہت نہیں اور اگر التفات سینہ کو قبلہ سے پھر جانے کے ساتھ ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

م: نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھانا مکروہ ہے۔ (تبیین الحقائق)

م: اگلی صف میں جگہ ہونے کے باوجود تنہا پچھلی صف میں کھڑا ہونا مکروہ ہے ہاں اگر اگلی صف میں جگہ نہ ہو پھر پچھلی صف میں تنہا کھڑا ہو تو کراہت نہیں ہے۔ (تحفہ) لیکن خزانہ میں ہے کہ یہ بھی مکروہ ہے اس لئے اگر اگلی صف میں سے کسی کو پیچھے کھینچ لے تو اولیٰ ہے۔

محیط میں ہے کہ اصح قول یہ ہے کہ رکوع تک کا انتظار کرے اگر کوئی آدمی ساتھ مل جائے تو بہتر ہے ورنہ اگلی صف سے کسی کو پیچھے کھینچ لے۔

مصنف علام فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں تنہا کھڑا ہونا ہی اولیٰ ہے چونکہ جہالت غالب ہے۔ (جامع الرموز) یعنی جس کو آگے سے کھینچے گا وہ لڑ جائے گا بجائے فائدہ کے اس کی بھی نماز خراب ہو جائے گی۔

م: مرد کے لئے بالوں کا جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔
(ف) جوڑا یہ کہلاتا ہے کہ بالوں کو جمع کر کے کھوپڑی پر کسی کپڑے یا دھاگے وغیرہ سے باندھ لے۔ بعض نے کہا ہے کہ اپنے گیسوؤں کو سر کے چاروں طرف لپیٹ لے۔ (عزیز الروایات)

م: کپڑوں کو لٹکا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ لٹکانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی جانب کو ملائے بغیر چھوڑ دے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کپڑا سر پر ڈالے اور اس کو دونوں مونڈھوں پر چھوڑ دے یعنی مثلاً چادر کا دایاں حصہ بائیں مونڈھے پر نہ ڈالے بلکہ دونوں طرف لٹکا ہوا رہنے دے۔ بڑی چادر اچکن اور شیروانی وغیرہ میں سدل کی صورت یہ ہو گی کہ اس کو کندھے پر ڈال لے آستین بازوؤں میں نہ پہنے۔ (شرح وقایہ)

م: نماز میں انگڑائی لینا مکروہ ہے چونکہ یہ سستی سے ہوتا ہے ایسے ہی جمائی لینا مکروہ ہے۔ اگر جمائی غالب ہو جائے تو حتی المقدور اس کو روکے خواہ منہ بند کرے یا منہ پر ہاتھ اور آستین وغیرہ رکھ کر۔ (تبیین الحقائق)

م: ننگی ہوئی تلوار کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا بعض نے یہ لکھا ہے کہ مکروہ نہیں ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ مکروہ ہے۔ کراہت کا قول حضرت ابن عمرؓ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

م: سامنے رکھے ہوئے قرآن کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ یہ ہمارا مسلک ہے کہا گیا ہے کہ امام نخعی کے نزدیک مکروہ ہے۔ (غایہ)

م: سجدہ یا کسی دوسری حالت میں پیروں کی انگلیوں کا قبلہ کی جانب سے پھیرنا مکروہ ہے۔

م: نماز کی حالت میں آستین کے علاوہ دوسری چیز سے مکھی کو اڑانا مکروہ ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ خلف ابن ایوب اپنے چہرہ کے اوپر سے خارج صلوٰۃ بھی مکھی کو نہیں اڑاتے تھے۔ ان سے وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ ایسا اس لئے کرتا

ہوں تاکہ نماز میں بھی اڑانے کی عادت نہ رہے۔ (خزانۃ الروایات)

۳۔ بلا ضرورت ناک اور منہ ڈھانپ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

۴۔ عمامہ کو سر کے ارد گرد لپیٹنا یا بعض حصہ سر پر اور بعض چہرہ پر لپیٹنا بھی مکروہ ہے۔ (حلبیہ)

مسئلہ بغیر عمامہ کے نماز پڑھنا

مصنف علام فرماتے ہیں کہ مجھ سے بہت سی مرتبہ بغیر عمامہ کے نماز کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا یہ مکروہ ہے جیسا کہ عوام کے درمیان مشہور ہے۔ میں نے کتب فقہ کو تلاش کیا مگر کتب فقہ سے صرف یہ معلوم ہوا کہ تین کپڑوں میں نماز پڑھنا مستحب ہے۔ (۱) تہہ بند (۲) کرتہ (۳) عمامہ۔ مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بغیر عمامہ کے نماز مکروہ ہے اور جن حضرات نے اس کو مکروہ لکھا ہے تو یہ سمجھا ہے کہ ترک مستحب مکروہ ہے یہ غلط ہے اس لئے کہ بحر الرائق وغیرہ میں ہے کہ ترک مستحب سے کراہت لازم نہیں ہوتی جب تک کہ کراہت پر کوئی دلیل خارجی قائم نہ ہو اور اس پر یہ تفریع کی ہے کہ یوم النحر میں عید کی نماز سے پہلے کھانا مکروہ نہیں قول مختار کی بنا پر حالانکہ مستحب یہ ہے کہ عید کی نماز سے پہلے کچھ نہ کھایا جائے۔

بعض نے کراہت پر اس بات سے استدلال کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ عمامہ کے ساتھ نماز پڑھائی ہے اور مواظبت دلیل سنت ہے اور سنت کے خلاف کرنا مکروہ ہے۔ مگر اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت عبادات کے باب میں تو دلیل سنت ہے عادات کے باب میں نہیں اور عمامہ باندھنا عادات میں سے ہے۔ لہٰذا اس کا ترک مکروہ نہ ہوگا۔ (شرح الوقایہ)

ہاں اولیٰ اور افضل آپ کی اقتداء ہے۔ مصنف علام فرماتے ہیں کہ میرے والد کی بعض تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ان شہروں میں جہاں کا رواج بڑے لوگوں کے پاس جانے کے وقت، عمامہ کے ساتھ جانے کا ہو وہاں کے لوگوں کے حق میں بغیر عمامہ کے نماز کو مکروہ کہا ہے اور جن بلاد میں ایسا

رواج نہیں ہے وہاں کوئی کراہت نہیں ہے۔

یہ بات اغلاط العوام میں سے ہے کہ اگر امام بغیر عمامہ کے ہو اور مقتدی عمامہ والے ہوں تو مقتدیوں کی نماز مکروہ ہوتی ہے۔ھذا زخرف من القول وزورآ۔ واللہ اعلم۔

ذکرالثیاب التی تکرہ الصلوٰۃ فیھا و مایتعلق بہ

(ان کپڑوں کا بیان جن میں نماز مکروہ ہوتی ہے اور جن میں مکروہ نہیں ہوتی)

م: مجوسی کے کپڑوں میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ ناپاک ہونے کا یقین نہ ہو۔ہاں مجوسی کے پاجامہ اور تہبند میں نماز پڑھنا مکروہ ہے جب تک کہ ان کو دھو نہ دیا جائے۔ یہ حکم امام ابوحنیفہؒ وابویوسفؒ کے نزدیک ہے۔امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ان میں بھی کراہت نہیں ہے۔(خزانۃ الروایات)

م: یہودی کے کپڑوں میں نماز مکروہ ہے۔(سراجیہ)

م: بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ فاسقوں کے کپڑوں میں بھی نماز مکروہ ہے مگر صحیح بات یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہے اس لئے کہ جب ذمیوں کے کپڑوں میں مکروہ نہیں ہے تو فاسقوں کے کپڑوں میں کیوں مکروہ ہوگی۔ہاں ذمیوں کے پاجامہ میں نماز مکروہ ہے۔(مطالب المؤمنین)

م: بغیر مجبوری کے صرف پائجامے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

م: محنت اور مشقت یا تجارت کے کام کاج والے کپڑوں میں نماز مکروہ ہے۔ مثلاً پلہ داروں کے کپڑے جو پھٹے ہوئے اور طرح طرح کے داغ لگے ہوئے ہوتے ہیں۔(جامع المضمرات)

م: ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے ہاں اگر مقصود تذلل ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔(شرح وقایہ)

م: اگر سر سے ٹوپی گر جائے اور ایک ہاتھ سے اٹھا کر اوڑھنے پر قادر ہو تو بہتر یہ ہے کہ ٹوپی اوڑھ لے، ننگے سر نماز نہ پڑھے۔(خزانۃ الروایات)

م: تصویر والے کپڑے پر نماز پڑھنا مطلقاً مکروہ نہیں ہے ہاں اگر تصویر سجدہ کی جگہ ہو تو مکروہ ہے۔(تنویر) مبسوط میں مطلقاً مکروہ لکھا ہے۔ علامہ عینی نے کہا ہے کہ تاج الشریعۃ نے تفصیل ہی کو اصح قرار دیا ہے۔

م: ریشم یا غصب کئے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھنا امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی ایک روایت میں درست نہیں ہے یعنی نماز صحیح نہ ہو گی اور دوسری روایت یہ ہے کہ نماز تو صحیح ہو جائے گی مگر ایسا کرنا حرام ہے۔ احناف کے نزدیک نماز تو صحیح ہو گی مگر مکروہ ہو گی۔(مطالب)

م: مجوسی کے بُنے ہوئے کپڑوں میں نماز پڑھنا درست ہے۔ امام حسنؒ نے اس میں کچھ حرج نہیں سمجھا ہے۔

م: بغیر دُھلے یعنی کورے کپڑے میں نماز پڑھنا درست ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بغیر دُھلے کپڑے میں نماز پڑھی ہے۔(خزانۃ الروایات)

صفحہ ۳۸ کی سطر ۸، ۹، ۱۰ کے مسائل چھوڑ دیئے گئے ہیں چونکہ ماقبل میں آچکے تھے۔

م: رومال مونڈھوں پر ڈال کر نماز پڑھنا جیسا کہ عام عادت ہے مکروہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ نماز کے وقت اس کو نیچے رکھ لے۔

م: وہ رومال جس سے اعضاء وضو پونچھے جائیں اس پر نماز پڑھنا بہتر نہیں ہے اس لئے کہ وضو کا پانی قابل احترام ہے۔ واللہ اعلم

ذکر الاماکن التی تکرہ الصلوٰۃ فیھا و مایتعلق بہ

(ان جگہوں کا بیان جن میں نماز پڑھنا مکروہ ہے)

م: کسی انسان کے چہرے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

م: غیر مصلی کے لئے مصلی کے چہرہ کا استقبال مکروہ ہے۔

م: ایسے شخص کی پیٹھ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جو بیٹھا ہوا باتیں کر رہا ہو

درست ہے۔(بحر الرائق)

م: صرف امام چبوترے پر کھڑا ہو اور مقتدی نیچے تو مکروہ ہے۔(ہدایہ) اگر امام کے ساتھ بعض مقتدی بھی ہوں تو مکروہ نہیں ہے (فتح القدیر) ولم ینکر فی الکتاب مقدار ارتفاع الدکان۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارتفاع دکان (چبوترے کے اونچا ہونے کو قد انسانی کے بقدر مقید کیا ہے) یعنی چبوترہ قد آدم کے برابر اونچا ہو تو مکروہ ہے یہی امام ابویوسفؒ سے منقول ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اتنا اونچا ہونا کافی ہے جس سے امتیاز واقع ہو جائے امام اور مقتدی کے مقام کے درمیان۔

تیسرا قول یہ ہے کہ وہ ایک ذراع کے بقدر اونچا ہو جیسا کہ سترہ میں بھی معتبر ہے اس پر فتویٰ ہے۔ یہ کراہت اس صورت میں ہے جبکہ امام کا چبوترے پر کھڑا ہونا بلا کسی عذر اور ضرورت کے ہو۔ اگر کسی ضرورت کی وجہ سے ہو مثلاً جمعہ اور عیدین میں تو کراہت نہیں ہے۔(حلیۃ)

معتبر قول کراہت میں قد آدم یا اس سے کم ہونے کا ہے یہی ظاہر الروایۃ ہے اسی کو بدائع میں مختار کہا ہے۔ یعنی مطلقاً قوم سے اونچی جگہ پر کھڑا ہونا مکروہ ہے چونکہ حضورؐ کا فرمان مطلق ممانعت کا ہے کہ صرف امام کا چبوترہ پر کھڑا ہونا ممنوع ہے مگر اس کو امام طحاویؒ نے قامۃ الرجل کے ساتھ مقید کیا ہے۔ قاضی خان نے جامع صغیر کی شرح میں کہا ہے کہ معتبر قول ذراع کا ہے اسی پر اعتماد ہے۔ غایۃ البیان میں ہے کہ یہی قول صواب ہے۔ فتح القدیر میں اسی کو مختار کہا ہے۔

جب تصحیح میں اقوال مختلف ہوگئے پس ظاہر روایۃ پر عمل کرنا بہتر ہے اور مناسب یہی ہے کہ اطلاق کا قول اختیار کیا جائے یا صرف اتنی مقدار کا اعتبار کیا جائے جس سے امتیاز قائم ہو جائے۔(بحر الرائق)

م: اگر قوم اونچی جگہ ہو اور امام تنہا نیچے ہو تو ظاہر الروایۃ میں ہے کہ یہ بھی

مکروہ ہے۔(ہدایہ) فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے اسی پر علمۃ المشائخ کا اتفاق ہے۔در مختار میں اصح قول کراہت کا ہے۔

م: صرف امام محراب میں کھڑا ہو اور قوم باہر ہو یہ بھی مکروہ ہے۔وجہ کراہت میں اختلاف ہے۔ایک قول یہ ہے کہ اس میں تشبہ باہل الکتاب ہے اس لئے مکروہ ہے چونکہ وہ امام کے لئے علیحدہ جگہ متعین کرتے ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ چونکہ اس صورت میں دائیں بائیں لوگوں پر امام کا حال مشتبہ رہتا ہے اس لئے مکروہ ہے۔اگر کراہت کی علت پہلی چیز کو مانا ہے تب تو مطلقاً مکروہ ہوگا اور اگر دوسری چیز کو قرار دیا جائے تو اگر امام کا حال مشتبہ نہ رہے خواہ کسی بھی طریقہ سے ہو تو مکروہ نہ ہوگا۔(کفایہ) اصح توجیہ ثانی ہے (فتح القدیر وغیرہ)

صفحہ ۳۸،سطر ۱۹،ترجمہ چھوڑ دیا گیا کہ یہ مسئلہ ماقبل میں گزر چکا ہے۔

م: ایسے مکان میں نماز پڑھنا جس میں چھت میں یا سامنے کی دیوار میں تصویر ہو مکروہ ہے اور اگر تصاویر پیچھے یا قدموں کے نیچے ہوں تو مکروہ نہیں ہے۔

(شرح عتاب) لیکن گھروں میں مطلقاً تصاویر رکھنا ممنوع ہے۔(فتح القدیر)

مایتعلق بالجماعۃ

(جماعت سے متعلق مسائل)

س: اگر کوئی شخص عادۃً بلا عذر کے تنہا نماز پڑھے تو کیا اس کی نماز ہو جائے گی؟

ج: نماز ہو جائے گی مگر ایسا کرنا بڑا گناہ ہے۔نماز کا جائز ہو جانا اس وجہ سے ہے کہ جماعت نماز کی شرطوں میں سے نہیں ہے کہ اس کے بغیر نماز ہی درست نہ ہو۔نیز جماعت سے نماز پڑھنا بہ نسبت تنہا نماز پڑھنے کے بہت فضیلت کی چیز ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت بیان کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جماعت کی نماز تنہا نماز پر ۲۷ درجہ فضیلت رکھتی ہے۔ابن ماجہ نے یہ روایت بیان کی ہے کہ تنہا نماز پڑھنے پر جماعت سے نماز پڑھنا ۲۵ درجہ فضیلت رکھتا ہے۔ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت پر قدرت کے باوجود تنہا نماز پڑھنے سے

نماز ہو جائے گی چونکہ ان احادیث سے تنہا نماز پڑھنا بھی فضیلت کی چیز معلوم ہوتا ہے بھی تو جماعت سے نماز کی فضیلت زیادہ ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یوں فرمایا جاتا کہ تنہا نماز پڑھنا فاسد ہے۔

س: ان دونوں احادیث میں بظاہر تعارض معلوم ہو رہا ہے۔ پہلی روایت سے ۲۷ درجہ فضیلت اور دوسری سے ۲۵ درجہ فضیلت معلوم ہوتی ہے؟

ج: ان میں کوئی تعارض نہیں ہے چونکہ قاعدہ ہے کہ زیادہ کے ضمن میں کم بھی پایا جاتا ہے لہٰذا جس روایت میں ۲۷ درجہ کا ذکر ہے اس میں ۲۵ درجہ فضیلت بھی داخل ہے۔ ہاں اگر حدیث ثانی میں کوئی حصر ذکر کیا جاتا کہ ۲۵ درجہ سے زیادہ فضیلت نہیں تب یہ روایت پہلی روایت کے معارض ہو جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ قلیل کثیر میں داخل ہوتا ہے۔ فقہاء نے بیان فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص نے دس روپیہ میں کوئی کپڑا خریدا پھر کسی نے اس سے قیمت پوچھی۔ اس نے جواب دیا کہ ۵ روپیہ میں خریدا ہے تو وہ شخص جھوٹ بولنے والا نہیں سمجھا جائے گا چونکہ پانچ دس میں موجود ہے۔ واللہ اعلم۔

بلا عذر کے تنہا نماز پڑھنے کے صحیح ہونے پر بعض مسائل فقہیہ سے دلالت ہوتی ہے۔ چنانچہ ہدایہ وغیرہ میں تصریح ہے کہ اگر امی یعنی اَن پڑھ اور قاری یعنی پڑھا ہوا دونوں تنہا تنہا نماز پڑھیں تو دونوں کی نماز صحیح ہو جائے گی۔ یہی صحیح ہے۔

علامہ ہداد جونپوری نے اس مسئلہ کی تحقیق یہ بیان کی ہے کہ امی شخص قاری کی موجودگی میں قرأۃ پر من وجہ قادر سمجھا جائے گا من وجہ نہیں چونکہ وہ قادر بالغیر ہے اور عاجز بالذات پس اگر ان کی طرف سے جماعت میں رغبت پائی جائے تو جانب قدرت کو جانب عجز پر ترجیح دی جائے گی اور امی کو قادر علی القرأۃ سمجھا جائے گا اور اس کو مخاطب بنایا جائے گا کہ وہ اپنی نماز کو قرأۃ کے ساتھ پڑھے اور اگر ان کی طرف سے رغبت نہ پائی جائے تو امی کو عاجز معتبر مانا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب امی غیر قادر علی القرأۃ من وجہ کی نماز تنہا جماعت پر قدرت کے باوجود صحیح

ہو جائے گی تو غیرانی کی نماز بلاجماعت باوجود جماعت پر قدرت کے بطریق اولیٰ ہو جائے گی۔

اس بارے میں امام ابوداؤدؒ اور امام نسائیؒ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً حدیث نقل کی ہے کہ مرد کا دوسرے مرد کے ساتھ مل کر نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے اولیٰ ہے۔ اور ایک آدمی کا دو آدمیوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھنا ایک آدمی کے ساتھ نماز پڑھنے سے اولیٰ ہے اور جتنے آدمی زیادہ ہوں یہ اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ اس واضح بیان سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ جماعت پر قدرت کے باوجود بلاجماعت نماز پڑھنا یہ عدم جواز میں موثر نہیں ہے۔

مصنف علام فرماتے ہیں کہ میں نے یہی جواب اس سوال کے جواب میں دیا کہ دو آدمی مسجد میں نماز کے لئے داخل ہوئے اور ہر ایک نے تنہا نماز پڑھنی شروع کر دی تو کیا ان کی نماز ہو جائے گی؟ تو میں نے جواب میں کہا کہ ہاں نماز ہو جائے گی۔ اس لئے کہ جماعت ہمارے نزدیک فرض عین نہیں ہے بلکہ فرض کفایہ بھی نہیں ہے اگرچہ امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک قول فرض کفایہ ہونے کا ہے جیسا کہ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے۔ ہاں فرض عین ہونے کے قول کو امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ، داؤد ظاہری، اسحاق بن راہویہ وغیرہ نے اختیار فرمایا ہے۔ (مجتبیٰ)

س: روایت میں آتا ہے کہ مسجد کے پڑوسی کی نماز صرف مسجد میں ہوتی ہے معلوم ہوا کہ جماعت سے نماز پڑھنا ضروری ہے۔

ج: اس سے کمال اور فضیلت کی نفی مراد ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ بھگوڑے غلام اور نافرمان عورت کی نماز نہیں ہوتی نیز ایسا ہے جیسے روایت میں آتا ہے کہ بغیر سورۂ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی نیز ایسا ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ بغیر بسم اللہ کے وضو نہیں ہوتا یا بغیر مسواک کے وضو نہیں ہوتا۔ یہ تمام احادیث نفی کمال اور نفی فضیلت پر محمول ہیں ان میں اصل کی نفی نہیں ہے۔

س: منقول ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا جو نماز پڑھتا ہے اور روزے رکھتا ہے مگر جماعت چھوڑتا ہے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ایسا شخص جہنم میں ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جماعت سے نماز پڑھنا ضروری ہے؟

ج: ابن عباسؓ کا جواب یا تو تہدید (ڈرانے اور دھمکانے) پر محمول ہے یا اس صورت میں ہے کہ ایسا شخص اگر بغیر توبہ کے مر جائے تو اس کا یہ حکم ہے یا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص دخول جہنم کا مستحق ہے۔ یہ ایسا ہے جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے ومن یقتل مومنا متعمداً فجزاءہ جھنم خالداً فیھا کہ آل کے بارے میں یہ حکم تہدیدی ہے اور جزاء بطور تہدید کے ہے۔ چونکہ اگر عمداً قتل کرنے والا توبہ کرلے تو وہ کیسے ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اگرچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا میلان اسی بات کی طرف ہے۔ مگر اس کے خلاف بہت سی آیات دلالت کرتی ہیں مثلاً باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمة اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً انه هو الغفور الرحیم۔ نیز اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں کہ: ان اللہ لایغفر ان یشرك به ویغفر مادون ذالك لمن یشاء نیز باری تعالیٰ کا فرمان ہے: والذین لایدعون مع اللہ الهاً آخر ولایقتلون النفس التی حرم اللہ الاّ بالحق ولایزنون ومن یفعل ذالك یلق اثاماً یضاعف لهٗ العذاب یوم القیٰمة ویخلد فیه مهاناً الاّ من تاب و آمن وعمل عملاً صالحاً فاولٰئك یبدل اللہ سیأتهم حسنات وکان اللہ غفوراً الرحیما۔ یہ بات اپنی جگہ پر بجا ہے کہ جماعت کا چھوڑنے والا گنہگار ہے چونکہ جماعت ہمارے مشائخ کے نزدیک واجب ہے۔ یہی راجح ہے۔ (بحر الرائق) مشہور یہ ہے کہ سنت مؤکدہ ہے جو واجب کے قریب ہے اور اس سے پیچھے منافق ہی

رہتا ہے۔ (ہدایہ) اس باب میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔

۱۔ امام ترمذی نے حضرت انسؓ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین آدمیوں پر لعنت فرمائی ہے (۱) ایسا شخص جو کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اس سے ناراض ہوں۔ (۲) وہ عورت جو اس حال میں رات گزارے کہ اس سے اس کا شوہر ناراض ہو (۳) وہ شخص جو حی علی الفلاح کی آواز سنے اور مسجد کو نہ جائے۔

۲۔ ابن ماجہ نے حضورؐ سے روایت بیان کی ہے کہ جو شخص اذان سنے اور نماز کو مسجد میں نہ آئے تو اس کی نماز نہیں ہوئی مگر عذر کی صورت میں۔

۳۔ امام غزالیؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ابن آدم کے کان میں پگھلا ہوا رانگ ڈالا جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اذان سنے اور نماز کے لئے مسجد نہ جائے۔

۴۔ امام مالک رحمہ اللہ نے موطاء میں روایت بیان کی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میں نے اس بات کا ارادہ کر لیا تھا کہ کسی شخص کو لکڑی جمع کرنے کا حکم دوں پھر نماز کا حکم دوں اور اذان دی جائے پھر کسی شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں اور پھر میں لوگوں کے گھروں میں جا کر دیکھوں اور جو لوگ نماز کے لئے مسجد میں نہیں آتے ان کے گھروں کو جلا دوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر کوئی یہ جان لے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے اس کو موٹی ہڈی ملے گی یا بکری کے دو عمدہ کھر ملیں گے تو وہ عشاء کی نماز کے لئے ضرور جائے گا۔

۵۔ امام مسلمؒ نے ابوالاحوص سے روایت نقل کی ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جماعت سے پیچھے صرف منافق رہتا تھا۔ ہمیں حضور پاک صلی اللہ علیہ

وسلم نے سکھلایا کہ جس مسجد میں اذان دی جائے اس میں نماز پڑھنا سنن ودیٰ میں سے ہے۔ واللہ اعلم۔

س: فرض پڑھنے والے امام کے پیچھے اگر کچھ لوگ نفل نماز کی اقتداء کریں تو کیا یہ جماعت درست ہوگی؟

ج: درست ہوگی اس لئے کہ نفل نماز باجماعت کو اگرچہ فقہاء نے مکروہ کہا ہے مگر اس کی صورت یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں نفل نماز پڑھ رہے ہوں اس کے برخلاف اگر امام فرض پڑھ رہا ہو اور مقتدی نفل نماز پڑھ رہے ہوں تو یہ جماعت نفل کی جماعت کے منزلہ میں نہیں ہوگی لہٰذا بلا کراہت جائز ہوگی۔ (جامع الرموز) اسی پر اس مسئلہ سے دلالت ہوتی ہے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور اس نے تنہا نماز پڑھنی شروع کر دی پھر جماعت کھڑی ہوگئی ہو تو اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ امام کی اقتداء کرے تاکہ جماعت کی فضیلت حاصل ہو جائے۔

س: کیا عورتوں کے لئے جماعت کے واسطے گھر سے باہر نکلنا جائز ہے؟

ج: ہمارے زمانہ میں فتویٰ یہ ہے کہ وہ جماعت کے لئے مسجد نہ جائیں خواہ بوڑھی ہی کیوں نہ ہوں نہ دن میں نہ رات میں چونکہ فتنہ اور فساد غالب ہے اور معاد کا دن قریب ہے۔

شرح وقایہ میں ہے کہ جوان عورت کا کسی بھی جماعت کے لئے نکلنا اور بوڑھی عورتوں کا ظہر اور عصر کے لئے نکلنا مکروہ ہے معلوم ہوا کہ صرف بوڑھی عورتیں ظہر اور عصر کے علاوہ نمازوں کے لئے مسجد میں جا سکتی ہیں اور یوسف چلپی نے شرح وقایہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ان کا یعنی عورتوں کا عید کی نماز کے لئے جانا ہمارے اصحاب کے نزدیک مکروہ نہیں ہے چونکہ وہاں جگہ کے کشادہ ہونے کی وجہ سے عورتوں کا فساق اور فجار سے علیحدہ رہنا ممکن ہے۔

اور متاخرین فقہاء فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں فتویٰ یہ ہے کہ تمام نمازوں کے

لئے باہر نکلنا مکروہ ہے اور جب عورتوں کا نماز کے لئے مسجد میں جانا مکروہ ہے تو مجلس علم ووعظ میں جانا بطریق اولیٰ مکروہ ہوگا۔ اور نہایہ میں ہے کہ اس مسئلہ میں خلاصہ کلام یہ ہے کہ عورتوں کے لئے نماز کے واسطے باہر نکلنا مباح تھا بعد میں انہیں اس سے منع کر دیا گیا چونکہ ان کا نکلنا فتنہ کا سبب بن گیا۔ باری تعالیٰ کے فرمان ولقد علمنا المستقدمین منکم ولقد علمنا المستأخرین کی وجہ سے۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عورتوں کے لئے نماز کے واسطے نکلنا مباح ہے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے دلیل پکڑتے ہوئے کہ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجد میں جانے سے نہ روکو۔ اور ہمارے اصحاب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منع فرمانے سے دلیل پکڑی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورتوں کے باہر نکلنے میں فتنہ دیکھا تو منع فرما دیا۔

عنایہ میں ہے کہ اس زمانہ میں مطلقاً کراہت پر فتویٰ ہے چونکہ فساد کا ظہور ہو رہا ہے پس جبکہ مساجد میں جانا مکروہ ہے تو مجالس علم ووعظ میں جانا بطریق اولیٰ مکروہ ہے خصوصاً ان جہال کے پاس جانا جنھوں نے علماء کا سا حلیہ اختیار کیا ہے۔ بدرجہ اولیٰ مکروہ ہوگا۔ مبسوط فخر الاسلام جامع رموز میں ہے کہ محیط میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں سے فرمایا جب عورتوں نے حضرت عمرؓ کی حضرت عائشہؓ سے شکایت کی کہ حضرت عمرؓ یوں فرماتے ہیں کہ ہم عورتوں کو مسجد میں جانے سے ضرور روکیں گے تو حضرت عائشہؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ اگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس چیز کو جان لیتے جس کو حضرت عمرؓ نے جانا تو تم کو ہرگز جماعت کے لئے باہر نکلنے کی اجازت نہ دیتے۔

بحر العلوم مولانا عبد العلی رحمہ اللہ نے رسائل الارکان میں طویل کلام کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ ہم نے کلام کو اس لئے طویل کیا ہے کہ بعض لوگوں کو یہ وہم ہو گیا کہ گویا ہم نے نص (نص تو عورتوں کا مسجد میں جانا ہے اور علت ممانعت فتنہ وفساد کا ظہور ہے) کو علت کی وجہ سے باطل کر دیا ہے اور وہ یہ کہتے

ہیں کہ حاکم تو اللہ تعالیٰ ہے اسے یہ بھی خبر تھی کہ عورتیں آگے چل کر کیا کریں گی۔ لہٰذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوئی کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس چیز کو جان لیتے جس کو حضرت عمرؓ نے جانا تو عورتوں کے لئے مساجد میں جانے کی اجازت نہ دیتے۔ مگر ان حضرات نے جو کہا ہے وہ درست نہیں ہے یعنی علت کی وجہ سے ہم نے نص کو باطل نہیں کیا ہے۔ رہا یہ بات کہ حاکم اللہ تعالیٰ ہے سو یہ مسلم ہے۔ یہ بھی امر محقق ہے کہ وہ یہ جانتا تھا کہ عورتیں آگے چل کر کیا کریں گی۔ مگر اللہ نے اپنے رسولؐ کی زبان سے جو حکم جاری کرایا وہ مؤقت تھا۔ فتنہ کے نہ ہونے تک اور جب فتنہ ظاہر ہو گیا تو وہ حکم منتہی ہو گیا۔ اور حضرت عائشہؓ کے اس فرمان کا مطلب بھی یہی ہے کہ وہ چیز منتفی ہو گئی جس پر خروج کے جواز کا مدار تھا۔

اور امام زیلعیؒ نے تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں فرمایا ہے کہ تغیر زمان سے تغیر احکام کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً پہلے زمانہ میں مساجد کو مقفل کرنا جائز نہ تھا اور ہمارے زمانہ میں جائز ہے۔

س: اگر کسی شخص کو ایسا عذر ہو کہ اگر وہ مسجد میں جاتا ہے تو اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اگر گھر میں نماز پڑھتا ہے تو اس کا وضو باقی رہتا ہے تو کیا ایسا شخص جماعت کے لئے جائے گا یا اس کو ترک جماعت کی رخصت دے دی جائے گی؟

ج: ایسا شخص جماعت میں حاضری سے معذور سمجھا جائے گا اور گھر ہی میں نماز پڑھے گا۔ (غرر سے الروایات)

س: وہ کونسی نماز ہے جس میں آخری صف میں کھڑا ہونا اوّل صف میں کھڑا ہونے کے مقابلہ میں افضل ہے؟

ج: وہ نماز جنازہ ہے، اس میں آخری صفوف میں کھڑا ہونا افضل ہے اظہار تواضع کے لئے۔ (در مختار باب الجنائز)

س: کسی آدمی کا گھر مسجد سے دور ہے وہ مسجد میں جانے میں بارش کا یا کپڑوں کے

خراب ہونے کا خوف کرتا ہے کیا ایسا شخص ترک جماعت میں معذور سمجھا جائے گا؟

ج: ہاں ایسا شخص معذور سمجھا جائے گا۔ (حمادیہ عن شرح ابی ذر عن بستان ابی اللیث)

س: کیا جنوں کے ساتھ جماعت منعقد ہو سکتی ہے؟

ج: جی ہاں۔ اشباہ والنظائر میں جنوں کے احکام کی بحث میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے صاحب آکام المرجان سے ذکر کیا ہے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک درست ہے۔ جنوں کے قصہ میں ابن مسعودؓ کی حدیث سے دلیل پکڑتے ہوئے جس میں ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو جنوں میں سے دو شخص آپ کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں یہ پسند ہے کہ آپ ہماری نماز میں ہماری امامت کریں پھر انھوں نے آپ کے پیچھے صف بنائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز پڑھائی پھر آپ واپس تشریف لائے۔

اس کی نظیر وہ بھی ہے جو علامہ سبکی رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے کہ ملائکہ کے ساتھ بھی جماعت حاصل ہو جاتی ہے اور اس پر تفریع بیان کی ہے کہ اگر کسی شخص نے فضا میں اذان اور اقامت کے ساتھ تنہا نماز پڑھی پھر یہ قسم کھائی کہ اس نے جماعت سے نماز پڑھی ہے تو حانث نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم۔

مایتعلق بالامامة والاقتداء

(امامت اور اقتداء کے متعلق مسائل کا بیان)

س: کیا بالغ شخص کا بچے کی اقتداء کرنا جائز ہے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں رواج ہے کہ لوگ اپنے بچوں کو حافظ بناتے ہیں اور پھر نماز تراویح میں امام بنا کر ان کے پیچھے تراویح پڑھتے ہیں؟

ج: نابالغ کے پیچھے فرض نماز درست نہیں ہے۔ (ہدایہ)

تراویح میں تصحیح مختلف ہے۔ عالمگیری اور ائمہ بلخ کے قول کے مطابق

تراویح اور سنن مطلقہ میں نابالغ کی اقتداء کرنا صحیح ہے۔ (کذافی فتاویٰ قاضی خان) مختار قول یہ ہے کہ کسی بھی نماز میں درست نہیں ہے۔ (ہدایہ) وھو الاصح یہی اصح ہے۔ (عینی) یہی عام مشائخ کا قول ہے۔ یہی ظاہر الروایہ ہے۔ (بحر الرائق) ہدایہ میں ہے کہ مختار یہ ہے کہ کسی نماز میں درست نہیں ہے چونکہ بچے کا نفل بالغ کے نفل سے کم درجہ کا ہے اس لئے کہ بچے کے نفل کو فاسد کر دینے سے بالاجماع قضاء لازم نہیں ہے اور قوی ضعیف پر بناء نہیں کر سکتا۔ بخلاف صلوٰۃ مظنون (مثلاً کسی شخص کی نماز پوری ہو گئی اور اس نے یہ گمان کیا کہ نماز پوری نہیں ہوئی پھر نماز پوری کرنے کے لئے ایک رکعت یا دو رکعت پڑھے، اس میں کوئی اس کی اقتدا کرے تو جائز ہے۔ باوجودیکہ یہاں قوی کی بنا اضعف پر ہے۔ (واللہ اعلم) کہ وہ مجتہد فیہ ہے۔ اور در مختار میں ہے کہ مرد کا عورت اور ہجڑے اور بچے کی اقتداء کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے اگرچہ نماز جنازہ اور نفل میں ہو۔

اور کفایہ میں ہے کہ بعض نے امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے درمیان اختلاف ثابت کیا ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے بالغ کے لئے بچے کی اقتداء کو جائز قرار نہیں دیا ہے نفل مطلق میں اور امام محمدؒ نے جائز قرار دیا ہے اور صحیح امام ابو یوسف کا قول ہے۔

اور سراج منیر میں ہے کہ تراویح میں بچوں کی امامت صحیح نہیں ہے اگرچہ بچہ دس برس کا ہو۔ شمس الائمہ سرخسی نے اسی کو صحیح کہا ہے۔

اور برجندی نے کہا ہے کہ مرد بچہ کی اقتدامت کرے عام ازیں کہ نماز فرض ہو یا نفل۔

اور ہدایہ میں ہے کہ تراویح اور سنن مطلقہ میں مشائخ بلخ نے جائز قرار دیا ہے اور ہمارے مشائخ نے یعنی مشائخ ماوراء النہر نے ناجائز کہا ہے۔

بعض نے نفل مطلق میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے درمیان اختلاف ثابت کیا ہے کہ مختار یہ ہے کہ مطلقاً کسی بھی نماز میں بالغ کا نابالغ کی اقتداء کرنا درست نہیں ہے۔ چونکہ بچے کا نفل بالغ کے نفل کے مقابلہ میں کم درجہ رکھتا ہے

اسی طرح سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ عورت کا بچہ کی اقتداء کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ ہاں بچہ بچہ کی اقتداء کرلے، یہ جائز ہے۔ (خلاصہ) اس تفریع سے رجل کی قید کا فائدہ ظاہر ہوتا ہے کہ رجل کہہ کر بچہ کو نکالنا مقصود ہے۔

جامع الرموز میں ہے کہ مرد اور عورت غیر بالغ کی اقتداء نہ کریں نہ فرض میں نہ نفل میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک نفل میں جائز ہے مگر قول اول مختار ہے (ہدایہ) لہذا تراویح میں بھی بچہ کی امامت صحیح نہ ہوگی اگرچہ اکثر خراسانیہ نے اس کو جائز کہا ہے۔ (محیط)

جامع صغیر کا کلام اس بات کی طرف مشیر ہے کہ نماز جنازہ میں بھی بچہ کی اقتداء درست نہیں ہے ہاں بچہ بچہ کی اقتداء کر سکتا ہے۔ (کمافی الخلاصہ) اور اس بات کی طرف مشیر ہے کہ ایسے بالغ کی اقتداء کر سکتا ہے جو بالغ غیر ڈاڑھی والا ہو۔ (کذا فی الکافی)

سراجیہ میں ہے کہ عاقل بچہ کی امامت تراویح اور سنن مطلقہ اور وتر میں جائز نہیں ہے اسی کو حسام الدین نے اختیار کیا ہے۔ محمد بن مقاتل رازی اور ابو اللیث نے فرمایا ہے کہ جائز ہے اسی کو سید امام ابو القاسم نے اختیار کیا ہے۔

مجمع البرکات میں ہے مختار یہ ہے کہ کسی بھی نماز میں صحیح نہیں ہے۔ (کمافی الکافی) یہی عام مشائخ کا قول ہے۔ یہی ظاہر الروایۃ ہے۔ (عالمگیری نقلاً عن البحر)

نصیر ابن یحییٰ نے فرمایا ہے کہ بچہ کی امامت تراویح میں جائز ہے جبکہ دس برس کا ہو۔ علامہ سرخسی فرماتے ہیں کہ اصح یہ ہے کہ جائز نہیں ہے۔

اور خلاصہ میں ہے کہ مشائخ خراسان نے عاقل بچہ کی امامت کو تراویح میں جائز کہا ہے اور اسی پر ہمارا عمل ہے۔ (کذا فی شرح جامع الکرم)

مصنف علام فرماتے ہیں کہ میں نے گیارہ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کرلیا تھا۔ میرے والد نے مجھے تراویح کا امام مقرر فرمایا تھا اور میں نے اپنے والد سے سنا بھی ہے کہ علماء متاخرین بلا نکیر مان کر ایسا کرتے رہے ہیں۔ واللہ اعلم۔

س: اگر امی لوگوں میں سب سے بڑا عالم ہو تو کیا وہ امام بنایا جائے گا؟

ج: غلام اور دیہاتی، حرامی، فاسق اور اندھے کی امامت مکروہ ہے چونکہ لوگوں کی رغبت ان کی طرف کم ہوتی ہے اور وہ خود بھی عادۃً نجاسات سے لاپرواہی کرتے ہیں ہاں اگر وہ اپنی ضدوں سے یعنی آزاد اور شہری، شریف النسب، صالح اور بینا سے زیادہ فضیلت رکھتے ہوں تو معاملہ بعکس ہوگا یعنی غلام دیہاتی وغیرہ کی امامت بلا کراہت صحیح ہوگی۔ واللہ اعلم۔

س: اگر امام نے حالت حدث میں نماز پڑھادی بعد میں اس کو علم ہوا تو کیا اس پر مقتدیوں کو خبر دینا واجب اور ضروری ہے۔

ج: مجمع الفتاویٰ میں مطلقاً خبر نہ دینے کو صحیح کہا ہے چونکہ یہ ایک ایسی غلطی ہے جو اس کے لئے معاف ہے۔ لیکن تنویر الابصار میں ہے کہ امام پر اقتداء کرنے والی قوم کو خبر دینا حتی الامکان واجب ہے چاہے بذریعہ قاصد ہو یا بذریعہ خط وکتابت۔ اور در مختار میں ہے کہ اگر اقتداء کرنے والے معین لوگ ہوں تو خبر کرنا واجب ہے ورنہ نہیں۔ (بحر من المعراج) والشروح مقدمۃ علی الفتاویٰ یعنی شروح فتاویٰ پر مقدم ہوں گی۔

س: کیا خنثیٰ مشکل خنثیٰ مشکل کی اقتداء کر سکتا ہے؟

ج: اقتداء جائز نہیں ہے۔ بحر الرائق میں مجتبیٰ سے نقل کیا ہے کہ مستحاضہ کا مستحاضہ کی اور ضالہ کا ضالہ کی (یعنی ایسی عورت جس کو ایام حیض معلوم نہ ہوں) اقتداء کرنا جائز نہیں ہے۔ ایسے ہی خنثیٰ مشکل کا خنثیٰ مشکل کی اقتداء کرنا جائز نہیں ہے۔

مستحاضہ اور ضالہ کا مستحاضہ اور ضالہ کی اقتداء قیاس کے اعتبار سے جائز ہونی چاہئے مگر اس احتمال کی وجہ سے جائز نہیں ہے کہ ہو سکتا ہے امامت کرنے والی حائضہ ہو۔ اور خنثیٰ مشکل کا خنثیٰ مشکل کی اقتداء کا ناجائز ہونا اس احتمال کی وجہ سے ہے کہ ہو سکتا ہے کہ امام عورت ہو اور مقتدی مرد ہو۔ (کذا ذکرہ الاسبیجابی کذا قال

(الاشباہ والنحوی)

اسی وجہ سے اشباہ میں کہا ہے کہ انسان کا اپنے سے ادنیٰ حال والے کی اقتداء کرنا مطلقاً فاسد ہے اور اپنے سے اعلیٰ حال والے کی اقتداء کرنا صحیح ہے۔ اور مماثل کی اقتداء کرنا بھی صحیح ہے بجز تین شکلوں کے۔ (۱) مستحاضہ (۲) ضالہ (۳) خنثیٰ جبکہ یہ اپنے جیسوں کی اقتداء کریں۔

س: کیا انسان کا جن کی اقتداء کرنا صحیح ہے؟

ج: جی ہاں صحیح ہے۔ (کمافی الاشباہ عن آکام المرجان فی احکام الجان للقاضی بدرالدین شبلی)

س: کسی انسان نے امام کے لفظ سلام کہنے کے بعد علیکم کہنے سے پہلے اقتداء کی تو کیا اقتداء صحیح ہوگی؟

ج: ہمارے نزدیک مشہور قول کی بنا پر اقتداء صحیح نہ ہوگی۔ یہی شافعیہ کا مذہب ہے اور اسی پر ان کے یہاں اعتماد ہے جیسا کہ رملی شافعی نے باب سجود السہو میں ذکر فرمایا ہے ایسے ہی در مختار میں باب صفۃ الصلوٰۃ میں مذکور ہے۔

س: اگر کسی شخص نے امام کو رکوع کی حالت میں پایا تو کیا رکعت کے حصول کے لئے نماز اخیر والی صف میں شروع کر دینا اولیٰ ہے یا نہیں؟

ج: جی ہاں اخیر صف میں شامل ہو جانا رکعت پالینا اوّل صف میں شامل ہونے اور رکعت کے فوت ہونے سے افضل ہے۔ (الاشباہ) اور اشباہ میں ہے کہ جب امام کی نماز صحیح ہو تو مقتدی کی نماز بھی صحیح ہوگی مگر یہ کہ امام قعدۂ اخیرہ کے بعد قصداً حدث کرے کہ اس صورت میں امام کی نماز صحیح ہو جائے گی مگر مقتدی کی نہیں۔

مایتعلق بقضاء الفوائت

(چھوٹی ہوئی نماز کے متعلق مسائل)

س: بچہ کو عشاء کی نماز کے بعد بدخوابی (احتلام) ہوا اور وہ طلوع فجر کے بعد بیدار ہوا تو کیا اس پر عشاء کی نماز کا اعادہ واجب ہے؟

ج: ہاں اس پر عشاء کی نماز کا اعادہ واجب ہے دوسرا قول یہ ہے کہ اعادہ واجب

نہیں مگر قول اوّل مختار ہے اور اگر بچہ جس کو بد خوابی ہوئی وہ طلوع فجر سے پہلے بیدار ہو گیا تو بالاتفاق اس پر اعادہ واجب ہے۔

اس طرح کا واقعہ امام محمدؒ کو پیش آیا۔ انھوں نے امام ابو حنیفہؒ سے سوال کیا آپنے اعادہ کا حکم دیا چنانچہ امام محمدؒ نے عشاء کی نماز کا اعادہ کیا۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

س: تندرستی کے زمانہ کی چھوٹی ہوئی نماز زمانہ مرض میں اگر اشارہ اور تیمم سے ادا کی گئی تو کیا صحیح ہو گی؟

ج: صحیح ہو گی اور اگر تندرست ہو گیا تب بھی اعادہ نہیں کرے گا۔ (در مختار)

س: عورت نے کوئی دواپی جس سے اس کو حیض آگیا تو کیا اس زمانہ کی نماز کی قضا کرے گی؟

ج: قضا نہیں کرے گی یہ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کو خود بخود حیض آجاتا ہے۔

یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جو اس قاعدہ سے نکلے ہوئے ہیں۔

قاعدہ: جو شخص کسی چیز میں اس کے وقت سے پہلے جلدی کرتا ہے تو وہ اس سے محروم کئے جانے کی سزا پاتا ہے۔ اس قاعدہ کے مطابق ان ایام کی نماز کی قضا ہونی چاہیے مگر یہ مسئلہ اس قاعدہ سے خارج ہے اور بھی بعض مسائل خارج ہیں۔ مثلاً (۱) اگر ام ولد اپنے سید کو قتل کر دے تو آزاد ہو جائے گی اور اس کو آزادی سے محروم نہیں رکھا جائے گا۔ (۲) اگر کسی نے زکوٰۃ کا مال زکوٰۃ سے پہلے بیچ دیا تاکہ زکوٰۃ واجب نہ ہو تو صحیح ہے اور زکوٰۃ واجب نہ ہو گی۔ (۳) کسی نے رمضان میں صبح سے پہلے کوئی چیز پی تاکہ مریض ہو جائے چنانچہ وہ صبح کے وقت مریض ہو گیا تو اس کے لئے افطار حلال ہو گیا۔ (الاشباہ) (۴) کسی عورت نے دواپی جس سے ایسا بچہ گر گیا جس کی بعض خلقت ظاہر ہو گئی تو عورت نفاس والی سمجھی جائے گی مگر نماز کی قضا نہ کرے گی۔ (حاشیہ علامہ حموی علی الاشباہ)

س: جو شخص اپنی عمر بھر کی نمازوں کی قضاء کرے احتیاطاً شبہ اختلافات کی وجہ سے تو مغرب اور وتر کی قضاء کیسے کرے؟

ج: مغرب اور وتر کی چار چار رکعت تین قعدوں کے ساتھ پڑھے چونکہ تین رکعت نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ قنیہ میں ہے کہ مغرب اور وتر چار رکعت تین قعدوں کے ساتھ پڑھے۔

س: اگر چھوٹی ہوئی نمازیں بہت زیادہ ہوں اور کوئی شخص قضا کرنی چاہے تو کیا نماز کی تعیین اس کے لئے ضروری ہو گی؟

ج: جی ہاں نماز کی تعیین ضروری ہو گی اور اس کا طریقہ یہ ہو گا کہ دن متعین کرے اور یوں کہے کہ میں فلاں دن کی ظہر کی نماز پڑھنے کی نیت کرتا ہوں یا فلاں دن کی عصر کی نماز کی نیت کرتا ہوں یا اجمالاً نیت کرے کہ میں ظہر کی نمازوں میں سے جو میرے ذمہ ہیں سب سے پہلی ظہر کی نیت کرتا ہوں پس جب اس نے اوّل کی نیت کی اور پڑھ لی تو پھر اس کے بعد والی اوّل ہو جائے گی۔ علی ہٰذا القیاس۔ یا اس کا عکس کرے کہ میں سب سے آخری ظہر کی نماز کی نیت کرتا ہوں جو مجھ پر ہیں پس جب اس کو پڑھ لیا تو اس سے پہلے والی ظہر کی نماز سب سے آخری ہو جائے گی اب اس کی نیت کرے۔

نماز کا مسئلہ روزہ کے مسئلہ سے مختلف ہے کہ روزہ کی قضا میں رمضان کے ایام سے یوم کی تعیین ضروری نہیں ہے چونکہ سبب صوم واحد ہے اور وہ شہر رمضان ہے۔ رہ گیا نماز کا مسئلہ تو اس میں سبب مختلف ہیں چونکہ نماز کا سبب وقت ہے لہٰذا تعیین کی ضرورت ہے۔ (فتاویٰ قاضی باب افتتاح الصلوٰۃ)

س: ایک شخص نے نماز پڑھی پھر العیاذ باللہ مرتد ہو گیا پھر وقت ہی کے اندر مسلمان ہو گیا تو کیا اس پر وقتیہ نماز کا اعادہ واجب ہے؟

ج: جی ہاں اعادہ ضروری ہے۔ چونکہ جو نماز اس نے پہلے پڑھی تھی وہ ارتداد کی وجہ سے ضائع ہو گئی لہٰذا وقت کے اندر خطاب جدید اس کے ساتھ متعلق ہو گا بخلاف حضرت امام شافعیؒ کے۔ (فتح القدیر)

س: اگر کوئی شخص یہ جاننے کے باوجود کہ اس نے فجر کی نماز نہیں پڑھی ہے ظہر

کی نماز پڑھ لے تو کیا نماز ہو جائے گی؟

ج: جائز نہ ہوگی اس لئے کہ وقتی اور چھوٹی ہوئی نماز کے درمیان ترتیب واجب ہے جیسا کہ متون فقہ میں ہے اور قنیہ میں ہے کہ اگر بچہ فجر کے وقت بالغ ہوا مگر اس نے فجر کی نماز نہیں پڑھی اور باوجود یاد ہونے کے ظہر کی نماز پڑھ لی تو جائز ہے اور ترتیب اتنی سی مقدار میں واجب نہیں ہے۔

ابن نجیم نے بحر الرائق میں فرمایا ہے کہ یہ بات اگر صحیح ہو تو یہ متون کے لئے مخصص ہوگی اور اس کے صحیح ہونے میں میرے نزدیک نظر ہے اس لئے کہ بچہ بالغ ہونے کے بعد مکلف ہو گیا ہاں مگر یہ کہ وہ جاہل ہو تو اس کو معذور سمجھا جائے گا چونکہ اس کا زمانہ بچپن کے زمانہ کے قریب ہے۔

س: وقت تنگ ہو گیا اور کسی شخص کے ذمہ چھوٹی ہوئی نمازیں بہت سی ہیں اور وقت میں صرف وقتی نماز پڑھنے کی گنجائش ہے تو کیا ایسی صورت میں ترتیب ساقط ہو جائے گی؟

ج: جی ہاں اس کے ذمہ ضروری ہے کہ وہ وقتیہ نماز کو ادا کرے اگر وہ چھوٹی ہوئی نماز شروع کرے گا تو گنہگار ہوگا چونکہ تنگیٔ وقت اور بھول کی وجہ سے ترتیب ختم ہو جاتی ہے اگرچہ فوائت کم ہوں ایسے ہی فوائت کی کثرت سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے خواہ وقت بھی تنگ نہ ہو اور فوائت کا کثیر ہونا جب سمجھا جائے گا جبکہ چھوٹی ہوئی نمازیں چھ ہو جائیں۔ (ہدایہ)

س: ایک شخص مر گیا اور اس کے ذمہ نمازیں ہیں تو ان کا کفارہ کیسے ادا کیا جائے؟

ج: اگر مرنے والے کے ذمہ نمازیں ہوں اور اس نے نمازوں کے کفارہ کے ادا کرنے کی وصیت کی ہو تو ہر نماز کے عوض نصف صاع ایک کلو ۶۶۷ گرام گیہوں دیئے جائیں ایسے ہی وتر کے عوض بھی اور ایک روزے کے عوض بھی نصف صاع گیہوں دیئے جائیں۔ یہ کفارہ کی ادائیگی اس کے چھوڑے ہوئے تہائی مال سے ہوگی۔ اور اگر اس نے مال نہ چھوڑا ہو تو کفارہ کے ادا

کرنے کا حیلہ یہ ہے کہ اس کا وارث کسی سے نصف صاع گیہوں قرض لے لے اور کسی غریب کو دے دے پھر مسکین اسی کو وہ گیہوں صدقہ کردے پھر وہ وارث مسکین کو دے دے اور بار بار اسی طرح کرتے رہیں حتیٰ کہ پوری نمازوں اور روزوں کے بقدر یہ عمل کیا جائے۔ (حمادیہ)

مصنف علام فرماتے ہیں کہ یہ حیلہ اگرچہ قضاءً کافی ہو جائے گا مگر دیانۃً کافی نہ ہوگا چونکہ ہر شخص کو اسی کا ثواب ملتا ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے۔

س: ایسی کونسی نماز ہے کہ باوجود توڑ دینے کے اس کی قضا واجب نہ ہو؟

ج: وہ فرض اور سنت نماز ہے کہ ان کو شروع کرنے کے بعد توڑ دینے سے ان کی قضا نہیں کی جاتی بلکہ ان کو ادا ہی پڑھا جاتا ہے ان کے علاوہ باقی ہر نماز کی قضا کی جاتی ہے۔ (الاشباہ والنظائر)

مایتعلق بالاعذار المسقطة لارکان الصلوٰة

(ان عذروں کا بیان جن کی صورت میں نماز کے ارکان ساقط ہو جاتے ہیں)

س: عورت کے بچہ کا سر بوقت پیدائش باہر نکل گیا اور وقت کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہے اور وہ عورت نہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتی ہے نہ بیٹھ کر تو کس طرح نماز پڑھے؟

ج: اگر بیٹھ کر نماز پڑھنے پر قدرت رکھتی ہے تو بیٹھ کر نماز پڑھے اور بچہ کا سر کسی گڑھے یا کپڑے میں رکھ لے اور اگر اس پر قادر نہ ہو تو اشارہ سے نماز پڑھے اس کے لئے تاخیر کرنا درست نہیں ہے۔ (خزانۃ الروایات عن منیۃ المصلی)

س: کوئی آدمی کشتی میں بیٹھا تھا کہ کشتی ٹوٹ گئی اور پانی میں ڈوب گئی اور پانی کشتی کے اوپر سے بہہ رہا ہے اور وہ شخص وقت کے ختم ہو جانے کا اندیشہ کرے تو نماز کس طرح پڑھے؟

ج: اگر وہ گھاس وغیرہ پائے تو اتنی دیر اس سے چمٹ جائے کہ اشارہ سے نماز پڑھ سکے اور تاخیر کرنا اس کے لئے مباح نہیں ہے۔ ہاں اگر گھاس وغیرہ نہ پائی

جائے تو تاخیر کرنا درست ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ کسی بھی حال میں تاخیر مباح نہیں ہے بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ اگر جہت قبلہ پر قادر نہ ہو تو جس جہت پر بھی قدرت رکھتا ہو اشارہ سے نماز پڑھے۔ (جامع الرموز من الرحمت)

س: کوئی مسافر ہے اسے کوئی ایسی جگہ نہیں ملی جس پر اتر کر وہ نماز پڑھ سکے مثلاً کیچڑ یا بارش کی وجہ سے تو وہ کس طرح نماز پڑھے؟

ج: اپنے چوپائے کو متوجہ الی القبلہ کر کے کھڑا کر لے اور اسی پر اشارہ سے نماز پڑھے۔ قبلہ کی جانب متوجہ کرنا جب ضروری ہے جبکہ اس کو اس پر قدرت حاصل ہو۔ (حلیہ من شرح ابی ذر)

س: کوئی شخص اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے تو اس کا پیشاب ٹپکتا ہے یا زخم سے خون نکلتا ہے اور اگر بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو کچھ نہیں ہوتا تو کیا اس سے قیام ساقط ہو جائے گا؟

ج: جی ہاں اس سے قیام ساقط ہو جائے گا۔ (سراجیہ)

س: اگر اشارہ کرنا بھی متعذر ہو جائے تو نماز کس طرح پڑھے؟

ج: اگر اشارہ کرنا متعذر ہو جائے تو نماز ساقط ہو جاتی ہے بعد میں قضا کرے۔ (مختصر الوقایہ)

س: کوئی شخص خود کھڑا ہونے پر قدرت نہیں رکھتا لیکن اگر لاٹھی سے ٹیک لگا لے یا دیوار کا سہارا لے لے تو کھڑا ہو سکتا ہے تو ایسا شخص بیٹھ کر نماز پڑھے یا کھڑا ہو کر؟

ج: امام محمدؒ نے یہ مسئلہ کتاب میں ذکر نہیں فرمایا۔ شمس الائمہ حلوائی فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ ٹیک لگا کر کھڑا ہو کر نماز پڑھے بیٹھ کر نماز پڑھنا اس کے لئے جائز نہیں ہے بالخصوص شیخینؒ کے نزدیک اس لئے کہ وہ مریض جو وضو پر قادر نہ ہو مگر اس کے پاس کوئی خادم ہو جو اس کو وضو کرا سکے تو شیخینؒ کے نزدیک اس کے لئے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ شیخین

کے نزدیک قدرت بنفسہ اور بغیرہ دونوں معتبر ہیں لہٰذا اسی طرح اس مسئلہ میں کہا جائے گا۔ (جامع المضمرات)

س: کسی عورت کے پاس ایسا چھوٹا کپڑا ہے کہ اگر وہ کھڑی ہو کر نماز پڑھے تو اس کی چوتھائی پنڈلی کھل جاتی ہے یا رُبع ران کھل جاتی ہے یا رُبع سرین کھل جاتی ہے اور اگر بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کا پورا ستر چھپا رہتا ہے تو وہ کھڑی ہو کر نماز پڑھے یا بیٹھ کر؟

ج: اس پر بیٹھ کر نماز پڑھنا واجب ہے چونکہ بعض مواقع میں بلا عذر بھی قیام کا ترک جائز ہے جیسا کہ نفل نماز میں۔ اور ستر عورت کسی موقع میں بلا ضرورت ساقط نہیں ہوتا لہٰذا قیام کا معاملہ ستر عورت کے مقابلہ میں آسان ہے لہٰذا ہم اس کے سقوط کے قائل ہو گئے اور حتی الامکان ستر عورت کے وجوب کے قائل رہے۔ (قنیہ من الزیادات والبودوی)

س: اگر کوئی شخص کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے تو زخم سے خون بہنے لگتا ہے اور اگر چت لیٹ کر نماز پڑھے تو خون نہیں بہتا ہے ایسا شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھے یا چت لیٹ کر؟

ج: ایسا شخص کھڑا ہو کر نماز پڑھے اگرچہ زخم سے خون بہتا رہے اس لئے کہ خون بہتے ہوئے اور چت لیٹ کر نماز پڑھنا دونوں بلا ضرورت ناجائز ہونے میں برابر ہیں لہٰذا قیام کو لازم قرار دیا جائے گا تاکہ رُکن اعظم نماز میں باقی رہ سکے بخلاف قعود کے کہ وہ بلا ضرورت بھی جائز ہوتا ہے لہٰذا اگر بیٹھ کر زخم سے خون نہ بہے تو قیام ساقط ہو جائے گا۔ (شرح الزیادات للعتابی)

س: کوئی بہت بوڑھا شخص ہے اگر وہ کھڑا ہوتا ہے تو قرأت سے عاجز ہو جاتا ہے اور اگر بیٹھتا ہے تو قرأت کر سکتا ہے وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے یا بیٹھ کر؟

ج: بیٹھ کر قرأت کے ساتھ نماز پڑھے اس لئے کہ قیام نفل نماز میں حالت اختیار میں بھی ساقط ہو جاتا ہے مگر قرأت کا ترک حالت اختیار میں جائز

نہیں ہے۔

یہ مسئلہ اس کلیہ پر متفرع ہے کہ جو شخص دو مصیبتوں میں مبتلا ہو جائے تو چاہیے کہ جو آسان ہو اس کو اختیار کرے۔ (الاشباہ والنظائر)

اس مسئلہ کی بہت سی فروع ہیں۔ مثلاً کنز میں مسئلہ لکھا ہے کہ ننگا شخص اگر ایسا کپڑا پائے جس کا چوتھائی حصہ پاک ہو اور تین حصے ناپاک ہوں تو وہ شخص کپڑا پہن کر نماز پڑھے ننگا نماز نہ پڑھے اگر ننگے ستر نماز پڑھی تو نماز نہ ہوگی۔

ایسے ہی مطالب المومنین میں ہے کہ ننگا شخص اگر ریشمی یا دیبا کپڑا پائے اس کے علاوہ کوئی اور کپڑا نہ پائے تو اس کو اختیار نہیں ہوگا کہ خواہ ننگا نماز پڑھ لے یا اس کپڑے کو پہن کر نماز پڑھے بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ ریشمی کپڑا پہن کر نماز پڑھے۔

ایسے ہی تبیین الحقائق میں ہے کہ اگر کسی کے پاس دو ناپاک کپڑے ہوں مگر ان میں سے ایک کی نجاست چوتھائی سے کم ہو تو اسی کپڑے میں نماز پڑھنا ضروری ہے۔

ایسے ہی الاشباہ والنظائر میں بزازیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر کسی شخص کو استنجا کرنا ہو اور وہ سترہ نہ پائے تو استنجا کو ترک کر دے چونکہ ستر کھولنا ممنوع ہے اور استنجا کرنے کا اس کو حکم ہے اور نہی امر پر راجح ہوتی ہے اس طرح کہ بعض مسائل ما قبل میں آچکے ہیں۔

س: کبڑا شخص جس کا قیام ہی رکوع جیسا ہو تو وہ رکوع کس طرح کرے؟

ج: ایسا شخص رکوع کے لئے اشارہ کر لے چونکہ وہ اس سے زیادہ جھکنے سے عاجز ہے۔ (قاضی خاں)

س: اگر ایک شخص گھر میں نماز پڑھتا ہے تب قیام پر قادر ہوتا ہے اور اگر جماعت کے لئے جاتا ہے تو قیام سے عاجز ہو جاتا ہے تو کیا ایسا شخص گھر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھے یا مسجد میں بیٹھ کر؟

ج: اصح قول یہ ہے کہ مسجد جا کر بیٹھ کر نماز پڑھے۔ (بحر الرائق عن فتاویٰ والوالجی فی

اب صلوٰۃ المریض) اور فتاویٰ ذوالوالجی میں باب صفۃ الصلوٰۃ میں ہے کہ فتویٰ اس کے خلاف پر ہے یعنی اس ' ت پر ہے کہ گھر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھے۔

جامع المضمرات میں ہے کہ مختار گھر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ہے۔

شمس الائمہ اوز جندی نے فرمایا کہ ایسا شخص جماعت کے لئے نکلے لیکن تکبیر کھڑا ہو کر کہے پھر بیٹھ جائے اور رکوع میں جانے کے وقت پھر کھڑا ہو جائے قول اول اصح ہے اور مفتیٰ بہ ہے۔

س: کوئی مریض ہے جس پر شدت مرض کی وجہ سے رکعات کی تعداد مشتبہ ہو جاتی ہے یا اس کو اونگھ آتی ہے جس سے رکعات کی تعداد کا علم نہیں رہتا اور دوسرا کوئی شخص اس کو تلقین کرتا ہے کیا یہ جائز ہے؟

ج: جائز ہے اور اس کی نماز ہو جائے گی اس لئے کہ غیر کی طرف سے تلقین گرچہ مفسد صلوٰۃ ہے مگر ضرورات ممنوعہ چیزوں کو مباح کر دیتی ہیں۔

قنیہ میں ہے کہ مریض پر اگر تعداد رکعات اور سجدات مشتبہ ہو جائیں تو اس پر نماز کا ادا کرنا لازم نہیں ہے اور اگر اس نے غیر کی تلقین سے ادا کر لیا تو مناسب یہ ہے کہ جائز ہو جائے۔ (قاضی عبدالجبار)

اگر نمازی اپنے پاس کسی شخص کو بٹھالے تاکہ وہ اس کو رکوع یا سجدہ بھول جانے کے وقت اس کی خبر دے دے تو اگر وہ اس کے بغیر ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو نماز ہو جائے گی۔ مصنف علام فرماتے ہیں کہ اسی سے شیخ فانی جو ارذل عمر کو پہنچ گیا ہو اس کا حکم بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس پر رکعات کی تعداد مشتبہ ہو جائے تو مناسب یہ ہے کہ وہ غیر کی تلقین سے نماز ادا کرلے اور یہ اس کے لئے جائز ہے۔

س: کوئی شخص صرف تکبیر تحریمہ کی مقدار کھڑے ہونے پر قدرت رکھتا ہے ایسا شخص کھڑے ہو کر تکبیر کہے یا بیٹھ کر؟

ج: ایسے شخص کے لئے لازم ہے کہ تکبیر کھڑے ہو کر کہے پھر بیٹھ جائے۔ اگر اس

نے تکبیر بیٹھ کر ہی کہی تو جائز نہیں ہے۔ جامع المضمرات میں ہے کہ کتب فقہ میں اس مسئلہ کے متعلق مجھے کچھ یاد نہیں ہے۔ (یعنی کتب فقہ میں اس کا ذکر نہیں ہے) فقیہ ابو جعفر فرماتے ہیں کہ جتنی دیر کھڑا ہو سکتا ہے اتنی دیر کھڑا رہے جب عاجز ہو جائے تو بیٹھ جائے، یہی صحیح مذہب ہے۔ کفایہ میں ہے کہ اسی کو شمس الائمہ حلوائی نے اختیار کیا ہے اسے ہی زاہدی نے قنیہ میں محیط سے اور قاضی جلال الدین بخاری سے اور شمس الائمہ حلوائی سے نقل کیا ہے۔

س: کسی شخص کو شقیقہ (آدھے سیسی درد سر) نے پکڑ لیا جس کی وجہ سے وہ سجدہ کرنے پر قادر نہیں ہے تو کیا وہ اشارہ کرے؟

ج: جی ہاں اشارہ کرے۔ (خزانۃ الروایات عن مجموعۃ الروایات)

س: ان پڑھ یا گونگا اگر فرض قرأت کے ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو کیا ان پر ہونٹوں کا ہلانا واجب ہے؟

ج: ان کے لئے ہونٹ اور زبان کو حرکت دینا ضروری ہے جیسا کہ حج کے تلبیہ میں دوسرا قول ہے کہ واجب نہیں ہے اور اگر ان پڑھ صرف الحمد للہ جانتا ہے تو اسی کو ہر رکعت میں پڑھتا رہے اور اس کے حق میں یہ مکروہ بھی نہیں ہے۔ (بحر الرائق عن المجتبیٰ) اس سے اتنی بات معلوم ہوتی ہے کہ قرأت سے عاجز شخص بھی نماز کا مخاطب ہے۔

چنانچہ منافع میں ہے کہ جو شخص اقوال سے عاجز ہو اور افعال پر قادر ہو تو وہ بڑے خطاب کا مستحق ہوتا ہے اس کے بر خلاف جو شخص افعال سے عاجز ہو اور اقوال پر قادر ہو تو وہ بڑے خطاب کا مستحق نہیں ہوتا۔

س: ایک شخص خود جانب قبلہ متوجہ نہیں ہو سکتا ہاں اس کے پاس کوئی ایسا شخص ہے کہ اگر وہ اس سے کہے تو وہ اس کو متوجہ الی القبلہ کر دے مگر اس نے اس سے نہیں کہا اور بغیر استقبال قبلہ کے نماز پڑھی تو کیا اس کی نماز ہو جائے گی؟

ج: صاحبین کے نزدیک جائز ہے۔ امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں ہے اس

لئے کہ قوت بالغیر امام صاحب کے نزدیک ثابت نہیں ہے۔(بحر الرائق من الاقامت)

اس جنس کے بہت سے مسائل ہیں:

(۱) جبکہ کوئی شخص ناپاک بستر پر ہو اور پاک جگہ کی طرف اس کا خود گھومنا ممکن نہ ہو ہاں وہاں ایسا کوئی شخص ہو جو اس کو گھمادے۔ م:

(۲) نابینا جبکہ وہ حج یا جمعہ میں جانے کے لئے کوئی قائد پائے۔ م:

(۳) اپاہج جبکہ وہ ایسے شخص کو پائے جو اس کو جمعہ کی نماز میں لے جاسکے۔ م:

(۴) مریض ہے جس کو پانی نقصان نہیں دیتا ہے مگر وہ خود استعمال پر قادر نہیں ہے اور اس کے پاس کوئی ایسا شخص ہے جو اس کی مدد کر سکے۔ م:

قاضی خاں نے باب التیمم میں امام سندی سے نقل کیا ہے کہ یہ سب مسائل امام صاحب اور صاحبین کے درمیان مختلف فیہ ہیں۔

س: مریض ہے جو زمین پر سجدہ کی قدرت نہیں رکھتا ہاں رکھے ہوئے تکیہ پر سجدہ کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو کیا یہ جائز ہے؟

ج: جائز ہے۔ علامہ عینیؒ نے ہدایہ کے حاشیہ میں فرمایا ہے کہ اگر تکیہ زمین پر رکھا ہوا ہو اور اس پر سجدہ کرے تو جائز ہے جیسا کہ حسنؓ نے حضرت امامہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے زوجہ مطہرہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ وہ تکیہ پر سجدہ کر رہی ہیں جو چمڑے کا ہے آنکھ کی تکلیف کی وجہ سے۔(روالمحتار)

حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تکیہ پر سجدہ کرنے کی اجازت دی۔(بیہقی)

ایسے ہی سنن بیہقی میں ابو اسحاق سے ذکر کیا ہے کہ میں نے عدی ابن حاتم کو مسجد کی ایک دیوار پر سجدہ کرتے ہوئے دیکھا جس کی اونچائی ایک ذراع کے بقدر تھی۔

ابن ابی شیبہ نے اپنی سنن میں حضرت انسؓ سے ذکر کیا ہے کہ وہ چھوٹی تکیہ پر سجدہ کر لیا کرتے تھے۔ ابو العالیہ سے منقول ہے کہ وہ مریض تھے اور اپنے تکیہ پر سجدہ کرتے تھے۔

س: ایک مریض ہے جس کو ڈاکٹر نے چت لیٹنے کا حکم دیا ہے چونکہ اس کی آنکھ سے پانی نکلتا ہے تو کیا اشارے سے اس کی نماز درست ہے؟

ج: درست ہے اس لئے کہ اعضاء کی حفاظت جان کی حفاظت کے منزلہ میں ہے۔(درمختار)

س: اگر رکوع اور سجدہ کرنا متعذر ہو جائے تو سجدہ کا اشارہ کھڑے ہو کر کرے یا بیٹھ کر؟

ج: بہتر یہ ہے کہ بیٹھ کر اشارہ کرے۔ اگر کھڑے ہو کر اشارہ کیا تو یہ بھی جائز ہے یہی مذہب ہے۔ بحر الرائق میں مجتبیٰ کے حوالہ سے ہے کہ اگر سجدہ کے لئے بیٹھ کر اشارہ کیا تو جائز نہیں ہوگا۔ یہی زیادہ اچھا اور قیاس کے زیادہ مطابق ہے جیسا کہ اگر کوئی رکوع کا اشارہ بیٹھ کر کرے تو اصح قول کی بنا پر درست نہ ہوگا۔

ظاہر مذہب رکوع اور سجدہ دونوں کا اشارہ دونوں طرح جائز ہے یعنی کھڑے ہو کر بھی اور بیٹھ کر بھی۔

س: کسی کے حلق میں زخم ہے اگر سجدہ کرتا ہے تو اس سے خون وغیرہ بہتا ہے اور اگر سجدہ نہیں کرتا تو نہیں بہتا ایسی صورت میں کیا کرے؟

ج: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اشارہ کرے اور صاحبین کے نزدیک سجدہ کرے۔ مگر اصح بات یہ ہے کہ امام محمدؒ امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ ہیں۔ (تقریر عن جامع الفتاویٰ لبنانی)

س: کوئی مسافر ایسے جنگل میں ہے کہ جہاں کوئی عمارت نہیں ہے بارش بری اور پانی بہت زیادہ ہو گیا کہ وہ شخص رکوع یا سجدہ کرنے پر قادر نہیں رہا تو کیا کرے۔

ج: ایسا شخص کھڑے ہو کر رکوع اور سجدہ کے اشارہ سے نماز پڑھے۔ خزانۃ الروایات میں کبریٰ سے نقل کیا گیا ہے کہ اگر کسی قوم کو بارش زیادہ ہونے کی وجہ سے سواری سے اتر کر رکوع و سجدہ کرنا دشوار ہو جائے تو وہ اپنے چوپاؤں

پر ہی سجدہ کریں ہاں اگر وہ سواریوں کے کھڑا کرنے پر قادر ہوں اور باوجود اس کے چلتی ہوئی سواری پر سجدہ کریں تو جائز نہیں ہوگا اور اگر سواری کے کھڑا ہونے پر بھی قادر نہ ہو تو چلتی ہوئی سواری پر سجدہ جائز ہے اور اگر وہ سواری سے اترنے پر قادر ہوں مگر رکوع اور سجدہ پر قادر نہ ہو تو کھڑے ہونے کی حالت میں رکوع اور سجدہ کا اشارہ کریں اور اگر بیٹھنے پر قادر ہوں تو بیٹھ کر اشارہ کریں۔

س: کسی شخص کے دانتوں میں تکلیف ہے اس کو ڈاکٹر نے منہ میں ٹھنڈا پانی یا دوا رکھنے کا حکم دیا ہے اور نماز کا وقت تنگ ہو جائے تو کس طرح نماز پڑھے؟

ج: اگر امام مل جائے تو اس کی اقتداء کرے کہ اس صورت میں قرأۃ کی ضرورت نہیں پڑے گی ورنہ بغیر قرأۃ کے نماز پڑھ لے۔ (قنیہ)

مایتعلق با الشک فی نجاسة الاوانی والثیاب

(کپڑوں اور برتنوں کی نجاست میں شک کے متعلق مسائل کا بیان)

س: اگر پرنالہ سے بارش ہوتے ہوئے پانی جسم یا کپڑے پر گرے تو کیا جسم اور کپڑے کا پاک کرنا ضروری ہے؟

ج: نہیں۔ چونکہ جب تک نجاست کا یقین نہ ہو تو جسم یا کپڑے کا دھونا ضروری نہیں ہے۔ رہ گئی یہ تحقیق کہ پرنالہ کس چیز کا ہے سو یہ ضروری نہیں چونکہ کسی چیز کی گہرائی میں پڑنا مناسب نہیں ہے۔

فتاویٰ حمادیہ میں ہے کہ عبداللہ ابن مبارک نے کتاب الصلوٰۃ میں فرمایا کہ اگر کسی کے اوپر پرنالہ سے پانی گرا تو اس کا دھونا ضروری نہیں ہے ہاں دھونا مستحب اور تقویٰ سمجھا جائے گا۔ مگر مذکورہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ وہ پرنالہ پیشاب اور پاخانہ کے پانی گرنے کا نہ ہو بلکہ برتن اور غلہ وغیرہ دھونے کا ہو اگر وہ پرنالہ پیشاب گرنے کا ہو تو اس میں احتیاط کی جائے گی اور دھویا جائے گا۔

ابراہیم ابن یوسف نے فرمایا ہے کہ اگر بارش کا دن ہو اور پرنالہ سے پانی

کرے تو مکان والے سے مت پوچھو کہ یہ پانی پاک ہے یا ناپاک اور اگر بارش کا دن نہیں ہے تو پوچھنا چاہیے۔

فقیہ ابو محمد عبدالکریم ابن موسیٰ سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ ابو بکر ابن حامد سے نقل کرتے تھے کہ ابوالقاسم حکیم سے سوال کیا گیا کہ دھوبی آپ کے اور لوگوں کے کپڑوں کو گھاٹ (مقصرۃ) پر چھوٹے حوضوں میں دھوتے ہیں حالانکہ ان میں سے کتے پانی پیتے ہیں تو ابوالقاسم حکیم گھوڑے پر سوار ہوئے اور جا کر حوضوں کو دیکھا۔ پوچھا گیا کہ آپ ان حوضوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں انھوں نے جواب دیا کہ میرا خیال یہ ہے کہ وہ حوض دہ دردہ ہیں جس سے میرا گمان یہ ہے کہ وہ میرے کپڑوں کو بڑے حوضوں میں دھلتے ہیں جو کتے کے پانی پینے سے ناپاک نہیں ہوتے۔

س: اگر پانی میں کوئی بچہ ہاتھ ڈال دے تو کیا وہ ناپاک ہو جائے گا؟

ج: نہیں جب تک کہ یہ یقین نہ ہو جائے کہ بچہ کا ہاتھ ناپاک تھا۔ (مطالب المومنین)

س: کسی نے مسلمان شرابی سے کوئی کپڑا یا بستر خریدا تو کیا اس پر نماز پڑھنا جائز ہے؟

ج: جائز ہے چونکہ مسلمان کا ظاہر حال یہ ہے کہ وہ نجاست سے بچتا ہے لہٰذا اس کے یہاں کے کپڑے کو ناپاک نہیں کہا جائے گا۔ (عالمگیری عن التاتارخانیہ)

س: کسی شخص نے بدبودار پانی پایا جس میں اس بات کا شک ہے کہ اس کی بدبو نجاست کی وجہ سے ہے یا زیادہ ٹھہرنے کی وجہ سے کیا اس سے وضو جائز ہے؟

ج: اس سے وضو جائز ہے اور اس کے متعلق سوال کرنا بھی لازم نہیں ہے۔ (بحر الرائق فی بحث الاکوز التوضی بہ)

مایتعلق بالجمعة

(جمعہ سے متعلق مسائل)

س: دوسرے خطبہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذکر کا کیا حکم ہے؟

ج: مستحب ہے۔ سراج منیر میں ہے کہ خطبہ میں خلفاء راشدین کی ثنا بیان کرنا ایسے ہی پھر تمام صحابہؓ کی تعریف کرنا مستحسن ہے۔ در مختار میں ہے کہ خلفاء

راشدین کا ذکر مستحب ہے اوّلاً اور پھر خلفاء راشدین پر ثنا بھیجنا مستحسن ہے جیسا کہ زاہدی میں ہے۔ پھر تمام صحابہؓ پر۔

مصنف علام فرماتے ہیں کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ خطبہ ثانیہ محل دعاء ہے لہٰذا اس میں ذکر صحابہ مستحب ہے۔ ایسے ہی ان کی تعریف کرنا بھی مستحب ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ جل شانہٗ ان کے اسماء کی برکت سے دعاء قبول فرمالے۔

تنبیہ: خطیب لوگ حضرت حمزہ کے نام کو معرف باللام کرتے ہیں اور تاء کو مفتوح پڑھتے ہیں جیسے "وعلی عمّیه المکرّمین بین الناس ابی عمارة الحمزة وابی الفضل العباس" میں یہ جہالت ہے۔ چونکہ تاء کو مفتوح پڑھنا غیر منصرف ہونے کو بتلاتا ہے اور الف لام کا داخل کرنا اس کے اوپر درست نہیں ہے۔ چونکہ الف لام کا داخل ہونا منصرف ہونے کا تقاضا کرتا ہے لہٰذا الف لام داخل کر کے منصرف پڑھنا چاہیے۔

ایسے ہی بعض خطیب حمزہ کو تو منکر یعنی بغیر الف لام کے غیر منصرف پڑھتے ہیں اور عباس کو معرف اور منصرف پڑھتے ہیں۔ نہ جانے ان کے نزدیک وجہ فرق کیا ہے۔ (لاوجہ للتفریق)

س: خطبہ ثانیہ کے آخر میں جو ان الله یامر بالعدل والاحسان پڑھنے کا رواج ہے کیا اس کی کوئی اصل ہے؟

ج: بنو امیہ کے بادشاہ خطبہ ثانیہ کے آخر میں خلیفہ رابع حضرت علیؓ پر زبان طعن دراز کرتے تھے۔ حضرت عمر ابن عبد العزیز خلیفہ ہوئے، وہ ایک پرہیزگار و دیندار انسان تھے تو انھوں نے اس رواج کو ختم کر دیا اور اس آیت کو خطبہ ثانیہ کے آخر میں پڑھنے لگے۔ (نزہۃ المجالس ومنتخب النفائس)

س: کیا نماز جمعہ کے فوت ہو جانے کے ڈر کے وقت اور باقی نمازوں کے فوت ہونے کے ڈر کے وقت کھانا ترک کر دینا واجب ہے؟

ج: نماز جمعہ کے فوت کے ڈر کے وقت کھانا چھوڑ دینا واجب ہے باقی نمازوں

میں واجب نہیں ہے جب تک کہ وقت کے فوت ہونے کا ڈر نہ ہو۔(سراجیہ)

س: اگر نماز جمعہ و نماز عید دونوں ایک دن میں جمع ہو جائیں تو کیا دونوں نمازوں کا ادا کرنا واجب ہے یا دونوں میں تداخل ہو جائے گا؟

ج: اگر دونوں جمع ہو جائیں تو صرف ایک نماز واجب ہے اس میں اختلاف ہے کہ اولیٰ کیا ہے۔ بعض نے نماز جمعہ کو اولیٰ کہا ہے اور بعض نے نماز عید کو (تمرتاشی، جامع الرموز) مصنف علام فرماتے ہیں کہ یہ قول کہ ان میں سے ایک نماز واجب ہوتی ہے، قول مرجوح ہے جو کتب معتبرہ کے خلاف ہے لہٰذا اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

س: کیا دونوں خطبے پورے ہونے کے بعد نماز شروع ہونے سے پہلے نفل پڑھنا جائز ہے؟

ج: صاحبین کے نزدیک خطبہ کے بعد صلوٰۃ و کلام حرام نہیں ہے اور امام صاحب کے نزدیک حرام ہے۔ (جامع المضمرات) لیکن خلاصہ میں ہے کہ اس وقت میں بھی نماز پڑھنا بالاجماع مکروہ ہے۔ (جامع الرموز)

س: کیا مسافر اور غلام کی امامت جمعہ میں جائز ہے جبکہ جمعہ ان پر واجب نہیں ہے؟

ج: جائز ہے۔(سراجیہ)

س: اگر کسی کو اپنے گھر میں معلوم ہو گیا کہ امام خطبہ کے لئے نکل چکا ہے تو کیا اس کے لئے اپنے گھر میں سنت پڑھنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟

ج: اگر اس کا گھر قریب نہ ہو تب تو گنجائش ہے ورنہ گنجائش نہیں ہے۔(قنیہ)

س: جمعہ کو تمام ہفتہ پر فضیلت کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے یا انبیاء سابقین کے لئے بھی اس کو فضیلت حاصل تھی نیز اس دن کو باقی دنوں پر فضیلت کی وجہ کیا ہے؟

ج: جمعہ کی فضیلت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے۔ نزہۃ

المجالس میں ہے کہ اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا جبکہ موسیٰ علیہ السلام بیت المقدس کے عابدوں کی عبادت سے متعجب ہوئے کہ شکر کے عمامے ان کے سروں پر تھے اور صبر کے قمیص ان کے جسموں پر تھے اور توکل کی لاٹھیاں ان کے ہاتھوں میں تھی۔ اے موسیٰ جمعہ کے دن دو رکعت امت محمدیہ کے لئے اس عبادت سے بہتر ہیں۔ میں نے تمہارے لئے سنیچر کا دن مقرر کیا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اتوار کا دن اور ابراہیمؑ کے لئے پیر کا دن اور حضرت زکریاؑ کے لئے منگل کا دن اور یحییٰؑ کے لئے بدھ کا دن اور آدمؑ کے لئے جمعرات کا دن اور حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جمعہ کا دن مقرر کیا ہے۔

تخصیص کی وجہ اس دن کو دوسرے دنوں پر خاص طور پر فضیلت حاصل ہونے کی جو میرے دل میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ جمعہ دنوں میں سب سے آخری ہے تو مناسب ہوا کہ نبی آخر الزماں کے لئے مقرر ہو۔ واللہ اعلم۔

س: دوسری اذان جو خطبہ سے پہلے ہوتی ہے کیا اس کا جواب دینا مکروہ ہے؟

ج: در مختار میں ہے، مناسب ہے کہ زبان سے دوسری اذان کا جواب نہ دے۔ بالاتفاق۔ کفایہ میں ہے کہ مشائخ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے قول پر بعض نے فرمایا ہے کہ وہ کلام مکروہ ہے جو لوگوں کا کلام ہے۔ تسبیح وغیرہ پڑھنا اس وقت میں مکروہ نہیں ہے۔ بعض نے فرمایا ہے کہ سب مکروہ ہے مگر قول اوّل اصح ہے۔ (مبسوط فخر الاسلام)

عون میں فرمایا ہے کہ کلام سے مراد موذن کی اجابت ہے کہ یہ جائز ہے اس کے علاوہ کلام بالاتفاق مکروہ ہے۔

برجندی نے فرمایا کہ مصفیٰ میں عون سے ذکر کیا گیا ہے کہ ان دونوں وقتوں یعنی خطبہ سے فراغت کے بعد نماز شروع کرنے سے پہلے اور اس سے پہلے کلام سے مراد موذن کی اذان کا جواب دینا ہے اس کے علاوہ ہر کلام بالاتفاق مکروہ ہے۔

شامی میں ترقیہ (ترقیہ متعارفہ یہ ہے کہ کوئی آدمی بوقت خطبہ اوپر چڑھ کر بلند آواز سے یہ پڑھے "ان الله وملائكته يصلون على النبى" تاکہ لوگ خاموش ہو جائیں) کی کراہت کے بعد فرمایا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ اسی کے مثل مرقی کے موذن کو اذان کی تلقین کرنے کا حکم ہے کہ وہ بھی مکروہ ہے اور ظاہر یہ ہے کہ کراہت موذن کے حق میں ہے نہ کہ مرقی کے حق میں اس لئے کہ اذان مسنون جو خطیب کے سامنے دی جاتی ہے وہ مرقی کی اذان سے حاصل ہو جائے گی اور موذن اس کی اذان کا جواب دینے والا ہوگا اور اجابت اذان مکروہ ہے۔(شامی ص۶۰۶،ج۱)

"قلتُ" مصنف علام فرماتے ہیں کہ جب اذان ثانی کا جواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت امیر معاویہ سے ثابت ہے جیسا کہ امام بخاریؒ نے تخریج کی ہے پھر کراہت کا کیا مطلب؟

س: اگر کسی شخص کو خطبہ کے درمیان میں یاد آیا کہ اس نے فجر کی نماز نہیں پڑھی ہے اور وہ شخص صاحب ترتیب ہے تو کیا خطبہ کے درمیان فجر کی قضاء کرے یا جمعہ کے بعد؟

ج: خطبہ کے وقت نفل نماز مکروہ ہے چھوٹی ہوئی نماز کی قضاء مکروہ نہیں ہے بلکہ صاحب ترتیب کے لئے ضروری ہے کہ درمیان خطبہ کھڑا ہو کر اوّلاً فجر کی نماز قضا کرے پھر جمعہ پڑھے۔(كذا فى مجمع البركات)

س: کیا بیٹھ کر خطبہ دینا جائز ہے؟

ج: جائز ہے اس لئے کہ ہمارے نزدیک قیام سنت ہے نہ کہ واجب۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خطبہ بغیر کھڑے ہوئے دینا جائز نہیں ہے۔ یہی امام مالکؒ اور امام احمدؒ کی ایک روایت ہے۔(كذا فى البنايه للعينى على الهداية)

س: ایک شخص مسجد میں آیا اور موذن نماز جمعہ کے لئے اقامت کہہ رہا ہے تو کیا آنے والا سنت پڑھ کر نماز میں شامل ہو یا سنت چھوڑ دے یا نماز جمعہ کے بعد قضا کرے؟

ج: اس وقت سنت نہ پڑھے اس کے لئے خطبہ کے بعد نماز سے پہلے نماز پڑھنا مکروہ ہے بعد میں بھی ان کی قضاء نہ کرے بلکہ وہ اس کے ذمہ سے ساقط ہوگئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب امام خطبہ کے لئے نکلے تو فرض نماز کے علاوہ کوئی نماز نہیں ہے۔ (خزانۃ الروایات) امام شافعیؒ نے فرمایا۔ ردالمحتار میں ہے کہ اہل متون اور فقہاء نے سنت ظہر کی قضاء کی تصریح کی ہے اگر نماز سے پہلے چھوٹ جائیں کہ نماز کے بعد پڑھ لی جائیں مگر سنت جمعہ کی قضاء کا ذکر نہیں کیا ہے جس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ سنت جمعہ کی قضاء نہیں ہے جبکہ وہ جمعہ سے پہلے چھوٹ جائیں اس لئے کہ موقع بیان میں سکوت بیان ہو جاتا ہے۔

"قلت" مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کی پہلی سنتیں ظہر کی پہلی سنتوں کی نظیر ہیں لہٰذا کوئی وجہ فرق نہیں ہے۔

س: کیا ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ پڑھنا جائز ہے؟

ج: بنایہ میں ہے کہ مبسوط میں امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کا صحیح قول ایک شہر میں دو یا دو سے زیادہ جگہ جمعہ کے جواز کا ہے۔

جوامع الفقہ میں امام ابو حنیفہؒ سے دو روایتیں منقول ہیں۔ اظہر روایت ایک سے زائد جگہ عدم جواز کی ہے اگر دو جگہ جمعہ کی نماز پڑھی گئی تو جنھوں نے پہلے پڑھی ان کی صحیح ہوگی اور اگر دونوں جگہ ایک ساتھ پڑھی تو دونوں کی نماز فاسد ہے۔

فتح القدیر میں ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ کی نماز جائز نہیں ہے ایسے ہی امام صاحب کے اصحاب سے نقل کیا گیا ہے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ایک شہر میں دو مسجدوں میں جمعہ جائز نہیں مگر یہ کہ دونوں مسجدوں کے درمیان بڑی نہر ہو حتیٰ کہ وہ دو شہروں کے مانند ہو جائیں جیسے بغداد اگر ایسا نہ ہو تو جنھوں نے پہلے پڑھا ان کا جمعہ ہو گیا

اور اگر دونوں ایک ساتھ پڑھیں اور یہ نہ معلوم ہو سکے کہ کس نے پہلے پڑھا تو دونوں کا جمعہ فاسد ہوگا۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ ہی سے یہ بھی منقول ہے کہ ایک شہر میں دو جگہ جمعہ جائز ہے جبکہ شہر بڑا ہو تین جگہ جائز نہیں۔ امام محمدؒ سے منقول ہے کہ شہر میں چند جگہ جمعہ مطلقاً جائز ہے۔ امام محمدؒ نے یہی امام ابو حنیفہؒ سے روایت کیا ہے اسی لئے امام سرخسیؒ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہؒ کا صحیح مذہب ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ کے جواز کا ہے اسی پر ہمارا عمل ہے۔

سراجیہ میں ہے کہ ایک شہر میں دو جگہ جمعہ کے بارے میں اصح مذہب یہ ہے کہ جائز ہے۔

شرح وقایہ میں ہے کہ معذور اور قیدی کا جمعہ کے دن ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے اس لئے کہ جمعہ بہت سی جماعتوں کو جمع کرنے والا ہے لہٰذا صرف ایک جماعت جائز ہوگی اس لئے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک شہر میں دو جگہ جمعہ جائز نہیں مگر جبکہ شہر کے لئے دو جانب ہوں تو وہ دو شہروں کے حکم میں ہو جائے گا جیسے بغداد پس اس میں دو جگہ جمعہ جائز ہے نہ کہ تین جگہ۔

امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک دو یا تین یا زیادہ جگہ بھی پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ عام ازیں کہ مصر کی دو جانب ہوں یا نہ ہوں اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔

مجمع البرکات میں ہے کہ جمعہ ایک شہر میں بہت سی جگہ پر ادا کیا جا سکتا ہے یہی امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کا قول ہے یہی اصح ہے۔

سرخسی رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے کہ یہی امام ابو حنیفہ کا صحیح مذہب ہے ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ (فتاویٰ عالمگیر ناقلاً عن بحر الرائق)

س: جمعہ کے دن نماز سے پہلے ایک شخص نے غسل کیا پھر اس کو حدث لاحق ہو گیا (بے وضو ہو گیا) اس نے وضو کر کے نماز جمعہ پڑھ لی کیا ایسا شخص جمعہ کے دن سنت غسل کو ادا کرنے والا سمجھا جائے گا؟

ج: جمعہ کا غسل امام حسنؒ کے نزدیک یوم جمعہ کے لئے ہے نماز جمعہ کے لئے نہیں اس لحاظ سے وہ شخص سنت پر عمل کرنے والا ہو گیا ایسے ہی اگر جمعہ کے دن طلوع فجر سے پہلے غسل کیا اور حدث لاحق نہ ہو یہاں تک کہ اس نے جمعہ کی نماز پڑھی۔ "کما فی الکافی" اسی وجہ سے جمعہ کے دن غسل اس شخص کے لئے بھی سنت ہے جس پر جمعہ کی نماز نہیں ہے اور جس شخص نے جمعہ کی نماز کے بعد غروب شمس سے پہلے غسل کیا وہ بھی سنت پر عمل کرنے والا ہو گا۔ (کذا فی فتح القدیر)

امام یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک غسل نماز جمعہ کے لئے سنت ہے لہٰذا جس شخص پر نماز جمعہ نہیں ہے اس پر غسل بھی مسنون نہیں ہے اور اس صورت میں وہ سنت پر عمل کرنے والا نہیں سمجھا جائے گا۔ ہدایہ میں ہے کہ امام ابو یوسفؒ کا قول صحیح ہے۔

اور خزانۃ الروایات میں ہے کہ کافی میں ہے کہ حسن ابن زیاد کے نزدیک یہ غسل جمعہ کے دن کے لئے ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی فضیلت کے اظہار کے لئے کہ دنوں کا سردار جمعہ کا دن ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک یہ غسل نماز کے لئے ہے یہی صحیح ہے اس لئے کہ نماز جمعہ بڑی جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے پس اس کے لئے وہ فضیلت ہے جو اس کے غیر کے لئے نہیں جس "ذخیرۃ العقبیٰ" میں ہے کہ کافی کا قول ہو الصحیح یہ تصریح ہے امام ابو یوسفؒ کے مذہب کے اختیار کرنے کی اور حسنؒ پر رد ہے۔

زیلعی اور کافی نے فرمایا کہ اگر کسی نے صبح سے پہلے غسل کیا اور اس سے جمعہ کی نماز پڑھی تو غسل کی فضیلت کو پالیا۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اور امام حسنؒ کے نزدیک نہیں پایا اور یہ انتہائی مشکل ہے، کیا یہ بات نہیں ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے غسل کو تمام نمازوں میں شرط نہیں قرار دیا ہے۔ ہاں یہ شرط بیان کی ہے کہ نماز غسل کی طہارت سے پڑھے۔ مگر اس میں نظر ہے اس لئے کہ اس میں کچھ شک نہیں

ہے کہ ایک چیز کی دوسری چیز کے ساتھ فضیلت کا اظہار اس شے کے ساتھ مقارنت کا تقاضا کرتا ہے جس قدر کہ ممکن ہو۔ (فتاویٰ اشکال اصلاس ص ۴۳)

سراجیہ میں ہے کہ جمعہ کے دن کا غسل نماز کے لئے ہے دن کے لئے نہیں یہاں تک کہ اگر کسی نے غسل کیا اور اس غسل سے نماز نہ پڑھی تو غسل کی فضیلت اس کو حاصل نہ ہوگی۔

س: بادشاہ اپنی ولایت میں گھومتا رہتا ہے کسی شہر میں مدت اقامت نہیں ٹھہرتا تو کیا اس پر جمعہ واجب ہوگا؟

ج: جمعہ واجب ہوگا اس لئے کہ اگرچہ وہ مسافر ہے لیکن دوسروں کے لئے جمعہ کا پڑھنا اس کے حکم سے جائز ہوگا پس اس کا خود پڑھنا زیادہ لائق ہے۔ (کفایہ)

س: وہ کونسی نماز ہے جس کا ادا کرنا واجب ہے اور قضا حرام ہے؟

ج: وہ جمعہ کی نماز ہے۔ جیسا کہ اشباہ میں ہے۔

س: ایسا کون شخص ہے جس نے وقت میں وقت کے فرض کی نیت سے نماز پڑھی اور اس کی نماز نہ ہوئی؟

ج: وہ شخص جمعہ پڑھنے والا ہے اس لئے کہ نماز جمعہ وقت کے فرض سے ادا نہیں ہوتی چونکہ وقت کا فرض اصل میں وہ ظہر ہے۔ (کذا فی حاشیہ الحموی علی الاشباہ فی فن الالغاز)

س: اگر امام خطبہ میں ظالمین کی مدح شروع کر دے تو کیا اس وقت تکلم جائز ہے؟

ج: کہا گیا ہے کہ جائز ہے اور عام مشائخ اس طرف گئے ہیں کہ سننے والے پر چپ رہنا اور اول سے آخر تک خطبہ سننا واجب ہے۔ (کذا فی سراج المنیر عن الذخیرہ)

مسائل متشتة متعلقه بالجمعة

(جمعہ سے متعلق متفرق مسائل)

بنایہ میں ہے کہ جمعہ کی بارہ شرطیں ہیں۔ چھ مصلی میں (۱) آزاد ہونا (۲) ذکر ہونا (۳) مقیم ہونا (۴) تندرست ہونا (۵) دونوں پیروں کا سلامت ہونا (٦) نظر کا سلامت ہونا۔ اور چھ شرطیں غیر مصلی میں ہیں۔ (۱) شہر جامع ہونا

(۲) بادشاہ کا ہونا (۳) جماعت کا ہونا (۴) خطبہ (۵) وقت کا ہونا (۶) اظہار ہونا یہاں تک کہ اگر حاکم شہر کے دروازہ پر آکر اپنے لشکر کو جمع کرے اور لوگوں کو اس میں داخل ہونے کی اجازت نہ دے تو جمعہ جائز نہ ہوگا۔ (کذا ذکرہ التمرتاشی) ان شرطوں کے ہوتے ہوئے غلام اور ماذون اور مکاتب اور ایسا غلام جس کا بعض حصہ آزاد ہوگیا ہو اور وہ غلام جو اپنے آقا کے ساتھ مسجد کے دروازہ پر سواری کی حفاظت کر رہا ہو جمعہ اس پر واجب نہ ہوگا۔

اور مستاجر پر جمعہ واجب ہوگا لیکن موجر کو منع کرنے کا حق حاصل ہے۔ (کذا فی جامع الرموز)

م: اور اگر آقا اپنے غلام کو جمعہ کی اجازت دے دے تو غلام کو چاہئے کہ جمعہ کو اختیار کرے گو اس کے ذمہ واجب نہیں لیکن اس وقت جمعہ کا چھوڑنا اس کے لئے مکروہ ہے۔ (کذا قال البرجندی)

م: سخت بارش اور بادشاہ سے چھپنا وجوب کو ساقط کر دینے والا ہے۔ (فتح القدیر)

م: شیخ کبیر جو کہ کمزور ہو اس پر بھی جمعہ واجب نہیں چونکہ وہ مریض کے ساتھ ملحق ہے۔ (کذا فی بحر الرائق)

م: اگر بادشاہ اپنے محل کا دروازہ کھولے اور اس میں لوگوں کو داخل ہونے کی اجازت دے تو وہاں جمعہ جائز ہے لیکن مکروہ ہے اس لئے کہ اس نے مسجد جامع کے حق کو ضائع کیا۔ (کذا فی تبیین الحقائق)

م: جو غلام مسجد کے دروازہ پر اپنے آقاہ کے گھوڑے کی حفاظت کے لئے ہو اصح قول یہ ہے کہ اس پر جمعہ واجب ہے اگر حفاظت میں خلل نہ ہو ورنہ نہیں۔

م: آقاہ کے لئے اپنے غلام کو جمعہ اور عیدین سے منع کرنے کا حق ہے۔ (حلیہ)

م: بحر الرائق میں ہے کہ جس شخص پر جمعہ واجب نہیں میں نے اس کے متعلق صراحت نہیں دیکھی کہ اس کے لئے افضل جمعہ کی نماز ہے یا ظہر کی۔ ہدایہ اور عنایہ اور غایۃ البیان سے یہ ظاہر ہے کہ ان کے لئے افضل جمعہ کی نماز

ہے اور مناسب ہے کہ اس سے عورت مستثنیٰ ہو چونکہ اس کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے۔

بنایہ میں ہے، ابن منذرؒ نے فرمایا کہ حفاظ اہل علم نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ اگر عورتیں جمعہ کی نماز پڑھ لیں تو یہ ان کے لئے ظہر سے کفایت کرے گا باوجود اس اجماع کے کہ ان پر جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے۔

حسنؒ سے منقول ہے کہ مہاجرین کی عورتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھتی تھیں اور اس کو ظہر کا بدل سمجھتی تھیں۔ (انتہیٰ)

م: جمعہ کا قائم کرنا سلطان یا اس کے نائب کے لئے درست ہے غیر کے لئے جائز نہیں۔

م: اگر سلطان یا اس کے نائب سے جمعہ کی اجازت متعذر ہو اور لوگ اپنے میں سے کسی پر جمع (متفق) ہو جائیں جو ان کو جمعہ پڑھا دے تو جائز ہے۔ (کذا فی جامع المضمرات)

م: اگر قروی (گاؤں کا رہنے والا) جمعہ کے دن شہر میں داخل ہو اور وہاں ٹھہرنے کی نیت کر لے تو اس پر جمعہ واجب ہو جائے گا۔ (کذا فی سراج المنیر وغیرہ)

م: صدر شہید نے فرمایا کہ صحیح قول کی بناء پر جمعہ اس شخص پر واجب ہو جاتا ہے جو موذن کی آواز سنے جو اذان بلند آواز سے منارہ پر دی جائے۔

زاہدی میں ہے کہ جمعہ گاؤں کے رہنے والوں پر بھی واجب ہوتا ہے جبکہ بستی ربض (شہر فصیل، شہر کا گرد و نواح) سے متصل ہو ظاہر روایت کی بناء پر اور یہی اصح قول ہے، لیکن اس میں بہت سی روایات ہیں۔ مختار قول یہ ہے کہ جمعہ اس شخص پر واجب ہے جو شہر سے ایک فرسخ دور ہو۔ (جامع الرموز) معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں تصحیح مختلف ہے قول اصح وہ ہے جو بدائع میں ہے کہ اگر کوئی شخص شہر سے اتنی دور ہو کہ جمعہ پڑھ کر اپنے گھر واپس جا کر رات گذارے بغیر کسی مشقت کے تو اس پر جمعہ واجب ہے ورنہ واجب نہیں ہے۔ (قال بحر احسن کذا فی بحر الرائق)

جامع المضمرات میں حجۃ سے ہے کہ جمعہ کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت فرض تو شہر والوں پر ہے اور واجب اطراف شہر والوں پر اور سنت ایسی بڑی بستی والوں پر ہے جہاں سب شرائط پائی جاتی ہوں۔ پھر فرمایا ہے کہ اس سے زیادہ عجیب بات وہ ہے جو قنیہ میں ہے کہ گاؤں میں جمعہ کے لئے حاضر ہونا لازم ہے حالانکہ مذہب گاؤں میں عدم صحت کا ہے چہ جائیکہ کہ لازم ہو۔ (انتہیٰ)

م: گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ (کذانی الہدایہ) امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک چالیس آزاد مرد اگر ہوں تو جمعہ جائز ہے۔ یہی امام احمد نے فرمایا ہے امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چالیس سے کم کی صورت میں بھی جمعہ کی نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ (کذانی البنایہ)

بعض شہر کی بستیوں میں شک واقع ہو گیا ہے جہاں پر کوئی والی اور قاضی نہیں ہوتا بلکہ ایسا قاضی ہوتا ہے جس کو قاضی ناحیہ کہتے ہیں اور وہ وہ قاضی ہوتا ہے۔ یولی الكورة بلسرها فياتي القرية احيانا یعنی وہ قاضی ہوتا ہے جو پورے ضلع کا انتظام کرتا ہے اور کبھی کبھی گاؤں میں آتا ہے اور جو مسائل الجھے ہوئے ہوتے ہیں ان کا فیصلہ کر دیتا ہے اور چلا جاتا ہے اور ایسا ہی والی ہوتا ہے آیا ایسی بستی مصر ہے یا نہیں؟ اگر کسی انسان پر یہ مشتبہ ہو جائے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھے اور نیت یہ کرے کہ میں وہ آخری فرض پڑھ رہا ہوں جس کا میں نے وقت پایا اور ابھی تک ادا نہیں کیا پس اگر جمعہ صحیح نہ ہوا ہو گا تو اس کا ظہر ہو جائے گا۔ (کذانی فتح القدیر) اور ہر ایسی جگہ میں جس کے مصر یا غیر مصر ہونے میں شک ہو۔ او اقام اهل الجمعة یا اہل جمعہ نے جمعہ پڑھ لیا ہو تو ضروری ہے کہ جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھیں اور ظہر کی نیت کریں پس اگر جمعہ کی نماز نہ ہوتی ہو تو ان چار رکعت پڑھنے کی وجہ سے وقت کے فرض کی ذمہ داری سے نکل جائیں گے۔

مجموعۃ الروایات میں ہے کہ وہ چار رکعت جن کو ہمارے دیار میں بعد نماز جمعہ ظہر پڑھے ان میں فاتحہ اور سورۃ پڑھنا ضروری ہے پس اگر وہ چار رکعت فرض ہوں تو قراۃ کرنا نقصان نہیں دے گا اور جمعہ کے صحیح ہونے کی صورت میں وہ نفل ہوں گے تو قراۃ کرنا واجب تھا۔ (خزانۃ الروایات) علماء نے ان چار رکعت کی نیت میں اختلاف کیا ہے۔ (۱) بعض نے فرمایا سنت کی نیت کرے (۲) بعض نے فرمایا کہ اس دن کے ظہر کی نیت کرے (۳) اس آخری ظہر کی نیت کرے جو اس پر فرض ہے۔ یہی احسن ہے۔ (کذافی القنیہ)

مصنف علام فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات جان لی گئی کہ جمعہ کے بعد چار رکعت کا پڑھنا احتیاطاً ہے ہر اس جگہ میں جس کے مصر ہونے میں شک ہو۔

پس جو بحر الرائق میں ہے کہ علماء نے جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھنے کا فتویٰ دیا ہے متعدد جگہ پر جمعہ کے جواز میں اختلاف کی وجہ سے حالانکہ یہ بات معلوم ہو گئی کہ تعدد کے جواز پر فتویٰ ہے لہٰذا چار رکعت بعد جمعہ پڑھنے سے منع کیا جائے گا۔ یہ صاحب بحر کے مثل سے بعید ہے۔ پھر جمعہ کے بعد چار رکعت کا پڑھنا احتیاطاً ہے لہٰذا جو شخص مقتدی ہو (یعنی اس قول پر عمل کرے) تو وہ ان چار رکعت کو خفیۃً پڑھے یا اپنے گھر میں پڑھے تاکہ اس کو عوام واجب نہ سمجھیں اسی واسطے در مختار اور بحر الرائق میں ہے کہ بہت سی مرتبہ جمعہ کے بعد چار رکعت آخر ظہر کی نیت سے نہ ہونے کا فتویٰ دیا گیا ہے تاکہ جمعہ کے فرض نہ ہونے کا اعتقاد ختم ہو جائے یعنی اگر بعد جمعہ چار رکعت کی اجازت دی جائے تو اس بات کا اندیشہ ہے کہ لوگ جمعہ کے فرض نہ ہونے کا اعتقاد کریں گے اور ہمارے زمانے میں یہی احتیاط ہے اور جس شخص کے نزدیک جمعہ کے بعد چار رکعت کی اجازت دینے میں کچھ خرابی کا خوف نہیں ہے تو اولیٰ یہ ہے کہ گھر میں چھپ کر پڑھے۔ (انتہیٰ)

م: بیماری کی خبر گیری کرنے والے پر جمعہ واجب نہیں ہے۔ (کذافی درالمختار) اور

قنیہ میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ اگر مریض اس کے جمعہ کے لئے جانے سے ضائع ہو جائے تو یہ عذر ہے۔

م: اگر اندھا کسی قائد یعنی ایسے شخص کو پائے جو اس کو جمعہ کے لئے لے جائے تو کہا گیا ہے کہ اس پر جمعہ واجب ہے۔ (کذا فی البنایہ)

م: وہ اندھا جو جامع مسجد میں مقیم ہو اس کا حکم معلوم نہیں ہو سکا ہے۔ (کذا فی بحر الرائق)

م: جب جمعہ کی پہلی اذان ہو جائے تو بیع حرام اور سعی واجب ہو جاتی ہے۔ بیع اور ہر وہ چیز جو سعی سے روکے وہ مکروہ تحریمی ہے۔

م: جو شخص مسجد یا مسجد کے دروازہ پر خرید و فروخت کرے تو وہ سخت گنہگار ہے۔ (کذا فی بحر الرائق)

م: اذان اول ہی معتبر ہے جبکہ وہ زوال کے بعد ہو چونکہ اس کے ذریعہ اعلام (خبر دینا) حاصل ہو گیا یہی اصح ہے۔ (کذا فی ظہیریہ)

م: اذان کے بعد اگر بیع کی تو وہ باطل ہے۔ امام مالکؒ، امام احمدؒ اور ظاہریہ کے نزدیک اور امام شافعیؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور امام زفرؒ کے نزدیک جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔ (کذا فی البنایہ)

م: امام کے لئے مناسب ہے کہ نماز جمعہ کی ہر رکعت میں فاتحہ پڑھے اور ظہر کی نماز میں پڑھی جانے والی سورۃ کے مقدار سورۃ پڑھے۔ اور اگر پہلی رکعت میں سورہ جمعہ پڑھے اور دوسری میں سورہ منافقین یا پہلی میں سبح اسم ربک اور دوسری میں ہل اتاک حدیث الغاشیہ یہ عمدہ اور بہتر ہے۔ چونکہ اس میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے ساتھ برکت حاصل کرتا ہے مگر اس پر ہمیشگی نہ کرے بلکہ کبھی کبھی ان کے علاوہ بھی پڑھ لیا کرے۔ (کذا فی البحر الرائق عن البدائع)

م: خطبہ کے تمام ہونے اور نماز اور اس کی اقامت کے درمیان فصل کرنا مکروہ

ہے۔ (ذکرہ صاحبین کذا فی الدر المختار)

م: اگر کسی شخص نے خطبہ ناپاک ہونے کی حالت میں پڑھا پھر غسل کر کے نماز پڑھی تو جائز ہے۔

م: مختار قول یہ ہے کہ امام جمعہ اور خطیب کا ایک ہونا ضروری نہیں ہے۔ (کذا فی الدر المختار)

م: جب امام منبر پر چڑھ جائے تو نماز اور کلام خواہ دینی ہو یا دنیوی دونوں حرام ہیں پس تسبیح اور تہلیل وغیرہ سب حرام ہیں ایسے ہی ہر وہ چیز حرام ہو جاتی ہے جو نماز میں حرام ہے۔ مثلاً کھانا، پینا وغیرہ۔ اگرچہ یہ امور ممبر پر چڑھنے کے بعد خطبہ شروع کرنے سے پہلے ہوں یا خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد نماز سے پہلے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک۔ اور صاحبین کے نزدیک محض ممبر پر چڑھنے سے کلام حرام نہیں ہوتا بلکہ خطبہ شروع کر دینے کے بعد حرام ہوتا ہے ہاں نماز پڑھنا خطبہ شروع کرنے سے پہلے ایسے ہی خطبہ کے بعد نماز سے پہلے بالاجماع حرام ہے۔ (کذا قال البرجندی)

م: اگر کروٹ پر لیٹ کر خطبہ دیا تو جائز ہے مگر مکروہ ہے۔ (کذا فی البرجندی من الظہیریہ)

م: چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینا ایسے ہی سلام کا جواب دینا امام کے خطبہ کے لئے نکلنے کے بعد امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے ہاں اگر چھینک کے بعد الحمد للہ کہا تو جائز ہے مگر افضل چپ رہنا ہے۔ (کذا فی جامع المضمرات)

م: ایک آدمی نے جمعہ سے پہلے سنت شروع کر دی پھر خطبہ شروع ہو گیا تو کیا وہ دو رکعت پر نماز ختم کر دے؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ مختار مذہب یہ ہے کہ سنت پوری کرلے چونکہ یہ چار رکعت بمنزلہ نماز واحد کے ہیں۔ (کذا فی البحر الرائق)۔ بحر الرائق ہی میں ہے کہ امام جب خطبہ شروع کر دے تو کلام بالاجماع حرام ہو جاتا ہے خواہ امر بالمعروف یا تسبیح وغیرہ ہو۔

م: خطبہ کے وقت دور رہنے والا قریب رہنے والے کے مانند ہے یعنی خواہ وہ

خطبہ کی آواز نہ سنے اس کے لئے بھی صلوٰۃ وکلام حرام ہے۔ وہو الاحوط۔ محیط میں ہے وہو الاصح۔

م: خطبہ کے درمیان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سننے کے بعد آپ پر درود بھیجنے میں اختلاف ہے۔ درست اور صحیح بات یہ ہے کہ جی ہی میں درود بھیجے۔ (کذا فی التقدیر)

م: جمعہ عیدین اور باقی خطبے مثلاً خطبۂ نکاح کا سننا واجب ہے۔ (کذا فی البنایہ)

م: الترقیۃ المتعارفۃ (یعنی کسی شخص کا اوپر زینہ پر چڑھ کر) لوگوں کو حدیث کے ذریعہ امر بالمعروف سے روکنا، جو بلاد عرب میں متعارف ہے وہ حرام ہے۔ (کذا فی در مختار)

تعجب کی بات یہ ہے کہ مرقی (ترقیہ کرنے والا) حدیث کے ذریعہ امر بالمعروف سے روکتا ہے پھر کہتا ہے کہ چپ ہو جاؤ تم پر اللہ رحم کرے۔

م: خطبہ کے لئے یہ شرط ہے کہ ایسی جماعت کی موجودگی میں پڑھا جائے جن سے جمعہ منعقد ہوتا ہے اور خلاصہ میں اس کے خلاف لکھا ہے کہ اگر تنہا نے خطبہ دیا تو جائز نہیں ہے اور اصل میں اس میں دو روایتیں ہیں۔

م: اگر ایک یا دو آدمی موجود ہوں، ان کی موجودگی میں خطبہ دیا اور تین کے ساتھ نماز پڑھی تو جائز ہے۔

م: اگر عورتوں کی موجودگی میں خطبہ پڑھا اگر صرف عورتیں ہی ہوں تو جائز نہیں ہے۔ (کذا فی البحر الرائق) فتح القدیر میں ہے کہ معتمد یہ ہے کہ اگر تنہا نے خطبہ دیا تو جائز ہے۔ (انتہیٰ) اور در مختار میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ جائز نہیں ہے۔

م: قوم کے لئے مسنون یہ ہے کہ خطبہ دینے والے کا استقبال کریں عام ازیں کہ خطیب سامنے ہو یا دائیں طرف ہو یا بائیں طرف جیسا کہ حلوائی نے ذکر کیا ہے لیکن رسم یہ ہے کہ قوم مستقبل قبلہ ہوتی ہے اور ان کو استقبال کے

چھوڑنے کا حکم نہیں دیا جاتا چونکہ اس میں حرج لاحق ہوتا ہے کہ خطبہ سے فراغت کے بعد صفوں کو برابر کرنا پڑے گا جیسا کہ سرخسیؒ نے بیان فرمایا ہے اور یہ پہلے قول سے عمدہ ہے۔(کمافی المحیط)

م: خطبہ کی حالت میں مقتدی جس حالت میں چاہے بیٹھے۔(کمافی الزاہدی) پس گھٹنے کھڑے کر کے بیٹھنا چار زانوں ہو کر بیٹھنا وغیرہ سب جائز ہے۔(کذافی جامع الرموز)

م: امام حجرہ سے نکلنے کے وقت سے حجرہ میں داخل ہونے تک سلام کو ترک کردے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو سلام کرے۔(مجتبیٰ)

م: بہتر ہے کہ آہستہ سے تعوذ پڑھے خطبہ شروع کرنے کے وقت۔

م: خطبہ میں بادشاہ کے لئے دعاء کرنا مستحب نہیں ہے مگر قہستانی نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

م: خطبہ میں بادشاہ کا ایسا وصف بیان کرنا جو اس میں نہیں ہے مکروہ ہے۔

م: خطبہ میں امر بالمعروف کے علاوہ تکلم کرنا مکروہ ہے۔

م: دو خطبے درمیان میں تھوڑی دیر بیٹھنے کے ساتھ دینا مسنون ہے۔ درمیان میں بیٹھنے کو ترک کرنے والا اصح قول کی بنا پر گنہگار ہے۔(کذافی الدر المختار)

مایتعلق بالعیدین

(عیدین کے مسائل)

س: وہ کونسی نماز ہے جس کی ادا واجب ہے قضا واجب نہیں؟

ج: وہ عیدین کی نماز ہے اس لئے کہ فوت ہو جانے کے بعد قضا نہیں کی جائے گی۔(کذافی الہدایہ)

س: وہ کونسی چاشت کے وقت کی نماز ہے جس کا ادا کرنا واجب ہے؟

ج: وہ عید کی نماز ہے اس لئے کہ وہ درحقیقت چاشت کی نماز ہے۔(کذافی درالمختار)

س: اگر عید کی نماز کو فاسد کر دیا تو کیا اس کی قضا واجب ہے؟

ج: صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک قضا واجب ہے۔ بنایہ میں ہے کہ اگر عید کی نماز کو فاسد کر دیا تو دو رکعت کی قضا کرے صاحبین کے نزدیک اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس پر قضا واجب نہیں ہے اور منیۃ المفتی میں ہے کہ اس پر قضا نہیں ہے۔ اختلاف نقل نہیں کیا ہے۔ ابو حفص کبیر فرماتے ہیں کہ دو رکعت کی قضاء کرے اور ان میں تکبیر زوائد نہ کہے۔ سراجیہ میں ہے کہ اگر عید کی نماز شروع کی پھر فاسد کر دی تو اس پر قضا نہیں ہے۔ (انتہی)

س: کیا بقر عید کی نماز سے پہلے کچھ کھانا جائز ہے؟

ج: مکروہ تنزیہی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے بچوں کو بھی بقر عید سے پہلے کھانے سے منع کرتے تھے۔ (کذا فی الدر المختار) اور جامع المضمرات میں ہے کہ مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہے۔ (انتہی) اور اس کی اصل وہ ہے جس کی ملا معین ہروی نے تصریح کی ہے۔ روضۃ الواعظین میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب یوم النحر کی صبح کو اسمٰعیل علیہ السلام کو لے کے گئے تو بغیر کچھ کھائے مذبح کی طرف گئے اور حضرت ابراہیمؑ کو اللہ نے فدیہ میں ذبح عظیم دیا جس کو ابراہیمؑ نے ذبح کیا اور اس کا گوشت بھون کر کھایا اسی لئے ہماری شریعت میں مستحب قرار دیا گیا کہ جو شخص قربانی کرے تو وہ ذبح کرنے سے پہلے کچھ نہ کھائے اور اپنے ذبیحہ کا گوشت کھائے۔

س: کیا عورتوں کے لئے جائز ہے کہ عید کے دن چاشت کی نماز پڑھیں عید کی نماز ادا کرنے سے پہلے اپنے گھر میں؟

ج: جب تک لوگ عید کی نماز سے فارغ نہ ہوں تو عورتوں کے لئے بھی نفل پڑھنا مکروہ ہے خواہ چاشت کی ہی نماز ہو۔ مردوں کے تابع ہونے کی وجہ سے۔ یہی وجہ ہے کہ عورتوں کے لئے قربانی کرنا عید کی نماز سے پہلے جائز نہیں گرچہ ابھی ان پر عید کی نماز نہیں ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ عورتوں کے لئے چاشت کی نماز مکروہ نہیں ہے۔ ہاں مردوں کے لئے مکروہ ہے۔ (کذافی المضمرات)

مصنف علامؒ فرماتے ہیں کہ تمام دنوں میں معتاد نوافل بھی عیدین کے دن نماز عید سے پہلے مکروہ ہیں جیسا کہ علماء نے تصریح کی ہے مگر اس کی معتد بہ وجہ ظاہر نہیں ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں تحقیق کے ساتھ کہا ہے کہ عیدین کے دن نوافل کا مکروہ ہونا ان چیزوں میں سے ہے جن پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

کتاب الحظر والاباحة

(ممنوع اور مباح چیزوں کے متعلق مسائل کی کتاب)

مایتعلق بالاکل والشرب

(کھانے پینے سے متعلق مسائل)

س: روٹی کے بیچ میں چوہے کی مینگنی پائی گئی کیا اس روٹی کو کھایا جائے گا؟

ج: اگر مینگنی سخت ہے اپنے حال پر تو اس کو پھینک دیا جائے گا اور روٹی کو کھایا جائے گا ورنہ نہیں۔ (کذی فی فتاویٰ قاضی خان فی باب الانجاس)

س: کیا روٹی کھانے والے کے لئے یہ بات جائز ہے کہ بیچ کی روٹی کو کھالے اور کناروں کو پھینک دے؟

ج: ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (کمافی خزانۃ الروایات)

س: جہال کے درمیان یہ بات مشہور ہے کہ وہ کھانا کھانے کے وقت صرف دایاں ہاتھ دھوتے ہیں کیا اس سے سنت ادا ہو جائے گی؟

ج: نہیں اس لئے کہ سنت دونوں ہاتھوں کا گٹوں تک دھونا ہے۔ (کمافی مجمع البرکات من القنیۃ)

س: کیا کھانے کے وقت ہاتھوں کی طرح منہ دھونا (کلی کرنا) بھی سنت ہے؟

ج: بخیدی سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ نہیں۔ (کذا فی الاحسان الفتاوی الحمادیہ)

س: کیا وہ روٹی کھائی جائے گی جس کا آٹا شراب سے گوندھا گیا ہو؟

ج: مکروہ تحریمی ہے چونکہ اس میں شراب کے اجزاء باقی ہیں۔ (کذی فی اشربۃ الہدایہ)

س: بکرے کا ذکر (پیشاب کا آلہ) اگر شوربے میں پک گیا تو کیا اس شوربے کا کھانا جائز ہے؟

ج: جائز ہے اور شوربے میں کچھ کراہت نہیں ہے۔ (کذا فی السراج المنیر)

س: کیا کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھوں کو اشنان (صابون) کی طرح آٹے یا ستو سے دھونا جائز ہے؟

ج: جائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیر نوادر ہشام میں ہے کہ میں نے امام محمدؒ سے اس کے متعلق سوال کیا تو امام محمدؒ نے بتلایا کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے ایسے ہی امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں اور یہی میرا بھی قول ہے۔ (کذا فی الذخیرۃ)

س: کیا گرم کھانا کھانا جائز ہے؟

ج: مکروہ ہے۔ (کما فی مجمع البرکات)

س: چوہے کی مینگنی آٹے میں گندھ گئی، کیا اس آٹے کا کھانا جائز ہے؟

ج: جائز ہے۔ ہاں اگر مینگنی اتنی زیادہ ہوں جس سے کھانے کا ذائقہ بدل جائے تو جائز نہیں۔ (کذا فی فتاویٰ قاضی خان باب الانجاس)

س: کیا مردہ مرغی کے پیٹ سے نکلا ہوا انڈا کھانا جائز ہے؟

ج: جائز ہے۔ (کذا فی السراجیہ)

س: کیا گوشت کے کھانے میں کچھ حرج ہے؟

ج: گوشت کھانا مرد کی قوت، قوت سمع، قوت دماغ کو بڑھاتا ہے۔ اور ایسی ستر قوتیں بڑھاتا ہے جو اس کے غیر میں نہیں بڑھتیں۔ امام اصمعیؒ فرماتے ہیں

کہ سب سے زیادہ مرغوب اور لذیذ چار چیزیں ہیں۔ (۱) گوشت کھانا (۲) گوشت پر سوار ہونا (۳) گوشت کی طرف دیکھنا (۴) گوشت کو گوشت میں داخل کرنا۔ (کذا فی خزانۃ الروایات) احیاء العلوم میں ہے کہ ہمیشہ گوشت کھانا قلب کو سخت کر دیتا ہے۔

س: شوربا جب متغیر ہو جائے اور بدبودار ہو جائے تو کیا اس کا کھانا جائز ہے؟

ج: اگر شوربا بہت زیادہ متغیر ہو جائے تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ (فی القنیہ) کھانا جب متغیر ہو جائے اور جھاگ آ جائیں یعنی اس کا تغیر شدید ہو جائے تو ناپاک ہو جاتا ہے۔ اور کتاب الاشربہ میں ہے کہ تغیر سے کھانا حرام نہیں ہوتا ہے۔ مجد الائمہ ترجمانی نے فرمایا کہ وہ چیز جس کو خلائی نے ذکر کیا ہے اس کو انتہائی تغیر پر محمول کیا جائے گا اور جو کتاب الاشربۃ میں ذکر کیا گیا ہے اس کو نفس تغیر پر محمول کیا جائے گا۔ (انتہی)

س: کیا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے میں غیر سے مدد لینا جائز ہے؟

ج: مستحب یہ ہے کہ برتن سے پانی خود گرائے غیر سے مدد نہ لے۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ مثل وضو کے ہے اور ہم وضو میں غیر سے مدد نہیں لیتے۔ (کذا فی فتاویٰ عالمگیر ناقلاً عن المحیط)

س: کیا کھانے کو سونگھنا جائز ہے؟

ج: مکروہ ہے۔ (کمافی مجمع البرکات)

س: بکری نے ابھی شراب پی ہے اور اس کو فوراً ذبح کر لیا گیا تو کیا اس کا کھانا جائز ہے۔

ج: جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔ (کمافی الدر المختار عن صید الوہبانیۃ)

س: کیا کھلے سر کھانا کھانے میں کچھ حرج ہے؟

ج: اس میں کچھ حرج نہیں ہے، یہی مختار ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیر میں خلاصہ سے نقل کیا گیا ہے۔

س: جب روٹی آجائے تو سالن کا انتظار کرے یا روٹی کھانا شروع کر دے؟
ج: بہتر یہ ہے کہ سالن کا انتظار نہ کرے اور کھانا شروع کر دے سالن آنے سے پہلے مگر یہ حکم اپنے گھر میں ہے ہاں ضیافت میں سالن کا انتظار کرے۔ (کذا فی نصاب الاحتساب)
س: کیا روٹی پر سالن کا پیالہ رکھنا جائز ہے؟
ج: ادب یہ ہے کہ سالن کا پیالہ روٹی پر نہ رکھے۔ کھانے کے اکرام کی وجہ سے۔(خزینۃ الروایات)
س: کیا راستے پر بیٹھ کر کھانا جائز ہے؟
ج: مکروہ ہے۔(کذا فی السراجیہ)
س: اگر ہاتھ میں شوربا لگ جائے تو کیا اس کو روٹی سے پونچھنا جائز ہے؟
ج: جائز ہے جبکہ جس روٹی سے ہاتھ پونچھا ہے اس کو کھائے اور اگر اس روٹی کو نہ کھائے تو مکروہ ہے۔ بعض مشائخ نے مطلقاً مکروہ کہا ہے۔(کذا فی مطالب المؤمنین من الحیل)
س: اگر چہ روٹی کو اپنے منہ سے توڑے تو کیا اس کا کھانا جائز ہے؟
ج: اس کے متعلق علی بن احمد سے سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ جائز ہے ضرورت کی وجہ سے۔ فتاویٰ عالمگیری میں تاتارخانیہ سے ایسے ہی نقل کیا گیا ہے۔
س: ہمارے بلاد میں مشہور ہے کہ قصاب سے بکری کی سری خریدتے ہیں اور وہ خون میں لتھڑی ہوئی ہوتی ہے پھر اس کو آگ میں جلاتے ہیں اور صاف کر لیتے ہیں پھر اس کا شوربا بناتے ہیں اور کھاتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟
ج: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو میں نے جواب دیا کہ جائز ہے۔ اس لئے کہ جلانے نے اس نجاست کو زائل کر دیا جو اس پر تھی۔ پس یہ دھونے کے مانند ہو گیا۔(وقد صرح بہ فی کنز الدقائق و تنویر الابصار و جامع المضمرات)

س: کیا کھانے میں بائیں ہاتھ سے مدد لینا جائز ہے؟

ج: جائز ہے اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ (کذا فی مطالب المومنین)

س: کیا پانچوں انگلیوں سے کھانا درست ہے؟

ج: کھانے کے آداب میں سے یہ ہے کہ تین انگلیوں سے کھائے یعنی انگوٹھا، مسبحہ اور اس سے متصل انگلی سے کھائے۔ پانچوں انگلیوں سے نہ کھائے۔ (کذا فی شرعۃ الاسلام)

س: کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کے بعد کیا ان کو چہرہ اور آنکھوں پر پھیر لے جیسا کہ ہمارے شہروں میں رواج ہے؟

ج: پھیر سکتا ہے بلکہ مستحب ہے۔ خزانۃ الروایات میں عوارف سے نقل کیا گیا ہے کہ ہاتھ کی تری سے آنکھوں کو مسح کرنا مستحب ہے۔ (بھیگے ہوئے ہاتھ آنکھوں پر پھیرنا مستحب ہے) جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم وضو کرو تو اپنی آنکھوں کو بھی پانی پلاؤ اپنے ہاتھوں کو مت جھاڑو اس لئے کہ یہ شیطان کے پنکھے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ سے پوچھا گیا کہ یہ حکم صرف وضو میں ہے یا اس کے غیر میں بھی ہے تو ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ وضو اور غیر وضو سب میں ہے۔ کنز العباد میں ہے کہ بعض کتابوں میں ذکر کیا گیا کہ کھانے کے بعد ہاتھوں کی تری کو چہرہ اور بازوؤں پر پھیر لے۔

س: وہ کیڑا جو پھل سیب وغیرہ میں ہوتا ہے کیا پھل کے ساتھ اس کا کھانا بھی جائز ہے؟

ج: جائز ہے چونکہ اس سے بچنا دشوار ہے اور اگر کیڑا پھل سے علاحدہ کر لیا گیا تو اس کا حکم مکھی کی طرح ہے جو کھانے میں گر گئی ہو اور اس کو نکال کر پھینک دیا ہو۔ (کذا فی مطالب المومنین)

س: کیا مرد کے لئے عورت کا دودھ بطور دوا کے استعمال کرنا جائز ہے؟

ج: جائز ہے۔ قنیہ میں ہے کہ اصل یہ ہے کہ اگر مریض کی ناک میں عورت کا دودھ چڑھایا جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے یا یہ کہ مرد اس کو بطور دوا کے پئے۔ہاں بالغ کے لئے بلا ضرورت عورت کا دودھ پینے میں متاخرین کا اختلاف ہے۔ منتقیٰ میں ابو یوسفؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ عورت کا دودھ پینے میں کچھ حرج نہیں ہے۔

س: کیا مری ہوئی بکری کا دودھ پیا جا سکتا ہے؟

ج: پیا جا سکتا ہے۔(کذا فی السراجیہ)

س: کیا گدھی کا دودھ پینا جائز ہے۔

ج: مکروہ ہے۔(کذا فی الکبریٰ)

س: کیا چونا کھانا جائز ہے اس پتہ میں جو ہندوستان کے شہروں میں کھایا جاتا ہے جس کو پان کہتے ہیں؟

ج: جائز ہے۔ نصاب الاحتساب میں حلوائی نے ذکر کیا ہے کہ مٹی کا کھانا اگر مضر ہو تو مکروہ ہے ورنہ نہیں اور اگر کم کھائے یا کبھی کبھی کھائے تو مکروہ نہیں ہے۔

مصنف علام فرماتے ہیں کہ اسی پر قیاس کیا جائے گا پان میں چونہ کھانے کو جو ہمارے دیار میں رائج ہے اس لئے کہ وہ تھوڑا ہوتا ہے اور نافع ہوتا ہے اس لئے کہ پان کھانے کی غرض مطلوب سرخی ہے جو بغیر چونے کے حاصل نہیں ہوتی۔

(وقد نقل عنه في خزانة الروايات و مجمع البركات ايضاً)

س: کیا بچہ کے لئے عورت کا دودھ پینا اس وقت بھی جائز ہے جبکہ وہ دودھ پینے سے مستغنی ہو؟

ج: جائز نہیں ہے۔ جامع رموز میں تمرتاشی سے بیع فاسد کی فصل میں ہے کہ کہا گیا ہے کہ بچے کے لئے دودھ پینا مستغنی ہو جانے کے بعد جائز نہیں ہے ہاں دودھ آنکھ میں ڈالا جا سکتا ہے جبکہ آنکھ کی تکلیف کا دور ہونا اس کے ذریعہ معلوم ہو۔(انتہی)

س: وہ کونسا پاک پانی ہے جس سے وضو جائز ہے مگر اس کا پینا جائز نہیں؟

ج: وہ وہ پانی ہے جس میں بحری مینڈک مر گیا ہو اور اس کے اجزاء متفرق ہو گئے ہوں اس کا پینا تو جائز نہیں ہے چونکہ اس میں ضرر ہے اور پاک ہونے کی وجہ سے وضو کرنا جائز ہے۔ (کذا فی الالغاز الاشباہ والنظائر)

س: کیا کافر کے ساتھ کھانا جائز ہے؟

ج: اگر ایک دو مرتبہ کھائے تو جائز ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کے ساتھ کھایا ہے۔ پس ہم اس کو اسی پر محمول کریں گے لیکن ہمیشہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (کذا فی نصاب الاحتساب فی الباب الرابع)

ذکر مایحل لبسہٗ ومالایحل ومایتعلق بہ ومایحل استعمالہ ومالایحل

(مسائل متعلقہ کن چیزوں کا پہننا حلال ہے اور کن کا نہیں
اور کن چیزوں کا استعمال حلال ہے اور کن کا نہیں)

س: کیا ناپاک کپڑا پہننا جائز ہے؟

ج: نماز کے علاوہ ناپاک کپڑا پہننا جائز ہے۔ (کذا فی الدر المختار) اور بحر الرائق میں مبسوط کی کتاب التحری سے نقل کیا ہے کہ جائز ہے۔ اور بغیہ تلخیص القنیہ میں اس مسئلہ میں اختلاف ذکر کیا گیا ہے۔

س: ہندوستان کے شہروں بالخصوص بڑے شہروں مثلاً لکھنؤ میں رواج ہے کہ ایسے جوتے پہنتے ہیں جن پر سونے چاندی کے نقش و نگار ہوتے ہیں اور یہ اتنی مقدار میں ہوتا ہے کہ چار انگلیوں کی مقدار سے زیادہ ہوتا ہے کیا ایسے جوتوں کا پہننا جائز ہے؟

ج: مصنف علام فرماتے ہیں کہ مجھے میرے بعض احباب نے ایسے جوتے ۱۲۸۲ھ میں ہبہ کئے تھے۔ پس میں اس کے حکم کی تلاش میں لگا اور علماء سے ان کی حلت و حرمت کے متعلق سوال کیا مگر اس کے متعلق کوئی تصریح نہ مل سکی اس

لئے زمانہ سابق اور ممالک عرب و شام میں ان کا وجود اور نشان نہ تھا کہ ان کا حکم کوئی بیان کرتا مگر میں نے ان کی حرمت کا فتویٰ دیا۔ مگر حرمت کی علت وہ نہ تھی جو مجھ سے پہلے مولانا محمد عبدالحی دہلوی نور اللہ مرقدہ نے بیان کی تھی کہ ایسے جوتے زیورات کے حکم میں ہیں پس مردوں کے لئے مانند زیور کے حرام ہوں گے اور یہ علت حرمت یہ نہ بیان کرنے کی وجہ یہ تھی کہ محض چمڑے پر نقش سے وہ زیورات میں کیسے داخل ہو سکتا ہے ورنہ لازم آئے گا کہ وہ کپڑے جن پر سونے چاندی کا کام ہو وہ بھی زیورات میں داخل ہوں حالانکہ یہ خلاف مفروض ہے۔

بلکہ علت حرمت میں نے یہ بیان کی کہ جوتے بمنزلہ کپڑوں کے ہیں جو حکم کپڑوں کا ہے وہی جوتوں کا ہے۔ پس اگر سونا یا چاندی یا ریشم جوتے کے کناروں پر چار انگلیوں کی مقدار ہو یا نقوش متفرق ہوں تو اصح قول کی بنا پر ان کو جمع نہیں کیا جائے گا اور ایسے کپڑوں و جوتوں کا استعمال حلال ہوگا۔

اور اگر یہ سونا چاندی یا ریشم ایک ہی حصہ پر ہو اور اتنی مقدار میں ہو کہ چار انگلیوں سے زائد ہو تو مردوں کے لئے اس کا استعمال مکروہ ہے۔

نوٹ: مجھ سے بعض احباب نے اس بات میں مخاصمہ کیا کہ میں نے ان کو کپڑوں کے قبیلے سے کیوں مانا اور دلیل کا مطالبہ کیا۔ میں نے جواب دیا کہ مجھے اس سلسلہ میں تصریح نہیں ملی ہے مگر عرف میں جوتوں کو لباس شمار کیا جاتا ہے چنانچہ بولا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے عمدہ جوتے پہنے نیز فارسی میں ان کو پاپوش کہا جاتا ہے۔ اس سے بھی یہی سمجھا جاتا ہے۔ پھر میں نے اس کے بعد حاشیہ برجندی میں تصریح دیکھی کہ انھوں نے جوتوں کو بعض احکام میں کپڑوں کے قبیل سے شمار کیا ہے۔ اور کپڑوں ہی کی جزئیات میں داخل کیا ہے چنانچہ نمازی کے کپڑوں کی طہارت کے ذکر میں فرمایا کہ مناسب ہے کہ ثوب میں تعمیم کی جائے کہ وہ ٹوپی اور موزہ اور جوتے اور ان کے علاوہ کو شامل ہو جائے۔ یہ تصریح ملنے کے بعد میں نے

اللہ کی حمد بیان کی۔

مصنف علامؒ فرماتے ہیں کہ جیسا کہ وہ جوتا جس کو سونا چاندی گھیرے ہوئے ہو اس کا استعمال حرام ہے ایسے ہی اس جوتے کا استعمال بھی حرام ہے جس کے اوپر کا حصہ اطلس یا ریشم کا ہو۔ پس کیا حال ہے ان لوگوں کا جو اپنے کو متقی سمجھے ہیں کہ پہلے جوتے سے احتراز کرتے ہیں دوسرے سے نہیں حالانکہ دونوں برابر ہیں۔ واللہ اعلم۔

س: کیا عورت کے لئے باریک کپڑے پہننا جائز ہے؟

ج: جائز نہیں ہے چونکہ اس میں ستر عورت حاصل نہیں ہوتا ہے۔ (کذا فی السراج المنیر)

س: کیا زرد رنگ کے جوتے پہنا مستحب ہے؟

ج: ہاں یہ مستحسن ہے جامع المضمرات بستان فقیہ ابو اللیث میں ہے کہ جو شخص زرد رنگ کے جوتے پہنتا ہے اس کا غم ہلکا ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے صفراء فاقع لونہا تسر الناظرین کہ اس کا رنگ ایسا گہرا زرد ہو جو دیکھنے والوں کو خوش کر دے۔ (انتہی)

مصنف علام فرماتے ہیں کہ اسی وجہ سے میں اہل حرمین شریفین کو دیکھتا ہوں کہ وہ زرد رنگ کے جوتے عادۃً پہنتے ہیں۔ اور اس کی تفصیل میرے رسالہ غایۃ المقال فیما یتعلق بالنعال میں ہے۔ وہاں دیکھ لی جائے۔

س: کیا بچہ کے لئے سونے، چاندی یا ریشم یا خلخال (سونے کی پازیب) اور اس کے مثل کا پہننا جائز ہے جو مردوں کے لئے حرام ہے؟

ج: ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بچہ کو زیور پہنانا جائز ہے جیسا کہ علامہ عینی نے فتاویٰ عتابی سے نقل کیا ہے اور ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے اور گناہ پہنانے والے پر ہے۔ جامع الرموز میں ہے کہ بچہ کے لئے سونے اور ریشم کا لباس مکروہ ہے تاکہ کہیں وہ اس کا عادی نہ ہو جائے اور گناہ پہنانے والے پر ہے چونکہ

فعل لبس کی اضافت اسی کی طرف ہے اور اسی کے مثل شرح وقایہ میں ہے کہ جیسا کہ شراب کا پینا حرام ایسے ہی پلانا حرام ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں تمرتاشی سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہر وہ چیز جو مردوں کے لئے حرام ہے وہی بچوں اور غلاموں کے لئے بھی حرام ہے اس لئے کہ نص نے سونے اور ریشم کو امت کے مذکروں پر حرام کر دیا ہے بغیر قید حریت اور بلوغ کے اور گناہ پہنانے والوں پر ہے اس لئے کہ ہمیں بچوں کی حفاظت کا حکم کیا گیا ہے۔

س: کیا ایسی انگوٹھی پہننا جائز ہے جس کے نگ کے سوراخ میں سونے یا چاندی کی (مسمار) کیل ہو؟

ج: جائز ہے اس لئے کہ سونے کی کیل نگ میں تابع ہوتی ہے جیسا کہ کپڑے میں نقش و نگار۔ (کذا فی الھدایہ)

س: فقہاء نے چار انگلیوں کے بقدر ریشم کو جائز کہا ہے پس اگر کپڑا چار انگشت ہی کے بقدر ہو اور پورے کا پورا ریشم سے بھرا ہوا ہو مثلاً وہ ٹوپی جو بلاد ہند میں رائج ہے کہ فساق ٹوپی پہنتے ہیں اور سر کے بالوں کو زینت کے لئے باہر لٹکا لیتے ہیں ایسی ٹوپی چار انگلی ہی کے بقدر ہوتی ہے اور یا مثلاً وہ جوتا جو بلاد ہند میں رائج ہے کہ اس پر انگلیوں کی جڑوں سے ان کے سروں تک جس کو پنجہ کہتے ہیں چار انگلیوں کے بقدر بلکہ اس سے بھی کم ہوتا ہے۔ پس کیا یہ جائز ہے کہ جوتے کی انگلیوں کے اوپر اور ٹوپی کے اوپر کا حصہ سونے یا ریشم سے بھرا ہوا ہو اس لئے کہ وہ چار انگشت سے زائد نہیں ہوتا ہے۔

ج: اس مسئلہ میں مجھ سے میرے بعض احباب نے ایک زمانہ تک منازعت کی اور میں نے ان سے یہ کہا کہ یہ جائز نہیں ہے اس لئے کہ یہ تو اس جبہ کے مثل ہو جائے گا جو پورے کا پورا ریشم سے ڈھکا ہوا ہو اور یہ جائز نہیں ہے اور فقہا نے جو چار انگلیوں کے بقدر اجازت دی ہے وہ اس لئے کہ وہ تابع ہو جائے گا

جیساکہ نقش و نگار کپڑے میں۔ اور اگر کپڑا چار انگلیوں ہی کے بقدر ہو اور اتنا ہی اس میں ریشم ہو تو تبعیت کی بات ختم ہو گئی لہٰذا بالکل جائز نہیں ہے۔ پھر میں نے اس کی تصریح نصاب الاحتساب باب ثامن والثلاثین میں دیکھی، پس میں نے اس پر اللہ کی حمد بیان کی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

س: کیا لوگوں کے لئے یہ بات جائز ہے کہ وہ اپنے میت مُردوں کو ریشم یا وہ کپڑا جو مردوں کے لئے حرام ہے اس میں کفن دیں۔

ج: مکروہ ہے۔ (کذا فی نصاب الاحتساب)

مصنف علام فرماتے ہیں کہ وجہ یہ ہے کہ کفن مردہ کا لباس ہے اس کے مرنے کے بعد لہٰذا اس کی زندگی کے لباس پر قیاس کیا جائے گا اسی لئے کفن دینے کو اداء دین پر مقدم کیا۔ مرنے کے بعد جیسا کہ زندگی میں لباس پہننا اداء دین پر مقدم تھا۔

س: کیا حائضہ اور جنبی کے لئے کعبہ کا غلاف پہننا جائز ہے؟

ج: جائز ہے۔ (صرح بہ فی ج الدر المختار)

س: کیا ریشم کا ازار بند ڈالنا جائز ہے؟

ج: ریشم کا ازار بند مردوں کے لئے مکروہ ہے، یہی صحیح ہے (کذا فی الدر المختار) پھر یہ حکم متفق علیہ ہے یا مختلف فیہ۔ بعض نے اس میں اختلاف نقل کیا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے جیسا کہ ریشم کا بستر مکروہ نہیں ہے اور تکیہ مکروہ نہیں اور جیسا کہ گھروں کے دروازوں پر ریشم کے پردے لٹکانا مکروہ نہیں اور صاحبین کے نزدیک مکروہ ہے جیسا کہ ریشم کا بستر مکروہ ہے۔ اکثر مشائخ نے بستر اور تکیہ وغیرہ میں صاحبین ہی کے قول کو اختیار کیا ہے جیسا کہ جامع الرموز میں کرمانی سے منقول ہے۔

اور فتاویٰ عالمگیری میں شرح جامع الصغیر سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مردوں کے لئے ریشم کے ازار بند میں کوئی حرج نہیں ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صدر شہید نے ایمان الواقعات میں ذکر کیا ہے کہ صاحبین کے نزدیک

مکروہ ہے اور شرح جامع صغیر کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ریشم کے ازار بند میں
اصحاب کے درمیان اختلاف ہے۔
ایک قول یہ بھی ہے کہ بالاتفاق مکروہ ہے۔ نصاب الاحتساب اور ایمان
الکتاب میں ہے کہ بالاتفاق ریشم کا ازار بند ڈالنا مکروہ ہے اس لئے کہ ریشم کا ازار بند
ڈالنے والا اگرچہ ریشم کا پہننے والا نہیں ہے مگر ریشم کا استعمال کرنے والا ضرور ہے۔
قال العبد اصلحہ اللہ تعالیٰ۔ بندہ کہتا ہے کہ اسی علت کی وجہ سے یہ حکم معلوم
ہو گیا کہ ریشم کا موئے بند بھی مکروہ ہے چونکہ وہ شخص بھی ریشم کا استعمال کرنے والا
ہے۔ مصنف علام فرماتے ہیں کہ اس روایت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ریشم کا
استعمال حرام ہے۔ اگرچہ پہنانہ جائے پس قمیص کی گھنڈی اگر ریشم کی ہو تو وہ بھی
حرام ہے نیز اس تسبیح کا استعمال بھی حرام ہے جس کا وہ دھاگہ جس میں موتی
پروئے گئے ہوں ریشم کا ہو لیکن در مختار میں شرح وہبانیہ سے ملتقی سے نقل کیا ہے کہ
اگر قمیص کی گھنڈی ریشم کی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے چونکہ وہ تابع ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ نے ردالمحتار میں ثابت کیا ہے کہ ریشم کا پہننا حرام ہے
مگر اس کا استعمال تمام انواع کے ساتھ حرام نہیں ہے اسی لئے کنجی اور دانوں کو
ریشم کے دھاگے میں پرونے کی اجازت دی ہے اور اس کا استعمال بھی صحیح لکھا ہے
اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ریشم کی چادر بچہ کے گہوارہ پر ڈالنا جائز ہے۔ جیسا کہ
حاب الومنین میں ہے باوجودیکہ یہ ریشم کا استعمال ہے۔ واللہ اعلم بما ہو الحق۔

س: کیا فصد کرنے والا ریشم کی پٹی باندھ سکتا ہے؟

ج: نہیں اس لئے کہ پٹی بذات خود اصل ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں
تمرتاشی نے نقل کیا ہے۔

س: کیا ایسا کپڑا پہننا جائز ہے جس میں تصاویر ہوں؟

ج: مکروہ ہے اس لئے کہ ایسا شخص حامل صنم (بتوں کو اٹھانے والا) کے مشابہ
ہے جیسا کہ کنزالدقائق وغیرہ میں ہے۔ نصاب الاحتساب میں ہے کہ ایسے

شخص سے باز پرس کی جائے گی جو تصاویر والا کپڑا پہنتا ہو اس لئے کہ وہ حامل صنم کے مشابہ ہے اسی لئے اس میں نماز مکروہ ہے۔

س: امرأة لها صندلة فی موضع قدمها سمك متخذ من غزل الفضة الخالص هل یکرہ؟ (ایک عورت ہے جس کے پاس چاندی کی پاوڑی ہے اور قدم رکھنے کی جگہ خالص چاندی کی مچھلی بنی ہوئی ہے کیا ایسی پاوڑی کا استعمال مکروہ ہے)

ج: ابو حامد فرماتے ہیں کہ اس کا استعمال مکروہ نہیں ہے۔ اور عین الائمہ کرابی سے منقول ہے کہ مکروہ ہے۔ یہی شرح طحاوی میں ہے۔ اور وہ چاندی جو تختہ کی جگہ میں ہے وہ امام ابو یوسفؒ کی روایت میں مکروہ ہے اور طرفین یعنی امام ابو حنیفہ وامام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے۔

س: تہبند وغیرہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اگر تکبر کی وجہ سے نہ ہو تو کیا وہ بھی غلط ہے؟

ج: اسبال ازار بلا غرض تکبر بھی مکروہ تنزیہی ہے فتاویٰ عالمگیری میں غرائب سے ایسے ہی نقل کیا گیا ہے اور مرقاۃ میں ہے کہ ہمارے ائمہ کے نزدیک کپڑے کو ٹخنے سے نیچے لٹکانا خواہ زمین سے نہ لگے مکروہ ہے بشرطیکہ تکبر مقصود نہ ہو اور اگر تکبر کے لئے ہو تو حرام ہے۔

س: کیا لکڑی کے بنے ہوئے جوتے پہننا جائز ہے؟

ج: لکڑی کے جوتے بنانا بدعت ہے۔ (کمافی القنیہ والحمادیہ)

س: کیا ایسا کپڑا پہننا جائز ہے جس پر سونے یا چاندی سے لکھا ہوا ہو؟

ج: جائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ ایسا کپڑا پہننا جس پر سونے یا چاندی سے لکھا ہو مکروہ نہیں ہے ایسے ہی ہر ملمع کی ہوئی چیز کا استعمال جائز ہے اس لئے کہ اگر اس کو پگھلایا جائے تو اس سے کچھ چھٹتا نہیں ہے۔ (کذافی البدائع) اور نصاب الاحتساب میں قدوری سے نقل کیا ہے کہ یہ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ ہے۔

س: سونے کا پہننا زیادہ گناہ کا سبب ہے یا لوہے کا پہننا؟

ج: لوہے کا پہننا زیادہ گنا ہے اس لئے کہ روایت میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی۔ آپ نے اس کے پھینکنے کا حکم دیا۔ پھر اس نے لوہے کا چھلا پہن لیا۔ آپ نے فرمایا یہاں سے چلے جاؤ اس لئے کہ یہ اس سے بھی زیادہ برا ہے اور یہ تو دوزخیوں کا زیور ہے۔ (ذکرہ ابوالليث فی بستانہ فی باب الخاتم وکذا فی نصاب الاحتساب عن شرعة الاسلام فی باب الاحتساب علی الفقراء)

س: سونے اور چاندی کے علاوہ ایسا کونسا برتن ہے جو نہ مغصوب ہے اور نہ غیر کی ملک اور اس کا استعمال حرام ہے؟

ج: وہ وہ برتن ہے جو آدمی کے اجزاء سے بنایا گیا ہو اس کا استعمال کرامت انسانی کی وجہ سے حرام ہے۔ (کذا فی الغاز الاشباہ والنظائر)

س: کیا سدل (کپڑے کو کندھے پر لٹکانا) نماز سے خارج بھی مکروہ ہے؟

ج: قنیہ میں باب الکراہیۃ فی اللبس میں ہے کہ خارج صلوٰۃ سدل میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ سدل بغیر قمیص مکروہ ہے اور قمیص اور ازار پر مکروہ نہیں ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ مطلقاً مکروہ ہے جیسا کہ نماز میں صحیح قول ابو جعفر کا ہے کہ مکروہ نہیں ہے۔ (انتہی)

س: کیا ریشم کا پہننا اس طور پر کہ ریشم اور بدن کے درمیان کوئی حائل ہو جائز ہے؟

ج: صحیح مذہب کے مطابق جائز نہیں ہے جیسا کہ درمختار میں ہے اور جس شخص نے اس کے جواز کا قول اختیار کیا ہے وہ راہ راست سے بھٹک گیا جواز کے سلسلہ میں اس بات سے استدلال کیا گیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ریشم کا حائل کے ساتھ پہننا جائز ہے حالانکہ یہ روایت غریب ہے اور

قریب ہونے کے ساتھ غیر صحیح ہے جس پر فتویٰ نہیں ہے۔

زاہدی نے قنیہ میں برہان محیط سے نقل کیا ہے کہ دستار کے اوپر ریشم کا پہننا امام صاحب کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اس لئے کہ امام صاحب کے نزدیک اس وقت ریشم کا استعمال حرام ہے جبکہ وہ صورۃً بدن سے ملا ہوا ہو اور امام ابویوسف نے لبس معنوی کا اعتبار کیا ہے۔ علامہ زاہدی نے فرمایا کہ یہ برہان محیط سے تصریح ہے کہ امام صاحب کے نزدیک ریشم کا استعمال حرام نہیں ہے۔ جبکہ وہ جسم سے متصل نہ ہو حتی کہ اگر سوتی کرتے یا اس کے مثل کے اوپر ریشم کا کپڑا پہنا تو مکروہ نہ ہوگا۔ معلوم ہوا کہ قباء اور کسی زائد کپڑے پر پہننا بالطریق اولیٰ مکروہ نہیں ہے۔ یا مثلاً جبہ ریشم کا ہو اور اس کا استر ریشمین نہ ہو اور اس کو سوتی کرتے پر پہنے تو بھی مکروہ نہ ہوگا۔ علامہ زاہدیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں رخصت عظیمہ ہے ایسی جگہ میں جہاں ابتلاء عام ہو، لیکن میں نے اس قول کو امام ابو حنیفہؒ سے اکثر کتب میں تلاش کیا مگر نہیں پایا۔

اور بعض نے فرمایا کہ ریشم کا پہننا اس وقت مکروہ ہے جبکہ ریشم جسم سے لگی ہوئی ہو ورنہ نہیں۔ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ آپ ریشم کا جبہ پہنے ہوئے تھے۔ آپ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ کیا اس چیز کو نہیں دیکھ رہے ہو جو جسم کے متصل ہے اور اس کے نیچے روئی کا کپڑا تھا۔ پھر زاہدی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ مطلقاً حرام ہے۔

امام بخاریؒ نے حدیث معراج میں روایت بیان کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک لانے والا میرے پاس سونے کا طشت لایا۔ (الحدیث) اس کے متعلق فیض طاری میں فرمایا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ اس شریعت میں سونے کے حرام ہونے سے پہلے کا ہو۔ یہ کہہ دینا کافی نہ ہوگا کہ اس کا استعمال کرنے والا وہ شخص ہے جس پر سونا حرام نہیں ہے چونکہ اس کے لانے والے ملائکہ تھے اس لئے کافی نہیں ہے کہ جیسے خود حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کو استعمال کرنا حرام

تھا ایسے ہی آپ کے غیر کا آپ کے بدن مکرم کے لئے اس کا استعمال کرنا مکروہ ہے۔

ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ سونے کے استعمال کا حرام ہونا احوال دنیا کے ساتھ مخصوص ہے اور لیلۃ المعراج میں جو کچھ ہوا وہ احوال دنیا سے نہیں ہے۔ واللہ اعلم

مایتعلق بالنظر والمس والاستمنا ومایتعلق بہ

(دیکھنے، چھونے اور ہاتھ سے منی نکالنے اور ان کے متعلق مسائل)

س: کیا اجنبیہ عورت کو دیکھنا جائز ہے جبکہ اس سے نکاح کا ارادہ ہو؟

ج: ہاں جائز ہے اگرچہ شہوۃ کا خوف ہو۔ مجمع البرکات میں تبیین سے ایسا ہی نقل کیا گیا ہے۔ مصنف علامؒ فرماتے ہیں کہ اس کی دلیل دراصل یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جب وحشت محسوس کی تو اپنی جنس کو طلب کیا۔ پس خواب میں چند صورتیں دیکھیں جن میں حضرت حوا کی صورت بھی تھی اسی کو اختیار کر لیا۔ پس حضرت حوا کو اللہ نے آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا کیا اور حضرت آدمؑ سے نکاح کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت آدمؑ نے نکاح سے پہلے حضرت حوا کو دیکھا لہٰذا شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الف الف تحیہ میں بھی اس بات کو جائز قرار دیا گیا۔ (کذا فی نزہۃ المجالس)

س: کیا امرد کے چہرہ کو دیکھنا جائز ہے؟

ج: امرد سر سے پیر تک عورت (ستر) ہے نماز کے حق میں اس کا حکم مردوں جیسا ہے اور دیکھنے کے باب میں اس کا حکم عورتوں کے مانند ہے۔ شہوۃ کے ساتھ اس کی طرف نظر کرنا حلال نہیں ہے۔ (کذا فی الدر المختار)

حکایت: بیان کیا گیا ہے کہ علماء میں سے ایک شخص کا انتقال ہو گیا۔ خواب میں ان کو

کسی نے دیکھا کہ ان کا چہرہ سیاہ ہو گیا ہے اس کا سبب پوچھا انھوں نے جواب دیا کہ میں نے ایک خوبصورت لڑکے کو دیکھا جس کی وجہ سے میرا چہرہ آگ میں جل گیا۔ (کذا فی مجمع البرکات)

حکایت: نزہۃ المجالس میں ہے کہ ایک عابد نے ایک شخص کو طواف کرتے ہوئے دیکھا جو یوں کہہ رہا تھا۔ اے اللہ میں تجھ سے ایسے تیر سے پناہ مانگتا ہوں جس کے مارنے والے کا پیوند چلے۔ اس عابد نے اس شخص سے اس کا مطلب پوچھا تو اس شخص نے بتلایا کہ میں طواف کر رہا تھا۔ میں نے ایک آنکھ سے ایک خوبصورت لڑکے کو دیکھا پس اچانک فضا سے ایک تیر آکر میری آنکھ میں لگا۔ میں نے اس کو آنکھ سے نکالا۔ اس تیر پر لکھا ہوا تھا کہ تو نے ایک آنکھ سے حرام چیز کو دیکھا۔ عبرت حاصل کرنے کے لئے (کہ اللہ نے کس قدر خوبصورت بنایا ہے) ہم نے تجھ کو ادب کا تیر مارا (تیر مار کر تجھے ادب سکھلایا) آئندہ ایسا نہ کرنا اور اگر تو شہوت کی نظر سے دیکھتا تو ہم تجھ کو دل کو کاٹ دینے والا تیر مارتے۔ (اللّٰهم احفظنا)

س: کیا ہاتھ سے منی نکالنا یا ذکر کو ران سے رگڑ کر یا اس کے علاوہ کسی اور طریقہ سے منی نکالنا جائز ہے؟

ج: ہاتھ وغیرہ سے منی نکالنا برا فعل ہے، حرام ہے۔ روزہ کو فاسد کر دیتا ہے۔ لذت حاصل کرنے کے لئے ایسا کرنا کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر کسی شخص پر شہوت غالب ہو اور وہ اپنے نفس کی تسکین کے لئے ایسا کرے تو امید یہ ہے کہ اس کو سزا نہ دی جائے گی۔ فتح القدیر میں ہے کہ ہتھیلی کے ذریعہ منی نکالنا حلال نہیں ہے۔ یہی مشائخ نے ذکر کیا ہے۔ اسی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاتھ سے جماع کرنے والا ملعون ہے۔ اگر اس پر شہوت کا غلبہ ہو اور حرام کاری میں مبتلا ہونے کے ڈر سے ایسا کرے تو امید ہے کہ اس سے مواخذہ نہ ہوگا ایسے ہی شرعۃ الاسلام اور حاشیہ برجندی

علی مختصر الوقایہ میں ہے۔ نیز اگر روزہ دار نہ ہو تب بھی شہوۃ کے ارادہ سے ایسا کرنا حرام ہے اور اگر تسکین شہوۃ مقصود ہو تو کچھ حرج نہیں ہے۔ (کذافی الکافی) ایسے ہی عنایہ، جامع الرموز، درمختار، کفایہ میں ہے۔ ایسا کرنا حرام ہے اور ذکر کو ران میں رگڑ کر منی نکالنے کے متعلق ردالمحتار میں ہے کہ اس میں اور ہاتھ سے منی نکالنے میں کچھ فرق نہیں ہے جیسے ہاتھ سے منی نکالنا حرام ہے یہ بھی حرام ہے۔ اور حرمت کی علت یہ ہے کہ منی کھیتی کا پانی ہے اور اس طرح منی نکالنے میں کھیتی کو ضائع کرنا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایسے جوان شخص کے متعلق پوچھا گیا جو استمناء بالید کرتا تھا تو آپ نے فرمایا کہ باندی سے نکاح کرنا اس سے بہتر ہے۔ (کذافی احیاء العلوم)

س: کیا اجنبیہ مری ہوئی عورت کی ہڈیوں کو دیکھنا جائز ہے؟

ج: جائز نہیں ہے۔ قنیہ میں ظہیر الدین مرغینانی سے ایسے ہی نقل کیا ہے۔

س: ایسی عورت جس کے دونوں راستے مل گئے ہوں اور قبل اور دُبر کے درمیان جو حجاب ہے وہ ختم ہو گیا ہو کیا اس سے جماع کرنا جائز ہے؟

ج: جائز نہیں ہے۔ (کذافی السراجیہ)

س: ایک مسافر ہے جس کے پاس غسل کے بقدر پانی نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ قریب میں پانی نہیں ہے کیا ان سب باتوں کے جاننے کے باوجود اس کا اپنی بیوی سے جماع کرنا جائز ہے؟

ج: امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ایک روایت میں مکروہ ہے۔ ابن عمر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ پانی نہ ہونے کے جاننے کی صورت میں بیوی سے جماع کرنا جائز نہیں ہے مگر ہمارے نزدیک جائز ہے پس اگر بعد میں پانی پائے تو غسل کرے ورنہ تیمم کرے یہی ابن عباسؓ، زید، قتادہ، شافعی اور امام احمد رحمھم اللہ کی ایک روایت ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے بسند ضعیف عمرو بن شعیب عن جدہ سے روایت بیان کی ہے۔ عمرو بن شعیب عن جدہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہؐ کوئی آدمی جنبی ہوتا ہے اور پانی پر قادر نہیں ہوتا تو کیا وہ جماع کر سکتا ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہاں کر سکتا ہے۔ (کذافی البنایہ)

س: کیا عورت کے لٹکے ہوئے بالوں کو دیکھنا جائز ہے؟

ج: جائز نہیں ہے اس لئے کہ عورت کے بال اس کے سر پر ستر کے حکم میں ہیں اور لٹکے ہوئے بھی ستر کے حکم میں ہیں۔ اصح قول یہی ہے مگر ان کا غسل میں دھونا ختم کر دیا گیا ہے۔ انتھی (کذافی جامع المضمرات) اور برجندی نے فرمایا اور حسن نے روایت بیان کی کہ وہ بال ستر کے حکم میں نہیں ہیں۔ ایسے ہی ابو عبد اللہ ثلجی سے ظہیریہ میں ذکر کیا ہے۔ قاضی خاں نے فرمایا یہی صحیح ہے اور یہ اختلاف نماز کے جائز اور ناجائز ہونے کے حق میں ہے۔ رہا ان کی طرف دیکھنے کا حرام ہونا پس لٹکے ہوئے اور غیر لٹکے ہوئے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (انتھی)

س: کوئی معتادہ عورت ہے (جس کو متعین دن حیض آتا ہے) وہ حیض سے ایام عادت کے پورا ہونے سے پہلے پاک ہو گئی اور اس نے غسل کر لیا تو کیا شوہر اس سے جماع کر سکتا ہے؟

ج: حلال نہیں ہے اور شوہر کے لئے ضروری ہے کہ اس سے دور رہے یہاں تک کہ اس کے ایام عادت گذر جائیں۔ (کذافی النافع علی النافع)

س: کیا اجنبیہ کا چہرہ بلا شہوت دیکھنا جائز ہے؟

ج: جائز ہے لیکن بلا ضرورت مکروہ ہے چونکہ شہوت کا اندیشہ ہے۔ (کذافی نصاب الاحتساب عن شرح الکرخی)

س: کیا ایسی صورت میں وطی کرنا جائز ہے جبکہ پاس میں چوپایہ ہو؟

ج: جائز نہیں۔ شرعۃ الاسلام میں ہے کہ اس حال میں عورت سے وطی نہ کرے

جبکہ اس کے پاس بچہ یا چوپایا ہو۔ اور خزانۃ الروایات میں مجموعۃ الروایات من الواقعات الحسامیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر جماع کیا اور وہاں کوئی سویا ہوا تھا یا مجنوں تھا اور عاقل بچہ تھا یا بیہوش تھا تو مکروہ ہے۔

س: ستر کو ستر کیوں کہتے ہیں؟

ج: (لقبح ظهورها) اس کے ظاہر ہونے کے قبیح ہونے کی وجہ سے۔ اسی سے کلمہ عوراء ہے یعنی برا کلمہ اور اسی سے عور العین ہے کہ آنکھ میں نقص اور عیب ہے۔ (کذا قال العینی فی حاشیہ الہدایہ)

س: کیا عورت کی ہتھیلی کا اوپر والا حصہ بھی ستر ہے؟

ج: اس میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ستر نہیں ہے اسی کو شرح منیہ میں راجح کہا ہے۔ اس روایت کی وجہ سے جس کو ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں بیان کیا ہے حضرت قتادہؓ سے کہ عورت جب بالغ ہو جائے تو نہیں صحیح ہے کہ اس کو دیکھا جائے بجز اس کے چہرہ اور دونوں ہاتھوں کے گٹوں تک اور مذہب اس کے خلاف ہے۔ (انتہی)

اور قاضی خاں کے مختلفات میں ہے کہ ہتھیلی کا ظاہر و باطن ستر نہیں ہیں۔

(کذا فی حاشیہ الحموی علی الاشباہ)

اور ایک قول یہ ہے کہ ستر ہیں جیسا کہ امام نسفی کی عبارت کنز میں اسی کی طرف مشیر ہے اور مرغینانی کی عبارت ہدایہ میں اور تمرتاشی کی عبارت تنویر الابصار میں اسی طرف مشیر ہیں۔ ہتھیلی کے ستر ہونے کے بیان میں نہ کہ ہاتھ کے۔ اس لئے کہ ہتھیلی کا اطلاق اندرونی حصہ پر ہوتا ہے ظاہر پر نہیں۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ کف کا اطلاق تو ہاتھ پر بھی ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں تسلیم ہے لیکن عرف میں کف صرف ہتھیلی کو کہتے ہیں جو ظاہری حصہ کو مشتمل نہیں ہے۔ یہی ظاہر الروایۃ ہے جیسا کہ عینیؒ نے کہا ہے اور یہی مذہب ہے جیسا کہ در مختار میں ہے۔

س: عورت کے قدم کیا ہیں؟ کیا وہ ستر ہیں؟

ج: اس مسئلہ میں تصحیح مختلف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ ستر نہیں ہیں اسی کو علامہ زیلعیؒ نے شرح کنز میں صحیح قرار دیا ہے چونکہ ان کے ظاہر ہونے میں عام ابتلا ہے خصوصاً مانگنے والی عورتوں کے حق میں۔ اسی کو ہدایہ میں صحیح کہا ہے اسی کو ارباب متون نے اختیار کیا۔ یہی قول معتمد ہے جیسا کہ درمختار میں ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ قدم مطلقاً ستر ہیں۔ شرح اقطع میں اسی کو صحیح کہا ہے۔ علامہ اسبیجابی نے اسی کو اختیار کیا ہے جیسا کہ بنایہ میں ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ عورت کے قدم دیکھنے کے حق میں تو ستر ہیں نماز کے حق میں نہیں۔ سراجیہ میں اسی کو اختیار کیا ہے اور برجندی نے خزانہ سے کہا ہے کہ قدم نماز کے حق میں ستر نہیں ہیں اور اختیار میں اسی کی تصحیح کی ہے۔ (کذا قال الحموی)

س: کیا عورت کی آواز ستر ہے؟

ج: اس میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ستر ہے جیسا کہ علامہ نسفیؒ کافی میں اسی کی طرف گئے ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ عورت تلبیہ زور سے نہ کہے چونکہ اس کی آواز ستر ہے۔ صاحب محیط بھی اسی کی طرف گئے ہیں باب الاذان میں جیسا کہ بحر الرائق میں ہے۔ اور فتح القدیر میں نوازل میں تصریح کی ہے کہ عورت کا نغمہ ستر ہے اور اسی پر بناء کرتے ہوئے کہا ہے کہ عورت کا عورت سے قرآن سیکھنا زیادہ بہتر ہے اندھے سے سیکھنے سے۔ اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تسبیح (سبحان اللہ کہنا) مردوں کے لئے ہے اور تالی بجانا عورتوں کے لئے ہے۔ پس نہیں بہتر ہے کہ مرد اس کی آواز سنے۔ (الحموی)

اسی بنا پر اگر کہا جائے کہ عورت اگر بلند آواز سے قرأت کرلے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی تو غلط نہ ہوگا۔

ایک قول یہ ہے کہ آواز ستر نہیں ہے۔ در مختار میں اسی کو راجح کہا ہے۔ ابن نجیم مصری نے الاشباہ میں اسی پر اعتماد کیا ہے اور غمز عیون البصائر شرح منیہ میں ہے کہ اشبہ (زیادہ اچھا) یہ ہے کہ عورت کی آواز ستر نہیں ہے۔ یہ بات ضرور ہے کہ فتنہ کی طرف مفضی ہوتی ہے۔

اعتراض: جب عورت کی آواز ستر نہیں ہے تو انہیں سامنے سے گزرنے والے شخص کو روکنے کے واسطے سبحان اللہ کہنے سے ایسے ہی اندھے سے قرآن پڑھنے سے کیوں منع کیا گیا۔

جواب: فتنہ کے ڈر کی وجہ سے۔ یہی وجہ ہے کہ چہرہ اور ہتھیلی گرچہ ستر نہیں ہیں مگر چہرہ اور ہتھیلی کھولنے سے منع کیا گیا ہے فتنہ کے ڈر کی وجہ سے۔

س: کیا مرد کے کٹے ہوئے موئے زیر ناف کو دیکھنا جائز ہے؟

ج: جائز نہیں ہے۔ یہی اصح ہے اور یہ اس قاعدہ کی فرع ہے کہ ہر وہ عضو جو ستر ہو خواہ وہ جسم سے جدا ہو جائے تو بھی اس کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے۔ (کذافی بحر الرائق)

س: کیا عورت کا بازو ستر ہے؟

ج: اس میں اختلاف ہے۔ بحر الرائق میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ بازو ستر نہیں ہے۔ اختیار میں اسی کو مختار کہا ہے۔ چونکہ اس کے کھولنے کی ضرورت ہے خدمت کے وقت نیز بازو زینت ظاہری میں سے ہے جو کنگن ہے۔

اور مبسوط میں تصحیح کی ہے کہ ستر ہے اور بعض نے یہ تصحیح کی ہے کہ نماز میں ستر ہے نماز سے خارج نہیں۔

اور مذہب وہ ہے جو متون میں ہے چونکہ وہی ظاہر الروایہ ہے جیسا کہ شرح منیہ میں ہے اور در مختار میں ہے کہ بازو ستر نہیں ہے مرجوح قول کی بنا پر۔ اور خزانۃ الروایات اور ظہیریہ میں ہے کہ بازو کے ستر ہونے میں دو روایتیں ہیں۔ اصح یہ ہے کہ ستر ہے۔ انتہی۔ واللہ اعلم۔

مایتعلق بتعظیم اسم اللہ و اسم حبیب اللہ و انبیاء اللہ و الصحابۃ والتابعین ومایتعلق بہ وتعظیم الکعبۃ والحرم وغیر ذالک

(اللہ جل جلالہ' حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء اور صحابہ اور تابعین کے نام کی عظمت کے بیان میں اور تعظیم کعبہ اور حرم وغیرہ کی عظمت اور ان کے متعلقات کے بیان میں

س: ہمارے بلاد میں مشہور (دستور) ہے کہ نیک لوگوں کی قبروں پر ایسا کپڑا (چادر) ڈالتے ہیں جس پر سورۃ اخلاص لکھی ہوتی ہے کیا اس میں کچھ حرج ہے؟

ج: اس میں قرآن کریم کی اہانت ہے چونکہ یہ چادر میت کی تعظیم کے لئے ڈالی جاتی ہے اور متبذل اور مستعمل ہو جاتی ہے اور اللہ کی کتاب کا ابتذال اللہ کے عذاب کے اسباب میں سے ہے۔ (کذا فی نصاب الاحتساب فی باب الاحتساب علی من یحضر للتعزیۃ فی الایام المعهودة فی المقابر) مصنف علام فرماتے ہیں کہ اس سے زیادہ براوہ ہے جو اہل دکن کرتے ہیں کہ وہ کپڑا جس پر اللہ کا نام یا قرآن کی سورۃ ہوتی ہے اس کو تمام قبروں پر ڈالتے ہیں خواہ قبور صلحاء اور زہداء کی بھی نہ ہوں۔

س: جس جانماز پر اللہ کا نام لکھا ہوا ہو کیا اس پر نماز پڑھنا جائز ہے؟

ج: یہ بات جاننا ضروری ہے کہ اللہ کے نام کی تعظیم اور اس کو نجاسات سے دور رکھنا امور واجبہ میں سے ہے جیسا کہ باری تعالیٰ کے قول سبح اسم ربک الاعلیٰ سے معلوم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص اللہ کا نام سنے تو چاہیے کہ اس نام کی تعظیم کرے اور یوں کہے سبحان اللہ یا اس کے مثل کوئی اور کلمہ کہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے اس لئے کہ اللہ کے نام کی تعظیم ہر زمان اور مکان میں واجب ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ وہ بڑی شان والا اور برتر ہے۔ پس اگر اللہ کا نام کسی بستر پر لکھا گیا تو اس کا بچھانا اور اس پر بیٹھنا مکروہ ہے چونکہ اس میں

اللہ کے نام کا ابتذال ہے حالانکہ اللہ اس سے منزہ ہے۔(کمافی السراجیہ)
صاحب سراجیہ فرماتے ہیں کہ مجھے بعض لوگوں نے لپٹا ہوا مصلیٰ ہدیہ میں بھیجا جب اس کو کھولا گیا تو دیکھا کہ اس میں قرآنی سورۃ یا اذکار لکھے ہوئے ہیں۔ پس میں نے اس بات کا حکم دیا کہ اس کو بہترین لفافہ میں لپیٹ کر اونچی جگہ رکھ دو۔ (کذافی مطالب المؤمنین) اسی سے یہ مسئلہ متفرع ہوتا ہے کہ پرانے رسائل جن پر اللہ کا نام لکھا ہو اور ان کی ضرورت نہ رہے تو اللہ کے نام کو مٹا دیا جائے۔ پھر ماء کثیر میں ڈال دیا جائے یا پاک زمین میں دفن کر دیا جائے۔(کذافی نصاب الاحتساب) مگر لوگ اس سے غافل ہیں۔ وہ ایسے رسائل کو جلا دیتے ہیں اور راکھ کو راستوں اور نجاستوں میں ڈال دیتے ہیں۔

مصنف علام فرماتے ہیں کہ اسی سے یہ مسئلہ متفرع ہوتا ہے کہ وہ ٹوپی جس پر اللہ کا نام لکھا ہو یا ایسا تعویذ جس میں اللہ کا نام ہو اس کو لے کر بیت الخلاء میں جانا مکروہ ہے۔

قنیہ میں ہے کہ وہ چیز جس پر اللہ کا نام ہو بیت الخلاء میں جاتے وقت اس کو باہر رکھ دے۔ خلاصہ کلام یہ کہ ہر وہ صورت جس میں اللہ یا نبی کے نام کی تعظیم میں خلل واقع ہوتا ہو مکروہ ہے۔ واللہ اعلم۔

س: اگر صحابہ کے نام پر رحمہ اللہ اور تابعین کے نام پر رضی اللہ عنہ کہا جائے تو کیا یہ جائز ہے؟

ج: جائز ہے مگر بہتر اس کا الٹا ہے جیسا کہ اواخر تنویر الابصار میں ہے۔

س: کاتب نے اللہ کا نام لکھا پھر اس کو مٹانا چاہتا ہے تو کیا تھوک وغیرہ سے مٹانا جائز ہے؟

ج: یہ مکروہ ہے۔ اس سلسلہ میں ممانعت آئی ہے۔(کذافی بحرالرائق)

مصنف علام فرماتے ہیں کہ اگر ایسی صورت ہو تو کاتب کیا کرے لفظ اللہ کو مٹانے کے بجائے اس کے چاروں طرف خط کھینچ دے تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ

کاتب سے غلطی سے لکھا گیا ہے اس کو تھوک وغیرہ سے نہ مٹائے یا اس پر خط کھینچ دے۔ میں نے اپنے شیخ شیخ دلائل علی بن یوسف ملک الباشلی حریری مدنی کو دیکھا۔ ۱۲۸۱ھ میں مدینہ منورہ میں ان کے پاس تھا۔ تصحیح دلائل کے لئے، پس جب وہ اللہ کا نام یا نبی کا نام دیکھتے جو مطبوعہ کتاب الدلائل میں داخل ہوتا مگر ان کے نزدیک صحیح نہ ہوتا تو اس کے چاروں طرف خطوط کھینچ دیتے تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ کتاب سے نہیں ہے۔ اور مٹانے کو برا سمجھتے تھے۔

س: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ایک مجلس میں چند مرتبہ سنا تو کیا ہر مرتبہ درود بھیجنا واجب ہے؟

ج: اس میں اختلاف ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر مرتبہ سننے پر درود بھیجنا واجب ہے اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کافی ہے۔ (کذافی فتاویٰ قاضی خاں) اور قنیہ میں ہے کہ دوسرے قول پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ انتہی۔

مصنف علام فرماتے ہیں کہ مفتی بہ اور اصح قول قول اول ہے چونکہ اس سلسلہ میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ میں نے اصل کتاب کے حاشیہ پر ص ۴۹ پر قلمی لکھا ہوا دیکھا وفیہ انہ ثبت بہ الفضل لا الوجوب واللہ اعلم۔

س: قرآن پڑھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آجائے تو کیا بدستور پڑھتا رہے یا ٹھہر کر درود پڑھے۔

ج: افضل یہ ہے کہ قرآن کریم پڑھتا رہے۔ فارغ ہو کر درود بھیجے تو اچھا ہے ورنہ اس کے ذمہ کچھ لازم نہیں ہے۔ (کذافی فتاویٰ عالمگیر ناقلا عن الملتقط)

س: جب صحابی کا نام لے دے تو کیا رضی اللہ عنہ کہنا واجب ہے۔

ج: واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔ (کمافی القنیہ)

س: کیا انبیاء وغیرہ کے ناموں کے ساتھ اپنی اولاد کے نام رکھنا جائز ہے؟

---

۱ مترجم

ج: جائز ہے مگر جب بچہ کا نام نبی یا مصطفیٰ جیسا نام رکھے تو اس بچہ کو لعن طعن کو ٹی کھوج نام لے کر کرنا جائز نہیں ہے اسی لئے علماء نے کہا ہے۔ اہل عجم کے لئے اللہ کے ناموں کے ساتھ اپنی اولاد کا نام رکھنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ عجم اولاد کی تحقیر کرتے ہیں۔ (کذا فی مطالب المومنین)

س: کیا بوقت استنجاء قبلہ کا استقبال و استدبار مکروہ ہے؟

ج: مکروہ نہیں ہے ہاں پیشاب یا پاخانہ کے لئے استقبال و استدبار مکروہ ہے اگرچہ آبادی میں ہو۔ (کذا فی الدر المختار)

س: اگر کپڑے یا کاغذ پر اللہ کا نام لکھا ہوا ہو تو اس کو اس بستر کے نیچے جس پر بیٹھتے ہیں رکھنا کیسا ہے؟ کیا مکروہ ہے؟

ج: اس میں دونوں قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ مکروہ ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہے۔ (کذا فی خزانۃ الروایات)

مصنف علام فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ اگر بستر کے نیچے رکھنا حفاظت کے لئے ہو یا کوئی اور ضرورت اس بات کی طرف داعی ہوئی ہو تو مکروہ نہیں ہے جیسا کہ قرآن کریم کی حفاظت کے لئے قرآن پر سر رکھ کر سونا مکروہ نہیں ہے یا ایسے ہی اس چوپایہ پر سوار ہونا جس کی گون میں کتب شریعت بھری ہوئی ہوں۔ اگر ایسی کوئی ضرورت نہ ہو تو مکروہ ہے۔ واللہ اعلم۔

ما یتعلق باطاعۃ الزوجات للازواج وحقوقهم علیهن وحقوقهن علیهم

(عورتوں پر شوہروں کی اطاعت اور ایک کے دوسرے پر حقوق کے متعلق مسائل)

س: کیا شوہر کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی بیوی کو غیروں کی ملاقات کے لئے جانے کی اجازت دے؟

ج: بعض امور میں اجازت دے سکتا ہے ان کے علاوہ کے لئے اجازت دینا جائز نہیں ہے اگر اجازت دیوے تو ایسی صورت میں دونوں گنہگار ہوں گے۔

امورِ جائزہ میں سے ماں باپ کی ملاقات کے لئے اور ان کی تعزیت کے لئے اور ان کی عیادت کے لئے اجازت دینا ہے۔ ایسے ہی محارم کی ملاقات کی اجازت دینا۔ اگر بیوی دایہ ہو بچے جنواتی ہو اس کو اس کے لئے اجازت دینا۔ مردوں کے غسل کے لئے اجازت دینا جب کہ وہ اس کام کو جانتی ہو۔ مجلس علم میں جانے کی اجازت دینا۔ عورت کا دوسرے کے ذمہ حق ہو اس کے وصول کرنے کے لئے جانے کی اجازت دینا۔ یا عورت پر کسی کا حق ہو اس کو ادا کرنے کے لئے جانے کی اجازت دینا۔ ان امور کے علاوہ اجازت دینا جائز نہیں ہے۔ (کذافی مطالب المومنین عن المحیط وجامع الفتاویٰ)

مصنف علام فرماتے ہیں کہ ان امور کے لئے بھی اجازت دینا فتنہ سے بے خوف ہونے کے وقت ہے ورنہ بغیر ضرورت اجازت دینا جائز نہیں ہے۔ علماء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ ہمارے زمانے میں عورتوں کا مجلس علم میں جانا جائز نہیں ہے۔

س: کسی عورت کو کوئی واقعہ پیش آگیا، مسئلہ معلوم نہیں ہے، اس کا شوہر بھی جاہل ہے نیز شوہر کسی عالم سے بھی نہیں پوچھ سکتا کیا ایسی صورت میں عورت بذاتِ خود جاکر مسئلہ معلوم کر سکتی ہے؟

ج: معلوم کرنے کے لئے جا سکتی ہے چاہے شوہر کسی عالم سے پوچھنے سے منع بھی کرے جبکہ واقعہ ایسا ہو کہ عالم سے بغیر پوچھے کام نہ چلے تو عورت کے لئے عالم کے پاس جانا جائز ہے اس لئے کہ امورِ ضروریہ میں طلبِ علم ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ (کذافی فتاویٰ قاضی خاں)

س: کیا شوہر کے لئے یہ بات جائز ہے کہ بیوی کے والدین کو بیوی کے پاس جانے سے منع کرے؟

ج: جائز نہیں ہے۔ (کذافی السراجیہ)

س: کیا شوہر کے لئے عورت کو کسی خصلت پر پیٹنا جائز ہے؟

ج: جائز ہے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ چار باتوں یا ان کے مثل پر پٹائی کر سکتا ہے۔

(۱) جب کہ وہ شوہر کے لئے زینت کو ترک کرے۔

(۲) جب شوہر ہم بستری کے لئے بلائے اور عورت حیض و نفاس سے پاک ہونے کے باوجود انکار کرے۔

(۳) جب کہ عورت شوہر کے مکان سے بغیر اس کی اجازت کے کہیں چلی جائے۔

(۴) نماز چھوڑنے اور غسل جنابت چھوڑنے پر۔ (کذا فی مجمع البرکات من القنیہ)

پھر نماز چھوڑنے پر پٹائی کا جائز ہونا ایک روایت کی بنا پر ہے۔ اکثر علماء کا اتباع کرتے ہوئے صاحب کنز نے بھی یہی کہا ہے۔

اور نہایہ میں حاکم کا اتباع کرتے ہوئے کہا ہے کہ ترک صلوٰۃ پر مارنا جائز نہیں ہے چونکہ اس کا نفع مرد کو نہیں پہنچتا ہے۔

علماء کا یہ قول کہ ان چار چیزوں کے مثل پر مارنا جائز ہے کا مطلب یہ ہے کہ اگر عورت کسی معصیت کی مرتکب ہو تو شریعت میں اس کی تعزیر مقرر نہیں ہے۔ شوہر کے لئے جائز ہے کہ ایسی صورت میں عورت کی پٹائی کرے۔ پس وہ باندی جس کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا گیا ہو اگر آقا کی بات اور نصیحت نہ مانے تو آقا کے لئے اس کی پٹائی کرنا جائز ہے۔ اسی کے ساتھ اس عورت کا بھی حکم ہے جو بچہ کو رونے کے وقت مارے چونکہ جب چوپائے کو مارنا منع ہے تو بچہ کو مارنا بطریق اولیٰ منع ہے یعنی ایسی عورت کی بھی پٹائی کرنا جائز ہے۔ ایسے ہی وہ عورت جو شوہر کو گالی دے اس کے کپڑے پھاڑ دے یا اس کی داڑھی پکڑے یا اس کو گدھا اور بیوقوف کہے یا اس کے مثل کوئی اور لفظ کہے۔ ایسے ہی وہ عورت جو غیر محرم کے سامنے اپنا چہرہ کھول دے ایسے ہی وہ عورت جو کسی اجنبی کو گالی دے ایسے ہی وہ عورت جو اجنبی کو اپنی آواز سنائے۔ (کذا فی بحر الرائق فی فصل التعزیر)

س: کیا شوہر کو اس بیوی کو طلاق دینا واجب ہے جو بدکار ہو، نہ نماز پڑھے نہ روزہ رکھے، نہ شوہر کے دھمکانے سے باز آئے؟

ج: اگر عورت کو غلط کاری (فسق) کی عادت ہو جائے تو شوہر کے ذمہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے اور ان امور میں پٹائی کرے جن امور میں پٹائی جائز ہے۔ اگر پھر بھی باز نہ آئے تو شوہر کے ذمہ طلاق دینا واجب نہیں ہے اس لئے کہ شوہر اپنا حق ادا کر چکا۔ گناہ عورت کے ذمہ ہوگا۔ (کذافی خزانۃ الروایات عن القنیہ)

درمختار میں کتاب احیاء الموات سے کچھ پہلے اس کی تصریح کی گئی ہے۔ یہ تو مقتضائے شرعی ہے اور غایت تقویٰ کا مقتضی یہ ہے کہ اس کو طلاق دے دے۔

ایک عابد کا واقعہ بیان کیا ہے کہ اس نے ایک روز اپنی بیوی کے لئے روئی خریدی۔ بیوی نے روئی بیچنے والے کی غیبت کی کہ اس نے آپ کو ٹھگ لیا تو اس عابد نے اس کو طلاق دے دی۔ لوگوں نے عابد سے اس کے متعلق سوال کیا کہ تم نے طلاق کیوں دی انھوں نے جواب دیا کہ جب اس نے اس کی غیبت کی تو میں نے طلاق دے دی تاکہ قیامت کے دن مجھے شرمندگی نہ ہو جبکہ اس کو خصماء گھیریں گے۔ (کذافی تنبیہ الغافلین للفقیہ ابو اللیث)

مصنف علام فرماتے ہیں کہ اس واقعہ میں بہت ساری تنبیہات ہیں۔ اوّل یہ کہ جو شخص غیبت کا عادی ہو اس کے ساتھ نہیں رہنا چاہیے۔ دوم یہ کہ غیبت گناہ کبیرہ ہے۔ سوم یہ کہ کسی شخص کا پیٹھ پیچھے برا ذکر کرنا غیبت ہے گرچہ وہ فعل اس کی عادت ہو اور افعال دنیویہ میں سے ہو مثلاً خیانت وغیرہ۔ لیکن طلاق کا جواز اس وقت ہے جبکہ اداء مہر پر قادر ہو ورنہ طلاق نہ دے۔ (کذافی الاشباہ والنظائر)

س: کسی عورت کو غسل کرنے سے سر میں تکلیف ہوتی ہے اور شوہر وطی کا ارادہ کرے تو کیا عورت کے لئے منع کرنا جائز ہے؟

ج: عورت کے لئے منع کرنا جائز نہیں ہے اور عورت ایسی صورت میں تیمم کرے۔ (کذافی غسل جامع الرموز)

س: کیا مرد پر اپنی بیمار بیوی کو وضو کرانا واجب ہے؟

ج: بیوی کو وضو کرانا تو واجب نہیں ہے۔ ہاں اگر اس کا غلام یا باندی بیار ہو تو اس کو وضو کرانا واجب ہے۔ وجہ فرق یہ ہے کہ غلام اور باندی اس کی ملک میں ہیں ان کی اصلاح آقا ہی پر واجب ہے بخلاف عورت کہ وہ اس کی ملک نہیں ہے۔ (کذا فی فروق الاشباہ والنظائر)

مایتعلق بالنساء وفیہ الحیض والنفاس

(عورتوں سے متعلق مسائل بشمول مسائل حیض ونفاس)

س: کیا عورتوں کو جماعت کے لئے مسجد میں جانا جائز ہے؟

ج: امام ابو حنیفہؒ نے بوڑھی عورتوں کے لئے فقط فجر مغرب اور عشاء میں اجازت دی ہے اور جوان عورتیں کسی بھی نماز کے لئے نہ نکلیں۔ اور صاحبینؒ نے بوڑھی عورتوں کے لئے تمام نمازوں میں جانے کی اجازت دی ہے۔ (کذا فی الھدایہ) مگر اس زمانہ میں فتویٰ عورتوں کے لئے مطلقاً عدم جواز کا ہے خواہ عورتیں بوڑھی ہوں یا جوان۔ جیساکہ رسائل الارکان میں ہے۔ اس مسئلہ کا ذکر ما قبل میں آچکا ہے۔

س: عورت کی ناف میں زخم ہو، وہیں سے اس نے بچہ جنا اور خون بھی نکلا تو کیا وہ عورت نفاس والی ہو جائے گی؟

ج: نہیں۔ اس لئے کہ نفاس میں یہ شرط ہے کہ نفاس فرج (پیشاب گاہ کے راستے) سے نکلے بلکہ وہ عورت بہنے والے زخم والی کہلائے گی۔ (کذا فی فتح القدیر عن الظہیریہ)

س: حائضہ عورت کے روزہ کی قضاء کرنے اور نماز کی قضاء نہ کرنے میں کیا حکمت ہے؟

ج: حکمت یہ ہے کہ ماں حوّاء نے جب دنیا میں آنے کے بعد پہلی مرتبہ خون دیکھا جبکہ حوّاء نے باری تعالیٰ کی نافرمانی کی، جنت اور بلند درجے سے نکالی گئیں اس کے بعد دنیا میں آکر پہلی مرتبہ خون دیکھا تو آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوۃ

والسلام سے پوچھا کہ یہ کیا ہے میں کیا کروں؟ حضرت آدمؑ نے فرمایا میں نہیں جانتا تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ حوّاء نماز کو چھوڑ دے۔ جب حوا پاک ہو گئیں تو پھر حضرت آدمؑ سے پوچھا۔ انھوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ پھر اللہ نے وحی بھیجی کہ نماز کی قضا حوا پر واجب نہیں۔ پھر اسی طرح کا خون حوا نے روزہ کی حالت میں دیکھا تو آدمؑ سے پوچھا۔ حضرت آدمؑ نے روزہ چھوڑنے کا حکم دیا۔ جب پاک ہو گئیں تو پھر آدمؑ سے پوچھا آپ نے روزہ کی قضا نہ ہونے کا حکم نماز پر قیاس کرتے ہوئے دیا۔ تب اللہ نے روزہ کی قضا کا حکم دیا۔ اس وجہ سے کہ آدمؑ نے اللہ کے امر کے بغیر محض قیاس سے کیوں حکم دے دیا۔ (کذافی البحر الرائق عن اواخر الظہیریہ) مصنف علام فرماتے ہیں کہ اس حکایت میں بہت رموز ہیں۔

اوّل یہ کہ عورت کے لئے ضروری ہے کہ ہر حادثہ میں شوہر سے سوال کرے اور اس کے خلاف نہ کرے جیسا کہ حوّا زوجہ آدمؑ نے ہر مرتبہ آدمؑ سے سوال کیا۔

دوم یہ کہ مفتی کے لئے ضروری ہے کہ ہر مسئلہ میں جرأت نہ کرے اس لئے کہ بالکل خطا سے بچنا صرف خدا ہی کی شان ہے بلکہ عدم علم اور عجز کا اظہار کر دے جیسا کہ حضرت آدمؑ نے فرمایا لا اعلم کہ میں نہیں جانتا۔ اپنی رائے بیان کرنے میں عجلت نہ کی۔۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے بعض مسائل میں سکوت اختیار کیا۔ مثلاً ختنہ کے وقت کے بارے میں فرمایا کہ میں نہیں جانتا۔ اور یہ بات امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مناقب میں سے ہے۔ اس کے لئے ہر سوال کے جواب میں جسارت کرنا اہل عقل کے لئے مناسب نہیں ہے چہ جائیکہ اتنے بڑے امام کے لئے اس قسم کے اور بھی بہت سے مسائل ہیں جو اہل بصیرت پر مخفی نہیں ہیں۔

سوم یہ کہ مجتہد کبھی اجتہاد میں درستگی کو پہنچتا ہے اور کبھی خطا کرتا ہے اور یہ

ہمارے مسائل اعتقادیہ میں سے ہے دیکھئے حضرت آدمؑ نے روزہ کو نماز پر قیاس کیا جو درست نہ نکلا اور اس کے خلاف منکشف ہوا۔

چہارم یہ کہ بندہ جب اللہ جل شانہ کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی سزا دیتا ہے جو اس کے لئے شاق ہوتی ہے۔ دیکھئے حضرت آدمؑ نے قیاس کیا اور روزہ کی نقصانہ کرنے کا حکم دیا بغیر اللہ کے حکم کے تو اللہ نے اس کے عکس کا حکم دیا اور یہ ایسا حکم ہے جو بنات آدم پر سخت اور دشوار ہے اسی لئے بعض زہاد نے کہا ہے کہ میں ایک گناہ کی وجہ سے چند دن تک صبح کی نماز کے فوت ہو جانے کی سزا دیا گیا اس لئے کہ طلوع صبح صادق کے وقت نیند کا غلبہ اور صبح کی نماز کے ادا کا فوت ہو جانا محض شیطانی غلبہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور غلبہ شیطانی ایسے قلب پر ہوتا ہے جو سیئات کا عادی ہو۔ قلب صافی پر شیطان کا تسلط نہیں ہوتا۔ اور اس کی مثال کتے کی طرح ہے کہ اگر کسی جگہ کھانا نہ ہو تو محض دھمکانے سے چلا جاتا ہے اور اگر کھانا ہو تو محض دھمکانے سے نہیں جاتا بلکہ اس کو بھگانے میں تکلف کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی حال شیطان کا ہے جب وہ کسی ایسے صاف قلب کو پاتا ہے جو شہوات سے خالی ہو اور اس پر تسلط کا ارادہ کرے تو محض جھڑکنے سے بھاگ جاتا ہے اور جب بیمار دل کو پاتا ہے تو اس پر غالب آجاتا ہے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ سیدنا حضرت عمرؓ کے سایہ سے شیطان بھاگتا تھا۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شیطان آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا تھا۔ اسی لیے حضرت آدم علیہ السلام نے حضورؐ کے مناقب میں فرمایا کہ میرا شیطان مجھ پر غالب آگیا اور آپ کا شیطان آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا اور میری بیوی میری ہلاکت کا سبب ہو گئی بخلاف آپ کی ازواج کے۔ (کذا فی روح البیان)

اعتراض: اس جگہ یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ حضرت آدمؑ کا قلب تو صاف تھا پھر آپ پر شیطان کیسے غالب آگیا؟

ج: غالب نہیں آیا بلکہ جب شیطان نے دیکھا کہ حضرت آدمؑ کی آنکھیں جنت

کی نعمتوں سے ٹھنڈی ہو گئیں اور حضرت آدمؑ جنت کی لذات میں مشغول ہو گئے تو شیطان نے حیلہ کیا اور قسم کھا کر کہا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں اور تم ہمیشہ جنت میں رہو گے اگر تم نے اس درخت کو کھالیا تب آدم و حوا نے اس کو کھالیا۔

اس کے علاوہ ملا معین ہروی نے تصریح کی ہے کہ حضرت آدمؑ کے عصیان اور شیطان کے ان پر غالب آنے کا سبب یہ ہوا کہ جب آدمؑ پیدا ہو گئے تو عرش کی ساق کی طرف دیکھا۔ وہاں خاتمہ الانبیاء محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی دیکھا کہ وہ اللہ کے نام کے ساتھ ملا ہوا ہے تو حضرت آدمؑ کے دل میں یہ بات آئی کہ اللہ نے مجھے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور مجھے اپنا خلیفہ بنایا اور مجھے برگزیدہ کیا اور میرا اکرام کیا۔ پس یہ کون ہے جس کا نام اپنے نام کے ساتھ ملایا۔ پس دل میں اس بات کا آجانا ہی اس معصیت کا سبب ہوا واللہ اعلم۔

س: کیا نیک عورت کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ مشرکہ یا فاجرہ عورتوں کے سامنے اپنے اعضا کھولے؟

ج: یہ مناسب نہیں ہے۔ فتاویٰ عالمگیری بحث النظر میں ہے کہ نیک عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ اس کی طرف فاجرہ عورت دیکھے اس لیے کہ وہ اس کا وصف فجار کے سامنے بیان کرے گی۔ تو اس کے سامنے اپنا دوپٹہ اور نقاب نہ اُتارے۔ نیز مومنہ عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ مشرکہ کے سامنے یا کتابیہ کے سامنے اپنا پردہ کھولے مگر یہ کہ وہ اس کی باندی ہو۔ (کذا فی السراج الوہاج انتھی)

س: کیا عورت کے لیے جائز ہے کہ اسقاط حمل کے لیے علاج کرائے؟

ج: ایک قول یہ ہے کہ اسقاط مطلقاً ممنوع ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اسقاط اس وقت ممنوع ہے جبکہ خلقت ظاہر ہو جائے۔ ہمارے زمانے میں علماء نے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ قنیہ میں عین الائمہ کرابیسی سے نقل کیا ہے کہ بچہ کا گرانا

صورت بننے سے پہلے ایک قول کے مطابق جائز نہیں ہے اور باندی میں اصح قول ممانعت کا ہے اور اسقاط کے بعد جو خون آئے گا وہ استحاضہ کہلائے گا۔ (انتہی)

اور خزانۃ الروایات میں سراجیہ سے ہے کہ جو عورت اسقاطِ ولد کا علاج کرائے وہ گنہگار نہیں ہو گی بشرطیکہ بچہ کی خلقت ظاہر نہ ہوئی ہو اور خلقت کا ظہور ایک سو بیس دن میں ہوتا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں جواہر الاخلاطی سے نقل کیا ہے کہ علماء نے ہمارے زمانہ میں جواز کا فتویٰ دیا ہے گرچہ ظاہر الخلقہ ہو ایسے ہی خزانۃ الروایات میں دستور القضاۃ باب متفرقات سے نقل کیا ہے اور فتاویٰ واقعات سے نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

س: کیا عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ ایسا تعویذ کرائے کہ اس سے اس کا شوہر محبت کرنے لگے جبکہ پہلے سے محبت نہ رکھتا ہو؟

ج: یہ حرام ہے۔ فتاویٰ حمادیہ میں جامع اصغر سغناقی اور غیاثیہ سے ایسے ہی نقل کیا ہے اور صاحب کتاب نے فرمایا کہ ہم سے ابو نصر محمد بن عبد اللہ نے اپنی سند سے خالد بن معدان سے روایت بیان کی کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا شوہر مجھ سے بغض رکھتا ہے۔ پس آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے اس عورت کو اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا۔ وہ کہنے لگی یا رسول اللہ میں نے ایک کام کیا ہے۔ کیا آپ اس کو اس تک پہنچا دیں گے۔

آپ نے فرمایا تیرا ناس ہو، تیرا ناس ہو، تیرا ناس ہو۔ تین مرتبہ یہی فرمایا اور فرمایا کہ تو نے بہت بڑی بات کہی ہے۔ تو نے آسمان اور زمین والوں کو تکلیف پہنچائی ہے۔ پھر آپ نے اس کو نکال دینے کا حکم دیا۔ وہ نکال دی گئی۔ آپ نے پانی منگا کر وہ جگہ دھلوائی جہاں وہ عورت کھڑی یا بیٹھی تھی۔

مصنف علام فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو اس کے مواقع میں دیکھا جائے

کیونکہ اس حدیث پر موضوع ہونے کے آثار ظاہر ہیں۔

س: کیا حیض کی عادت ایک مرتبہ سے ثابت ہو جاتی ہے یا دو مرتبہ سے؟

ج: اس میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک دو مرتبہ سے کم میں ثابت نہیں ہوتی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک مرتبہ سے ثابت ہو جاتی ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے۔ (من الاشباہ والنظائر تحت القاعدۃ السادسۃ العادۃ محکمۃ)

س: اگر عورت کو ڈاڑھی اُگ آئے تو وہ کیا کرے؟

ج: اس کا اکھاڑنا یا مونڈنا جائز ہے۔ (کذا فی الاحسان تاویل الحادیہ)

س: کسی حاملہ عورت کی وفات ہو گئی اور لوگوں کا غالب گمان یہ ہے کہ اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہے۔ کیا اس کا پیٹ چاک کرنا جائز ہے؟

ج: ہاں جائز ہے کہ اس کا پیٹ چاک کر کے بچہ نکال لیا جائے۔ (کذا فی معالب المومنین من الحیل)

س: اگر حائضہ عورت نماز کی قضا کرے تو کیا یہ اس کے لیے مکروہ ہے؟

ج: میں نے اس کی تصریح نہیں دیکھی۔ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ خلاف اولیٰ ہے۔ (کذا قال ابن نجیم)

س: مسافرہ عورت حیض سے پاک ہوئی اس نے تیمم کر لیا مگر نماز نہیں پڑھی تو کیا شوہر کے لیے جائز ہے کہ اس سے وطی کرے؟

ج: اس کے لیے وطی کرنا جائز نہیں جب تک کہ اتنا وقت نہ گذر جائے جس میں وہ نماز پڑھ سکے۔ بحر الرائق میں ہے کہ مبسوط میں فرمایا اور حاکم شہید نے کافی میں ذکر نہیں کیا کہ اگر عورت حیض سے پاک ہو کر تیمم کرے اور نماز نہ پڑھے تو کہا گیا ہے کہ اس میں اختلاف ہے۔ شیخینؒ کے نزدیک اس سے جماع کرنا جائز نہیں ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک اس سے جماع جائز ہے مگر اصح قول یہ ہے کہ اس سے جماع کرنا سب کے نزدیک صحیح نہیں ہے

اس لیے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے تیمم کو بمنزلہ غسل کے ان مسائل میں مانا کہ جن کا مبنیٰ احتیاط پر ہے اور وہ رجعت کا ختم ہونا ہے اور وطی میں احتیاط ترک جماع میں ہے لہٰذا اس میں تیمم کو اس کے نماز کے ساتھ موکد ہونے سے پہلے بمنزلہ غسل ثابت مانا جائے گا۔(انتہی)

س: جو خون بچہ کی پیدائش کے وقت بچہ کے اکثر حصہ کے نکلنے سے پہلے آئے تو کیا وہ بھی نفاس میں شمار کیا جائے گا؟

ج: نہیں بلکہ وہ استحاضہ کا خون ہے ہاں جو خون بچہ کے اکثر حصہ کے نکلنے کے بعد آئے وہ نفاس ہے۔(کذافی البحرالرائق) واللہ اعلم

مایتعلق باطاعة الوالدین و خفض الجناح للاقارب

(اطاعت والدین اور اعزہ واقارب کے احترام سے متعلق مسائل)

س: اگر والد بیوی کو طلاق دینے کا حکم کرے حالانکہ وہ مرغوب الطبع ہے تو کیا بیٹے پر طلاق دینا واجب ہے۔

ج: جی ہاں طلاق دینا واجب ہے۔ والدین کی رضا اور پیروی کو حاصل کرنے کے لیے اس لیے کہ روایت میں آتا ہے کہ اللہ کی خوشنودی باپ کی خوشنودی میں ہے اور باری تعالیٰ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔

امام ابوداوٗدؒ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی۔ میں اس سے محبت کرتا تھا اور میرے والد عمرؓ اسے ناپسند سمجھتے تھے میرے والد نے مجھ سے کہا کہ تو اس کو طلاق دے دے۔ میں نے انکار کر دیا۔ میرے والد نے حضور کی خدمت میں آکر عرض کیا۔ پس مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طلاق دے دے۔

س: ایک شخص فرض نماز پڑھ رہا ہے اس کے ماں باپ میں سے کسی نے اس کو آواز دی تو کیا اس پر نماز توڑ کر جواب دینا واجب ہے؟

ج: واجب نہیں ہے۔ مگر یہ کہ اس کے والدین میں سے کوئی اس سے فریاد

طلب کرے۔ (کذافی فتح القدیر فی ابواب الصلوٰۃ)

س: ایک شخص کو باپ نے ایک حکم دیا اور ماں نے اس کے خلاف حکم کیا تو بیٹا ماں کی اطاعت کرے یا باپ کی؟

ج: اگر والدین کے تمام حکم کی اطاعت اس پر دشوار ہو جائے تو تعظیم واحترام کے اندر باپ کی جانب کو ترجیح دے اور خدمت وانعام والے معاملہ میں ماں کو ترجیح دے۔ چنانچہ اگر وہ دونوں اس کے پاس گھر آئیں تو باپ کے لیے کھڑا ہو جائے اور اگر وہ دونوں مال کا سوال کریں تو ماں سے ابتدا کرے یعنی پہلے ماں کو دے اور اگر ماں باپ کے امر کے اندر اختلاف ہو تو تعظیم کے امر میں باپ کی اطاعت کرے اور انعام کے امر میں ماں کی اطاعت کرے۔

(کذافی مطالب المومنین عن القنیہ)

س: کسی عورت کا باپ مریض ہے یا کوڑھی ہے اس کی کوئی خدمت کرنے والا بھی نہیں عورت کا شوہر اس کو باپ کے پاس جانے سے منع کرتا ہے تو کیا عورت بغیر شوہر کی اجازت کے جاسکتی ہے؟

ج: جی ہاں جاسکتی ہے۔ اس مسئلہ میں باپ کی اطاعت کرے اور شوہر کی نافرمانی کرے خواہ باپ مسلمان ہو یا کافر اس لیے کہ والد کے حقوق شوہر کے حقوق پر فوقیت رکھتے ہیں۔ (کذافی فتاویٰ قاضی خاں فی حقوق الزوجہ)

س: اگر بیٹا والدین میں کوئی ایسی بات دیکھے جو شرعاً ناجائز ہے تو کیا اس کے لیے والدین کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا جائز ہے؟

ج: جائز ہے اس لیے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے میں فائدہ ہے اور والدین زیادہ حقدار ہیں کہ انھیں فائدہ پہنچایا جائے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق قرآن نے خبر دی ہے کہ انھوں نے اپنے باپ سے فرمایا کہ اے باپ آپ ایسی چیزوں کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتی ہیں اور نہ نفع دیتی ہیں۔ اور یوں کہا اے باپ آپ شیطان کی عبادت نہ کریں اس لیے

کہ وہ اللہ کا نافرمان ہے اے باپ مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کو اللہ کا عذاب پکڑے اور آپ شیطان کے ولی ہو جائیں۔ جب حضرت ابراہیم کے والد ناراض ہوئے تو یوں کہا اے ابراہیم کیا تم مجھے میرے خداؤں سے ہٹانا چاہتے ہو تو ابراہیمؑ خاموش ہو گئے۔ اور استغفار میں مشغول ہو گئے لیکن جائز ہونے کے ساتھ یہ ضروری ہے کہ والدین پر سختی نہ کرے اگر وہ مان لیں تو بہتر ہے ورنہ خاموش ہو کر استغفار میں مشغول ہو جائے۔ (کذا فی نصاب الاحتساب)

مایتعلق بالوالدین بالنسبة الى الاولاد

(اولاد کے بارے میں والدین سے متعلق مسائل)

س: اولاد کا نام اللہ کے نام جیسا رکھنا مثلاً علی، رشید وغیرہ کیا اس میں کچھ حرج ہے؟

ج: اس میں کچھ حرج نہیں ہے اس لیے کہ یہ اسماء مشترکہ میں سے ہیں اور بندہ کے حق میں اس کا غیر مراد ہوتا ہے جو اللہ کے حق میں مراد ہوتا ہے۔ (کذا فی السراجیہ)

س: کیا عقیقہ کے دن بچہ کے بال مونڈنا واجب ہے؟

ج: واجب نہیں ہے بلکہ مباح ہے سنت بھی نہیں ہے۔ (کذا فی فتاویٰ عالمگیر نافلاً عن الوجیز للکردری)

س: کیا بچہ کے سر کو عقیقہ کے جانور کے خون سے لتھڑنا جائز ہے؟ (کیا خون بچہ کے سر پر ملنا جائز ہے)

ج: اس کو اکثر اہل علم نے مکروہ کہا ہے اس لیے کہ یہ جاہلیت کے کاموں میں سے ہے۔ (کذا فی مطالب المومنین عن الکاشف)

س: ایک بچہ پیدا ہوا اور اس نے چانگ دی پھر مر گیا کیا اس کا نام رکھا جائے گا؟

ج: نام رکھنا بہتر ہے۔ معدن الحقائق میں ہے کہ کیا اس کا نام رکھا جائے۔ امام ابو حنیفہؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ نام نہ رکھا جائے۔ اور امام محمدؒ سے منقول ہے

کہ نام رکھا جائے۔ (کذانی الزہو) اور مفاتیح المسائل میں ہے کہ اولیٰ نام رکھنا ہے۔ (انتہی)

س: اولاد کے ایسے نام رکھنا جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں مذکور نہ ہوں، نہ پہلے مسلمانوں نے رکھے ہوں کیسا ہے؟ کیا جائز ہے؟

ج: اس میں علماء نے کلام کیا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ایسا نہ کیا جائے۔ (کذانی نصاب الاحتساب فی باب الخامس والاربعین)

س: کیا عبدالنبی اور عبدالرسول اور امۃ النبی اور امۃ الصدیق وغیرہ نام رکھنا جائز ہے؟

ج: جائز نہیں ہے ہر وہ نام جس میں لفظ عبد یا امۃ یا اس کے ہم معنی کوئی لفظ ہو خواہ کسی زبان میں ہو اس کی اللہ کے غیر کی طرف اضافت جائز نہیں ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح فقہ اکبر میں اس کی تصریح کی ہے۔ اس کے متعلق سنن ابو داؤد وغیرہ میں ممانعت کی حدیث بھی آئی ہے ہاں لفظ غلام کی اضافت غیر اللہ کی طرف جائز ہے لہٰذا غلام رسول جائز ہے عبدالرسول جائز نہیں ہے یا بندۂ رسول وغیرہ، یہ بھی جائز نہیں ہے۔

مایتعلق بقراۃ القرآن وسجدۃ التلاوۃ والمصاحف

(قرأت قرآن اور سجدۂ تلاوت وغیرہ سے متعلق مسائل)

س: قرآن کریم کا پڑھنا سننے سے افضل ہے یا سننا پڑھنے سے افضل ہے؟

ج: سننے میں زیادہ ثواب ہے چونکہ اس میں تدبر زیادہ پایا جاتا ہے بمقابل پڑھنے کے جیسا کہ اشباہ والنظائر میں ہے اور ردالمحتار میں ہے کہ قرآن کا سننا فرض کفایہ ہے لہٰذا اگر مکتب میں ایک ہی قاری ہو تو گذرنے والوں پر سننا واجب ہے اور اگر پڑھنے والے بہت سے ہوں اور سننے میں خلل واقع ہو تو سننا واجب نہیں ہے۔ (کذانی الفقیہ من البرہان صاحب الحمید)

قاری کے لیے واجب ہے کہ اگر لوگ کام میں لگے ہوں تو قرآن بلند آواز سے نہ پڑھے اگر زور سے پڑھا تو گنہگار ہوگا اور وہ لوگ قرآن سننے سے معذور سمجھے جائیں گے بشرطیکہ انھوں نے کام قرآن پڑھے جانے سے پہلے شروع کر دیا ہو پس اگر کوئی شخص مسائل لکھ رہا ہو یا فقہ کا مطالعہ کر رہا ہو اور اس کے لیے سننا ممکن نہ ہو تو گناہ قاری کے ذمہ ہوگا۔ (کذافی غرر سہار تلاوت وغیرہ)

س: کیا قبروں کے پاس قرآن کریم کی تلاوت جائز ہے؟

ج: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔ (کذافی السراجیہ)

س: کیا قرآن پڑھنے کے علاوہ کسی اور چیز کے شروع میں اعوذ باللہ پڑھا جا سکتا ہے؟

ج: اگر قرآن پاک شروع کرنے کا ارادہ ہو تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے۔ (کذا فی السراجیہ)

س: قراء کے درمیان متعارف یہ ہے کہ وہ ختم کے بعد متفرق آیات مثلاً آیۃ الکرسی اور آمن الرسول اور آیت لقد جاءکم رسول من انفسکم اور باری تعالیٰ کا قول ان رحمۃ اللّٰہ قریب من المحسنین اور باری تعالیٰ کا قول وما ارسلناك الا رحمۃ للعالمین وغیرہ تراویح میں پڑھتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

ج: اس کی کوئی اصل نہیں ہے متقدمین کی کتابوں میں اس کا کچھ پتہ نہیں ملتا ہے اور اتقان فی علوم القرآن میں ہے کہ ایک سورۃ کو دوسری سورۃ سے ملانا حلیمی نے اس کے نہ کرنے کو آداب قرآن میں شمار کیا ہے۔ اس لیے کہ ابو عبیدؒ نے سعید ابن مسیبؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے بلال سے ارشاد فرمایا اے بلال میرا گزر تمھارے پاس سے ہوا تم کبھی ایک سورۃ سے کبھی دوسری سورۃ سے پڑھ رہے تھے۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں تو

طیب کو طیب کے ساتھ ملا رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ سورۃ کو اسی کے طریقہ پر پڑھو یا آپ نے فرمایا کہ اسی کے مثل پڑھو یعنی ایک سورۃ کو پورا پڑھ کر دوسری سورۃ پڑھو یہ روایت مرسل صحیح ہے۔ اور امام ابوداؤدؒ کے نزدیک موصول ہے۔ ابن عون سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن سرین سے پوچھا کہ ایک شخص ایک سورہ کی دو آیتیں پڑھتا ہے پھر اس کو چھوڑ کر دوسری سورۃ کی چند آیتیں پڑھتا ہے انھوں نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کرے اس حال میں کہ وہ جانتا بھی نہ ہو کہ یہ گناہ کبیرہ ہے۔

ابو عبیدہؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک ایسا کرنا مکروہ ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کے اس طریق کو منع فرمایا۔ ابن سیرین نے بھی اس کو مکروہ کہا ہے۔ (انتھی)

س: کیا قرآن کریم سے فال نکالنا جائز ہے؟

ج: مکروہ ہے جیسا کہ جامع الرموز میں تحفہ سے منقول ہے۔ ملا علی قاری کی نے بھی اس کے منع ہونے کی تصریح کی ہے جیسا کہ شرح نخبہ میں ہے۔

س: اگر عورتیں نابینا سے قرآن سیکھیں تو کیا یہ غلط ہے؟

ج: جی ہاں مکروہ ہے جیسا کہ قنیہ میں قاضی عبد الجبار سے نقل کیا ہے اس لیے کہ عورتوں کا مردوں سے پڑھنا خواہ وہ اندھا ہی ہو اور عورتوں کا اس کے ساتھ ملنا فتنہ کا باعث ہے نیز عورتوں کا مردوں کو دیکھنا گرچہ وہ نابینا ہوں خود مکروہ ہے جیسا کہ ابوداؤد نے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما بیٹھی ہوئی تھیں کہ ابن ام مکتوم نابینا صحابی آگئے۔ یہ واقعہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد کا ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو پردہ میں ہو جانے کا حکم دیا۔ وہ دونوں عرض کرنے لگیں یہ تو نابینا ہیں انھیں تو کچھ نظر نہیں آتا۔ آپؐ نے فرمایا یہ تو نابینا ہے لیکن

تم توان کو دیکھ رہی ہو۔

س: کیا قرآن پاک کو مزین کرنا جائز ہے؟ (یعنی اس کو منقش کرنا اس پر غلاف وغیرہ چڑھانا)

ج: جائز ہے چونکہ اس میں قرآن کریم کی تعظیم ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔

س: کیا قرآن کریم پر گرہ لگانا یا وہ بکس اور الماری جس میں قرآن کریم رکھے ہوں ان کو مقفل کرنا جائز ہے؟

ج: سلف اس کی کراہت کے قائل تھے چونکہ اس میں صورۃً قراءۃ سے منع کرنا پایا جاتا ہے جیسا کہ مساجد کے دروازے بند کرنا مکروہ ہے۔ تاکہ مسجد میں نماز پڑھنے سے منع کرنے کا شبہ پیدا ہو۔ مگر ہمارے زمانہ میں جائز ہے چونکہ تینوں میں فساد ہے بلکہ اس زمانہ میں تو ضروری ہے تاکہ حفاظت ہو سکے۔

(کذافی جامع الرموز فی باب مایفسد الصلوٰۃ)

س: کسی کافر نے خود قرآن پڑھایا کسی دوسرے شخص کو قرآن سکھایا، کیا اس کے مسلمان ہونے کا حکم لگایا جائے گا؟

ج: نہیں۔ (کذافی فتاویٰ قاضی خاں وکذافی کشف الرقایہ)

س: ہمارے اطراف میں رواج ہے کہ وارث مورث کی موت کے دن ہر سال قراء اور حفاظ کو جمع کرتا ہے اور قرآن کریم پڑھواتا ہے تاکہ ثواب میت کو پہنچایا جا سکے۔ ہر شخص ایک پارہ یا دو پارہ بلند آواز سے پڑھتا ہے کیا یہ مکروہ ہے؟

ج: اگر بلند آواز سے پڑھا جائے تو مکروہ ہے چونکہ اس صورت میں قرآن کا سننا جو فرض ہے اس میں خلل واقع ہوتا ہے۔ خزانۃ الروایات میں تاتارخانیہ میں محیط سے بعض مشائخ سے نقل کیا ہے کہ بلند آواز سے ختم قرآن کرنا جس کو سیپارہ پڑھنا کہتے ہیں مکروہ ہے۔

اور قنیہ میں شرح سرخسی سے منقول ہے کہ قوم کے لیے مل کر پڑھنا مکروہ ہے چونکہ اس میں استماع کا ترک لازم آتا ہے۔ اور فتاویٰ ابوالفضل کرمانی سے

نقل کیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور نہایہ میں مشائخ سے منقول ہے کہ جن حضرات نے اس قرآن خوانی کو مکروہ کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں خلط لازم آتا ہے۔ اور مجتبیٰ اور عامہ نے اس کو جائز اور بدعت حسنہ کہا ہے اس لیے کہ اس صورت میں تھوڑی دیر میں ختم قرآن کی فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔

س: ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اس کے قریب ایک شخص قرآن بلند آواز سے پڑھ رہا ہے کیا اس میں کچھ قباحت ہے۔

ج: نماز سے خارج قرآن بلند آواز سے پڑھنا افضل ہے اس لیے کہ اس صورت میں ملائکہ آتے ہیں اور شیطان قرآن سن کر دفع ہوتا ہے (کمانی ترتیب المرویات من عقد اللآلی) اور عین العلم میں ہے کہ اگر ریا یا نمازی کی تشویش کا اندیشہ ہو تو آہستہ پڑھے ورنہ بلند آواز میں پڑھے۔ (ایضاً)

س: کیا قرآن سے اقتباس کرنا جائز ہے؟

ج: جائز ہے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے بلکہ بعض نے تو یہ کہا ہے کہ متفق علیہ ہے۔ علماء اور خطیبوں اور شاعروں نے اس کا استعمال کیا ہے۔ مثلاً قصیدہ بردہ کے ناظم (نظم کرنے والے) نے وغیرہ وغیرہ بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کا استعمال کیا ہے ایسے ہی صحابہ اور تابعین نے بھی کتب فقہ میں علماء نے اس کے جائز ہونے کی تصریح کی ہے۔ بعض مالکیہ عدم جواز کی طرف گئے ہیں۔ مگر ان کے قول کی تردید کے لیے امام مالک کا استعمال کافی ہے۔ اکثر مالکیہ نے اس کو جائز کہا ہے۔ مثلاً ابن عبدالبر اور قاضی عیاض اور شیخ داؤد مناضلی نے تو مالکیہ اور شافعیہ کا اس کے جواز پر اتفاق نقل کیا ہے۔ (کذا قال ابن حجر فی المنح المکیۃ فی شرح القصیدۃ الھمزیۃ)

س: محدث کے لیے قرآن چھونا جائز ہے یا نہیں؟

ج: متقدمین کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ اور متاخرین نے عموم بلوی کی وجہ سے جائز قرار دیا ہے۔ ہدایہ میں ہے کہ ایسا ہی محدث ہے کہ اس کے لیے قرآن

کو بغیر غلاف کے چھونا جائز نہیں ہے۔ اور مختصر الوقایہ میں ہے کہ یہ لوگ قرآن کو نہیں چھو سکتے۔ ناپاک، حائضہ یا نفاس والی عورت اور محدث مگر ایسے غلاف کے ساتھ جو قرآن سے علاحدہ ہو (انتہیٰ) اور خزانۃ الروایات میں خلاصہ میں ہے کہ محدث کے لیے قرآن کو چھونا ایسے ہی مکروہ ہے جیسا کہ جنبی کے لیے ایسے ہی صاحبین کے نزدیک کتب تفسیر وحدیث کا حکم ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اصح یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہے۔

س: کیا ناپاک، حائضہ اور نفاس والی عورت کے لیے قرآن کریم کو اپنی آستین یا ایسے غلاف کے ساتھ جو متصل ہو چھونا جائز ہے؟

ج: صحیح قول کی بنا پر جائز نہیں ہے اور عام علماء کے نزدیک آستین کے ساتھ چھونا جائز ہے۔ عنایہ میں صاحب التحفہ نے کہا ہے کہ علماء نے غلاف میں اختلاف کیا ہے۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ غلاف وہ جلد ہے جو قرآن پر ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ آستین ہے بعض نے کہا ہے جزدان (کپڑے وغیرہ کا تھیلہ) ہے۔ یہی صحیح ہے۔ اس لئے کہ جلد قرآن کے تابع ہے اور آستین یہ اٹھانے والے کے تابع ہے اور تھیلہ دونوں میں سے کسی کے تابع نہیں ہے۔ (انتہیٰ) اور سراجیہ میں ہے قرآن کو آستین سے چھونا جائز نہیں ہے ظاہر جواب میں۔ (انتہیٰ)

اور ہدایہ میں ہے کہ غلاف وہ کہلاتا ہے جو قرآن سے علیحدہ ہو نہ وہ جو اس سے متصل ہو مثلاً جلد، یہی صحیح ہے اور آستین سے چھونا مکروہ ہے چونکہ وہ حامل قرآن کے تابع ہے۔ بخلاف کتب شریعت کے کہ اہل کتب کے لیے ان کو آستین سے چھونا ضرورت کی وجہ سے جائز ہے۔ فتح القدیر میں ہے کہ مکروہ سے مراد کراہت تحریمی ہے۔ اسی لیے فتاویٰ میں فرمایا کہ جنبی اور حائضہ کے لیے قرآن کو آستین سے چھونا جائز نہیں ہے ایسے ہی پہنے ہوئے کسی اور کپڑے سے چھونا بھی ناجائز ہے۔

اور کفایہ میں محیط میں ہے کہ ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ حائضہ کے لیے قرآن کو آستین سے چھونا مکروہ ہے اور عام مشائخ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے۔

امام تمرتاشی کی جامع صغیر میں ہے کہا گیا ہے کہ اگر محدث نے (بے وضو شخص نے) قرآن کو آستین سے چھولیا تو جائز ہے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ سے اس میں دو روایتیں ہیں اور جو بات کتاب میں فرمائی وہی صحیح ہے۔ اس لیے کہ آستین اٹھانے والے کے تابع ہے یہی وجہ ہے کہ اگر کسی شخص نے آستین کو ناپاک جگہ بچھا کر سجدہ کیا تو جائز نہیں ہے۔

اور بنایہ میں محیط میں ہے کہ عام مشائخ کے نزدیک آستین سے چھونا مکروہ نہیں ہے چونکہ ہاتھ سے چھونا نہیں پایا گیا اور حرام چھونا ہے اور مس کے معنی ہاتھ سے چھونا بغیر حائل کے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی اجنبی عورت کیچڑ میں گر جائے اور دھنس جائے تو اجنبی مرد کے لیے اس کو کپڑے کے حائل سے پکڑنا حلال ہے نیز حائل کے ساتھ چھونے سے حرمت مصاہرہ ثابت نہیں ہوتی ہے۔

اور ذخیرہ میں امام محمدؒ سے منقول ہے کہ آستین سے چھونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ امام محمدؒ سے اس میں دو روایتیں ہیں۔ (انتہیٰ)

س: کیا قرآن کریم کو گلے میں لٹکے ہوئے رومال سے چھونا جائز ہے؟

ج: میں نے اس کی تصریح نہیں دیکھی لیکن مناسب یہ ہے کہ جائز نہ ہو۔ فتح القدیر میں فتاویٰ سے منقول ہے کہ جنبی اور حائضہ کے لیے قرآن کو آستین یا کپڑے کے کسی حصہ سے چھونا جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ کپڑے بھی ہاتھوں کے منزلہ میں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں نجاست پر کھڑا ہو اور اس کے پیروں میں جوتے ہیں تو اس کی نماز نہ ہوگی اور اگر کسی نے اپنے جوتے یا جراب بچھا کر ان پر نماز پڑھی تو جائز ہے۔ پس گلے میں لٹکا ہوا رومال بمنزلہ کپڑوں کے ہے لہٰذا اس محدث کے لیے اس سے چھونا جائز نہیں ہے۔ پھر مجھے اس کی تصریح مل گئی۔ مجھ سے میرے بعض بھائیوں

نے کہا کہ کیا قرآن کو گلے میں لٹکے ہوئے رومال سے چھونا جائز ہے یا نہیں، میں نے جواب میں کہا کہ اس سلسلہ میں کوئی نقل تو نہیں جانتا مگر میرے نزدیک جو چیز ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ اگر چھونا رومال کے کنارے سے ہو اور رومال اس طرح ہو کہ اوڑھنے والے کی حرکت سے حرکت کرتا ہو تو جائز نہیں ہونا چاہیے۔ اور اگر اس کی حرکت سے حرکت نہ کرتا ہو تو جائز ہونا چاہیے۔ چونکہ فقہاء نے اول صورت میں اس کا اعتبار کیا ہے۔ دوسری میں نہیں۔ چنانچہ انھوں نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے نماز پڑھی اور اس کے سر پر پگڑی ہے جس کا ایک کنارہ ناپاک ہے اگر وہ اس کنارہ کو ڈال دے اور اس کی حرکت سے وہ حرکت کرتا ہو تو نماز نہیں ہوگی۔ (انتہی)

س: کیا بچوں کو قرآن پاک دینا جائز ہے حالانکہ وہ عموماً بے وضو ہوتے ہیں اور پاکی سے دور ہوتے ہیں؟

ج: کہا گیا ہے کہ مکروہ ہے اور گناہ دینے والے کے ذمہ ہے جیسا کہ بچہ کو زیور پہنانا اور شراب پلانا اور ریشم پہنانا اور پازیب پہنانا۔ اور قضاء حاجت کے وقت اس کو قبلہ رُخ بٹھانا وغیرہ وغیرہ۔ جو چیزیں مردوں کے لیے حرام ہیں وہ بچوں کو کرانا بھی ممنوع ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ بچوں کو قرآن دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اس لیے کہ نہ دینے کی صورت میں حفظ قرآن کی تضییع ہے اور ان کو باوضو رہنے کا حکم دینے میں حرج ہے۔ یہی صحیح قول ہے۔ (کما فی الہدایہ)

س: کیا جنبی کے لیے قرآن کو دیکھنا جائز ہے؟

ج: جائز ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے اس لیے کہ جنابت نے آنکھ میں حلول نہیں کیا ہے۔ (کمافی جامع الرموز وغیرہ)

س: کیا دشمن کے ملک میں قرآن لے کر جانا جائز ہے؟

ج: دشمن کی سرزمین میں سفر کے وقت قرآن ساتھ لے جانا جائز نہیں ہے مگر

ایسے لشکر کے ساتھ جائز ہے جو مامون ہو کفار کے غلبہ سے۔ تبیین شرح کنز میں ہے کہ چونکہ ایسی صورت میں گویا قرآن کریم کو استخفاف کے لیے پیش کرنا ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کہ دشمن کے ملک میں قرآن سفر میں نہ لے جاؤ کی یہی مراد ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ ممانعت ابتداء اسلام میں تھی جبکہ قرآن کریم کے نسخے کم تھے اور پڑھنے والے بھی کم تھے۔ اس وقت بعض قرآن کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ تھا مگر جب مصاحف اور قراء کثیر ہو گئے تو یہ ممانعت منسوخ ہو گئی۔ قول اوّل اصح اور احوط ہے۔ (کذافی کشف الرقایہ)

س: کیا قرآن کریم کو بوسہ دینا جائز ہے؟

ج: جائز ہے۔ یہ عمل صحابہ سے بھی نقل کیا گیا ہے۔ خزانۃ الروایات میں فتاویٰ صوفیہ سے منقول ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے متعلق نقل کیا گیا کہ آپ ہر روز صبح کو قرآن اٹھاتے، اس کو بوسہ دیتے، اپنے چہرے سے ملتے۔ (انتہیٰ) قنیہ میں مجد الائمہ ترجمانی سے باب ما یتعلق بالمقابر میں اور شرح جامع صغیر میں ہے کہ دیانۃ کا بوسہ استلام کے وقت حجر اسود کا بوسہ اور قرآن کا بوسہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ہر صبح قرآن ہاتھ میں لیتے، اس کو بوسہ دیتے اور فرماتے کہ میرے پروردگار کا عہد اور حکم نامہ ہے۔ (انتہیٰ)

س: قرأۃ قرآن حضور پر درود بھیجنے سے افضل ہے یا درود بھیجنا قرأۃ سے افضل ہے؟

ج: قرآن افضل اذکار میں سے ہے اس لیے کہ وہ اللہ کا کلام ہے جیسا کہ حصن حصین میں ہے مگر وہ اوقات جن میں نماز مکروہ ہے مثلاً صبح کی نماز کے بعد سے طلوع شمس تک ان میں تسبیح دعاء اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا افضل ہے قرآن کریم کی تلاوت سے۔ سلف ان اوقات میں تسبیحات پڑھتے تھے

تلاوت نہیں کرتے تھے بقالی نے یہی جواب دیا ہے فتاویٰ عالمگیری میں غرائب سے یہی نقل کیا گیا ہے۔

س: کیا طواف کرتے ہوئے قرآن کریم کی تلاوت جائز ہے؟

ج: مکروہ ہے چونکہ بوقت طواف ادعیہ جات منقول ہیں نہ کہ قرأت قرآن۔ (کذافی العالمگیریہ من الملتقط)

س: کیا قرآن کو فارسی زبان میں لکھنا جائز ہے؟

ج: ایک دو آیت فارسی میں لکھنا جائز ہے زیادہ نہیں۔ (کذافی الدر المختار فی فصل صفۃ الصلوٰۃ)

س: کیا قرآن کریم کی تعلیم پر اجرت لینا جائز ہے؟

ج: جائز ہے۔ نصاب الاحتساب میں ہے کہ ذخیرہ میں مذکور ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت طلب کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ تعلیم قرآن باب احتساب میں سے ہے یعنی ان افعال میں سے ہے جن پر ثواب ملتا ہے اور فعل احتساب پر اجرت واجب نہیں ہوتی مگر فتویٰ ہمارے زمانہ میں اجرت کے واجب ہونے پر ہے اور اجارہ کے جواز پر ہے۔ چونکہ امور دینیہ میں تکاسل ظاہر ہو چکا اور بیت المال سے پڑھانے والوں کے وظائف ختم ہو گئے۔ مالداروں میں مروت کی کمی ہو گئی اور سلف کے زمانہ میں ہمارے علماء نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ چونکہ ثواب کے حصول پر ان کا حرص قوی تھا۔ (انتہی)

س: کیا قید خانوں اور مقابر کے سرہانے حصول مال کی خاطر قرآن پڑھنا جائز ہے؟

ج: مکروہ ہے۔ (کذافی خزینۃ الروایات عن مفید المستفید)

س: کیا قرآن کو الٹا پڑھنا (بایں طور کہ ایک سورہ پڑھے پھر اس سے پہلے والی سورہ پڑھے علیٰ ہذا القیاس) جائز ہے؟

ج: مکروہ ہے۔ حضرت عبداللہ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ ایسا شخص اُلٹے دل والا ہے۔ (کذافی منیہ)

س: رواج ہے کہ ختم قرآن کے وقت معوذتین کے بعد سورہ بقرۃ کو مفلحون تک پڑھتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

ج: یہ مستحب ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ ایک شخص نے نماز میں پہلی رکعت میں معوذتین پڑھا تو بعض علماء فرماتے ہیں کہ دوسری رکعت میں فاتحہ اور سورہ بقرۃ کا کچھ حصہ پڑھے تاکہ وہ حال مرتحل ہو جائے۔ (یعنی حالا مرتحلا) یعنی ختم کر کے فوراً شروع کرنے والا ہو جائے۔ بعض نے کہا ہے کہ دوسری رکعت میں قل اعوذ برب الناس دوبارہ پڑھے اور خزانۃ الروایات میں ذخیرہ سے ہے اور ذخیرہ میں فتاویٰ سمرقندی سے ہے کہ جو شخص قرآن کریم کا نماز میں ختم کرے تو جب رکعت اولیٰ میں معوذتین پڑھ چکے تو رکوع کرے پھر دوسری رکعت میں کھڑا ہو جائے اور سورہ فاتحہ پڑھ کر سورہ بقرۃ میں سے کچھ پڑھے اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگوں میں بہترین شخص حال مرتحل ہے یعنی جو ختم کر کے فوراً شروع کر دے۔

س: کیا ختم قرآن کے وقت سورہ اخلاص تین مرتبہ پڑھنا مستحب ہے؟

ج: بعض مشائخ کے نزدیک مستحب نہیں ہے۔ مشائخ عراق نے اس کو مستحب سمجھا ہے مگر یہ کہ ختم فرض نماز میں ہو تو سورہ اخلاص کو مکرر نہ کرے۔ (کذا فی العالمگیریہ)

س: اگر آیت سجدہ کے ہجے کیے تو کیا سجدۂ تلاوت واجب ہو گیا؟

ج: واجب نہیں ہوا مگر یہ کہ آیت سجدۃ کی تلاوت کرے۔ (کذا فی البحر الرائق)

س: کافر سے آیت سجدہ سنی تو کیا سجدہ واجب ہو گیا؟

ج: واجب ہو گیا اس لیے کہ وجوب کا سبب پڑھنے والے کے حق میں تلاوت ہے اور سننے والے کے حق میں سننا ہے اور سننا پایا گیا اسی وجہ سے چھوٹے بچے سے سن کر یا مجنون اور حائضہ اور نفساء سے آیت سجدہ سن کر سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے۔ بعض نے کہا کہ بچے اور مجنوں سے سن کر سجدہ

واجب نہیں ہوتا۔ (کذافی تبیین الحقائق)

س: سونے والے نے سوتے ہوئے آیت سجدہ پڑھی پھر اسے بتلایا گیا تو کیا اس پر سجدۂ تلاوت واجب ہے؟

ج: امام سرخسیؒ کے نزدیک واجب نہیں ہوتا ہے اور بعض اقوال میں واجب ہو جاتا ہے۔ یہ ان مسائل میں سے ہے جن میں سونے والا جاگنے والے کے مانند ہے۔ ایسے مسائل پچیس ہیں جو اشباہ میں مذکور ہیں۔ علامہ حمویؒ نے غمز عیون البصائر میں فرمایا کہ میرے نزدیک وجوب کا قول صحیح ہے، چونکہ امر عبادت میں احتیاط کا تقاضہ یہی ہے، جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے اور فتاویٰ عالمگیری میں نصاب سے منقول ہے کہ یہی اصح ہے۔

س: اگر سونے والے سے آیت سجدہ سنی تو کیا سننے والے پر سجدہ واجب ہے؟

ج: واجب ہے۔ یہی صحیح ہے۔ (کمافی المضمرات)

س: سواری پر بیٹھے ہوئے آیت سجدہ پڑھی تو کیا اشارہ سے سجدہ کرنا جائز ہے؟

ج: قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ درست نہ ہو اس لیے کہ سجدۂ تلاوت واجب ہے۔ لہٰذا بغیر عذر کے اشارہ سے جائز نہ ہوگا مگر علماء نے استحساناً جائز قرار دیا ہے چونکہ تلاوت ایک دائمی امر ہے بمنزلہ نفل کے پس نیچے اترنے کو شرط قرار دینے میں حرج ہے۔ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ سجدہ چوپایہ پر بیٹھے ہوئے واجب ہو اور اگر سجدہ زمین پر بیٹھے ہوئے واجب ہوا تو سواری کی حالت میں اشارہ سے سجدہ کافی نہ ہوگا اس لیے کہ جو چیز کامل واجب ہوئی ہو اس کو ناقص ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ (کذافی البحر الرائق)

س: چوپایہ پر بیٹھے ہوئے ایک آیت سجدہ چند مرتبہ پڑھی اور چوپایہ کے پیچھے ایک شخص ہے جو اسے ہنکار رہا ہے وہ بھی آیت سجدہ سن رہا ہے تو کیا ایک سجدہ کافی ہے یا جتنی بار اس نے پڑھا اتنی مرتبہ واجب ہے؟

ج: پڑھنے والے کے لیے ایک سجدہ کافی ہے چونکہ اس کی مجلس ایک ہے اور سننے

والے پر سب سجدے واجب ہیں (جتنی مرتبہ بھی اس آیت سجدہ کو سنے)
(کذافی فتاویٰ قاضی خاں)

س: اگر حائضہ عورت آیت سجدہ پڑھے تو کیا اس پر بھی سجدہ واجب ہے؟

ج: واجب نہیں ہے چونکہ جب اس سے فرض ساقط ہو گیا دفع حرج کے لیے پس واجب جو فرض سے کم درجہ کا بطریق اولیٰ ساقط ہو جائے گا۔ (کذافی النافع)

س: سجدۂ تلاوت میں کیا پڑھا جائے؟

ج: یوں پڑھے سبحان ربنا ان کان وعد ربنا لمفعولا اور اصح یہ ہے کہ وہ تسبیح کہے جو نماز کے سجدہ میں کہی جاتی ہے۔ (کذافی الکفایہ عن المبسوط)

س: طوطی سے آیت سجدہ سنی تو کیا سجدۂ تلاوت واجب ہے؟

ج: واجب نہیں ہے یہی مختار ہے۔ (کذافی فتاویٰ عالمگیری)

س: پورا قرآن ایک ہی مجلس میں ایک شخص نے ختم کیا تو ایک سجدہ واجب ہوگا یا چودہ؟

ج: چودہ سجدے واجب ہوں گے نہ کہ ایک۔ (کذافی السراجیہ)

س: جب سجدہ کا ارادہ کرے تو بیٹھا ہوا ہی کرے یا کھڑا ہو کر کرے؟

ج: افضل کھڑے ہو کر کرنا ہے۔ یہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ (کذافی تبیین الحقائق)

س: آیت سجدہ فارسی میں پڑھی تو کیا سننے والے پر سجدہ واجب ہے؟

ج: امام صاحبؒ کے نزدیک مطلقاً واجب ہے۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک تفصیل ہے۔ اگر سامع کو یہ معلوم ہے کہ یہ شخص قرآن پڑھ رہا ہے تو واجب ہے ورنہ نہیں۔ مگر صحیح قول یہ ہے کہ بالاتفاق واجب ہے۔ (کذافی فتاویٰ عالمگیر عن محیط السرخسی)

س: جب سجدۂ تلاوت کا ارادہ کرے تو کیا پہلے تکبیر کہے؟

ج: جی ہاں۔ شروع اور آخر دونوں جگہ تکبیر کہے۔ یہی مختار ہے۔ (کمافی جامع المضمرات)

اور حسن نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت بیان کی ہے کہ شروع میں تکبیر کہے آخر میں نہیں۔ ایک قول ہے کہ شروع میں تکبیر کہنا سب کے نزدیک ہے اور آخر میں امام محمدؒ کے نزدیک تکبیر کہے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تکبیر نہ کہے۔ (کذا قال البرجندی)

س: آیت سجدہ طلوع شمس کے وقت پڑھی تو کیا یہ جائز ہے کہ غروب شمس یا اور کسی وقت مکروہ میں اس کو ادا کر لے؟

ج: صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے۔ (کذا فی مطالب المومنین عن عیون المسائل) ایک قول یہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ چونکہ جب دن چڑھ گیا تو وہ شخص ادائے کامل پر قادر ہو گیا لہٰذا اوقات مکروہہ میں ادا نہیں کیا جائے گا۔ شیخ ابو بکر محمد ابن فضل نے اسی کا فتویٰ دیا ہے۔ قاضی خاں نے اپنے فتاویٰ میں کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ جائز نہیں ہے۔

س: کیا سجدہ کو آیت سجدہ کی تلاوت سے موخر کرنا جائز ہے؟

ج: کہا گیا ہے کہ نماز میں تو مؤخر کرنا مکروہ ہے اور نماز سے خارج میں ایسا کرنا مکروہ نہیں ہے۔ اور امام طحاویؒ نے ذکر فرمایا ہے کہ تاخیر کرنا مطلقاً مکروہ ہے۔ یہی اصح ہے مگر ظاہر یہ ہے کہ خارج صلوٰۃ تاخیر کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (کذا فی البحر الرائق)

س: آیت سجدہ کو رکوع یا سجدہ میں پڑھی تو کیا سجدہ واجب ہے؟

ج: واجب نہیں ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اس پر سجدۂ تلاوت لازم نہیں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت تو واجب ہوا لیکن رکوع یا سجدہ ہی میں ادا ہو گیا۔ (کذا فی الظہیریہ) مصنف علام فرماتے ہیں کہ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ سجدۂ تلاوت کو رکوع یا سجدہ میں ادا کرنا نیت پر موقوف نہیں ہے۔ (یعنی یہ کہ اگر نیت کی تو ادا ہو گا ورنہ نہیں) مگر اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

س: ایک شخص کے ذمہ بہت سے سجدہ ہو گئے وہ ان کا پے در پے ادا کرنا چاہتا ہے
تو کیا تعیین کی نیت کرنا ضروری ہے؟

ج: ضروری نہیں ہے۔(کذا فی الدر المختار)

س: کیا سجدۂ تلاوت کے لیے نماز کے علاوہ کار کوع بھی کافی ہے۔

ج: جی ہاں خارج صلوٰۃ رکوع بھی اس کے لیے کافی ہوگا ظاہر روایت میں۔(کذا
فی الدر المختار من الیر دبیہ)

س: ایک شخص نے آیت سجدہ پڑھی مگر حرف سجدہ نہیں پڑھا تو کیا سجدۂ تلاوت
واجب ہو جائے گا۔

ج: واجب نہیں ہوگا یہی حکم اس وقت ہے جبکہ صرف حرف سجدہ پڑھے اور
اس کے ساتھ اکثر آیت نہ پڑھے۔ خزانۃ الروایات میں فتاوٰی غیاثیہ سے
منقول ہے کہ حرف سجدہ کے ساتھ نصف آیت سے زیادہ ضروری ہے
سجدہ کے وجوب کے لیے عام اثر ہیں کہ بعض آیت سے زیادہ حرف سجدے
پہلے پڑھے یا بعد میں پڑھے۔(انتہی)

س: پڑھنے والے کی مجلس تو بدل گئی مگر سامع کی مجلس نہیں بدلی تو کیا سامع پر
متعدد سجدے واجب ہوں گے؟

ج: متعدد سجدے سامع پر واجب نہیں ہوں گے اسی پر فتویٰ ہے۔(کذا فی السراجیہ)

فائدہ: ہم اس جگہ اختلاف مجلس کا مسئلہ اور اس کی جزئیات ذکر کرتے ہیں۔ چونکہ
یہ مسئلہ متعلق ہے سو جاننا چاہیے کہ مجلس مختلف نہیں ہوتی خواہ کتنی ہی طویل ہو جائے
خواہ کھانا کھالے خواہ پانی پی لے یا کھڑا ہو جائے یا چل پڑے ایک دو قدم یا اسی طرح
سواری پر سوار تھا اور نیچے اتر جائے یا نیچے کھڑا تھا اور سواری پر سوار ہو جائے یا گھر
یا مسجد کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ میں چلا جائے مگر یہ کہ گھر بڑا ہو جیسے
بادشاہ کا گھر ہوتا ہے اور مسجد کا ہر وہ حصہ جس میں اقتدا صحیح ہو وہ مکان واحد کے
منزلہ میں سمجھا جائے گا۔ نیز کشتی کا چلنا مجلس کو ختم نہیں کرتا۔ بخلاف چوپایہ کے

چلتے کے کہ اس سے مجلس منقطع ہو جاتی ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک شاخ پر آیت سجدۂ تلاوت کی پھر دوسری شاخ پر بیٹھ کر وہی آیت پڑھی تو اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ صحیح قول ہے کہ وجوب مکرر ہو جائے گا ایسے ہی اگر آیت سجدہ کپڑے بُنتے (دانولی چلانے) کے وقت متعدد مرتبہ پڑھی یا رہٹ چلاتے وقت یا گیہوں گاہنے کے وقت پڑھی تب بھی یہی حکم ہے۔ اور وہ شخص جو حوض میں تیرتے ہوئے آیت سجدہ بار بار پڑھ رہا ہو تو امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر حوض کی لمبائی چوڑائی مسجد جتنی ہو تو سجدہ کا وجوب مکرر نہیں ہوگا مگر صحیح قول یہ ہے کہ وجوب مکرر ہوگا۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ایسا ہی ہے اور اگر کوئی شخص دوران تلاوت تسبیح و تہلیل میں مشغول ہو گیا تو مجلس کا حکم منقطع نہیں ہوگا اور اگر آیت سجدہ پیدل چلتے ہوئے بار بار پڑھی تو ہر مرتبہ پڑھنے سے سجدہ واجب ہو جائے گا۔ ایسے ہی اگر پن چکی میں چکی کے ارد گرد پڑھا (حوال الرحی فی الطاحونۃ) تب بھی یہی حکم ہے۔ یہی صحیح ہے۔ (کذا فی فتاوی عالمگیر بحوالہ محیط السرخسی اور فتاوی عالمگیری میں مجلہ سرخسی سے منقول ہے کہ اگر درمیان میں عمل کثیر کر لیا یعنی طور کہ خوب کھانا کھا لیا خوب پی لیا یا کروٹ پر سو گیا یا بیع و شراء کی یا اس کے مثل کوئی اور کام کیا تو مجلس منقطع ہو جائے گی۔ ایسے ہی اگر نکاح کیا دو کلموں سے زیادہ تکلم کیا یا عورت نے بچہ کو دودھ پلایا تو بھی مجلس منقطع ہو جائے گی۔ ایک رکعت سے دوسری رکعت کی طرف منتقل ہونے سے امام محمدؒ کے نزدیک مجلس بدل جائے گی بخلاف امام ابو یوسف کے۔ (کذا فی فتح القدیر) اگر بیٹھے بیٹھے سو گیا تو مجلس منقطع نہیں ہوگی۔ (کذا فی بحر الرائق) ایسے ہی محض کھڑا ہونے سے مجلس منقطع نہیں ہوتی۔ (کذا فی الہدایہ)

مایتعلق بالمساجد ومایفعل فیھا ومالایفعل

(مسجد سے متعلق مسائل کہ اس میں کیا کیا جائے کیا نہ کیا جائے)

مسئلہ: ایک شخص مسجد میں داخل ہوا مؤذن اذان دے رہا ہے تو کیا آنے والا بیٹھ

جائے یا کھڑے ہو کے انتظار کرتا رہے۔

ج: مستحب یہ ہے کہ بیٹھ جائے پھر تکبیر کے وقت کھڑا ہو۔(کذافی السراجیہ)

س: ایک شخص مسجد میں آیا اس حال میں کہ اس سے جماعت فوت ہو چکی ہے تو کیا لوٹ جائے یا مسجد میں داخل ہو جائے؟

ج: اگر جماعت کے ساتھ نماز کے ارادہ سے آیا اور جماعت نہ ملی تو مستحب یہ ہے کہ واپس نہ جائے بلکہ مسجد میں داخل ہو جائے اور اپنی تنہا نماز پڑھ لے تاکہ مسجد کا ثواب حاصل ہو سکے۔(کذافی جامع الرموز وغیرہ)

س: کیا مسجد میں دنیوی باتیں کرنا جائز ہے؟

ج: مسجد میں دنیوی باتیں کرنے کے لیے بیٹھنا بالاتفاق حرام ہے چونکہ مسجد اس کام کے لیے نہیں بنائی گئی۔(کذافی مجمع البرکات)اور دنیوی باتوں کے علاوہ کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ دنیوی کلام مباح مسجد میں جائز ہے کلام منکر جائز نہیں ہے۔ مثلاً دنیوی جھوٹے قصے کہانیاں، فتاویٰ عالمگیری میں تمر تاشی سے منقول ہے کہ مسجد میں کلام مباح جائز ہے اگرچہ بہتر اللہ کے ذکر میں مشغول ہونا ہے۔اور خزانۃ الفقہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں کلام دنیوی مطلقاً حرام ہے چنانچہ اس میں فرمایا گیا ہے کہ مسجد میں دنیوی بات نہ کرے ایسے ہی سراجیہ میں ہے۔اسی طرح خریدنا، بیچنا، گمشدہ چیز کا اعلان کرنا، شعر کہنا وغیرہ مسجد کی تعظیم کے پیش نظر حرام ہیں مگر غیر معتکف کے لیے۔معلوم ہوا کہ معتکف کے لیے جائز ہیں۔اس باب میں سخت احادیث اور وعید کی روایات وارد ہوئی ہیں۔ابن حبان نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے کہ آخر زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے جن کی باتیں مسجد میں ہوا کریں گی۔اللہ کو ایسے لوگوں کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ اس میں غیر معتکف کے لیے بیع وشراء اور گمشدہ چیز کا اعلان کرنا بھی داخل

ہو گیا۔
رہ گئی وہ حدیث کہ جس شخص نے مسجد میں دنیوی بات کی تو اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کو ضائع فرما دیتے ہیں۔ علامہ صغانی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے ایسے ہی وہ حدیث جس میں آیا ہے کہ مسجد میں بات کرنا نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسا کہ چوپایہ گھاس کو کھالیتا ہے۔ اس کے متعلق فیروز آبادی نے فرمایا کہ یہ روایت نہیں پائی گئی۔ (کذافی موضوعات الشوکانی)

ابو داؤدؒ نے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ مسجد میں قصاص لیا جائے یا اس میں اشعار پڑھے جائیں یا اس میں حد قائم کی جائے۔ امام ترمذیؒ نے روایت بیان کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب میری امت پندرہ کام کرنے لگے گی تو اس پر بلائیں نازل ہوں گی۔ سوال کیا گیا یا رسول اللہ وہ پندرہ چیزیں کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اذا کان المغنم دولا۔ جبکہ مال غنیمت کو دولت بنا لیا جائے، اور امانت کو مال غنیمت سمجھا جائے، اور زکوٰۃ کو ڈانڈ (تاوان) سمجھا جائے، اور مرد بیوی کی اطاعت کرنے لگے، اور ماں کی نافرمانی کرنے لگے، اپنے دوستوں کے ساتھ بھلائی کرنے لگے، اور باپ پر ظلم کرنے لگے، اور مسجد میں شور و شغب ہونے لگے، اور قوم کا سردار کمینہ شخص بن جائے، اور شریف لوگ اس کے ڈر کی وجہ سے اس کی تعظیم کریں، اور شراب پی جانے لگے، اور ریشم پہنا جانے لگے، اور گانے بجانے کے آلات اختیار کیے جائیں، اور امت کے بعد کے لوگ پہلوں پر لعنت کرنے لگیں۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں شور و شغب کرنے کو بلاء اور مصیبت، کے اسباب میں شمار کرایا تو اس کی قباحت میں کوئی شک و شبہ نہیں رہتا۔

یہاں یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ مسجد میں شور و شغب کرنے کو علامات

قیامت میں سے قرار دینے سے اس کا قبیح ہونا لازم نہیں آتا چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور ظہور مہدیؒ کو بھی علامات قیامت میں ذکر فرمایا ہے حالانکہ یہ دونوں چیزیں قبیح نہیں ہیں۔ اعتراض اس لیے نہیں ہو سکتا کہ محقق اللہ داد جونفوری نے ہدایہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ خروج عیسیٰ وغیرہ افعال عباد میں سے نہیں ہیں لہٰذا ان کا شنیع ہونا لازم نہیں آتا اور جو چیزیں علامات قیامت میں شمار کرائی گئی اور وہ بندوں کے افعال میں سے ہیں وہ قبیح ہیں اور مسجد میں شور و شغب بندوں کے افعال میں سے ہے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میری امت یہ کام کرنے لگے۔

خلف بن ایوب ایک روز مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے پاس کچھ پوچھنے کے لیے ایک لڑکا آیا تو کھڑے ہو گئے اور مسجد سے باہر نکل گئے اور باہر نکل کر اس کو جواب دیا۔ خلف ابن ایوب سے اس کے متعلق پوچھا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں فرمایا تو فرمایا کہ میں نے کبھی دنیا کی بات مسجد میں نہیں کی۔

اور ملا محمد جیون امیٹھوی نے تفسیرات احمدیہ میں فرمایا ہے کہ باری تعالیٰ کے قول ان المساجد للّٰہ فلاتدع مع اللّٰہ احداً کی مختلف تفسیریں ہیں مگر واضح تفسیر یہ ہے کہ یہ آیت مسجد میں دنیوی باتوں کے منع کرنے کے لیے نازل ہوئی اور کیوں نہ ہو کہ مساجد اللہ کے گھر ہیں۔ اللہ نے ان کی اضافت اپنی طرف فرمائی ہے اور جو شخص مساجد کو ویران کرے اللہ نے اس کو ظالم کہا ہے۔

پس حاصل کلام یہ ہے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے تو اس کے لیے لائق یہ ہے کہ مسجد میں اطاعت کے لیے بیٹھے اس کے علاوہ کسی کو نہ پکارے چونکہ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور مسجد میں دنیوی باتیں نہ کرے مگر مجبوری کی حالت میں۔

س: کیا مسجد کے اوپر پیشاب پاخانہ کرنا جائز ہے؟

ج: یہ بات تعظیم کے خلاف ہے اور عظمت کی شان کا یہ مقتضی نہیں ہے۔ (کذا فی الوجیز)

س: کیا ذمی مسجد حرام یا کسی دوسری مسجد میں داخل ہو سکتا ہے؟

ج: امام مالکؒ کے نزدیک کسی مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا اس لیے کہ ذمی جنابت سے خالی نہیں ہوتا اور جنبی کے لیے مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک صرف مسجد حرام میں داخل نہیں ہو سکتا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انما المشرکون نَجَسٌ فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا۔ اس سال سے مراد وہ سال ہے جس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں سورۂ برأت کا اعلان فرمایا اور یہ ۹ھ ہجری کا واقعہ ہے۔ (کذا فی معالم التنزیل)

ہمارے نزدیک ہر مسجد میں داخل ہونا جائز ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے اس لیے کہ گندگی تو ان کے اعتقاد میں ہے۔ اس سے مسجد کا ملوث ہونا لازم نہیں آتا اور ان کا جنبی ہونا غیر متیقن ہے اور آیت شریفہ دخول علی سبیل الاستعلاء کی ممانعت پر محمول ہے کہ غلبہ کے طریقہ پر وہ مسجد حرام میں اس کے بعد داخل نہ ہوں۔ یا یہ کہا جائے کہ ان کو مسجد حرام میں ننگے بدن طواف کرنے سے منع کیا گیا جیسا کہ ان کی عادت تھی کہ مرد دن میں ننگے ہو کر طواف کرتے تھے اور عورتیں رات کو اور یوں کہتے تھے کہ ہم اس لباس میں کیسے طواف کریں جس میں گناہ کرتے ہیں۔

یا یوں کہا جائے کہ آیت کریمہ اس سال کے بعد ان کے دخول کو حرام نہیں کر رہی ہے بلکہ اس سے مسلمانوں کو بشارت دیتا ہے کہ وہ اس سال کے بعد مسجد حرام میں داخل ہونے پر قادر نہیں ہو سکیں گے۔ (کذا فی شرح الوقایہ والہدایہ)

س: کیا مساجد پر سونے چاندی کا ملمع کر کے مزین کرنا جائز ہے؟

ج: ایک قول یہ ہے کہ مکروہ ہے اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

علامات قیامت میں سے مساجد کو مزین کرنا ہے جیسا کہ الہ داد جونپوری نے ہدایہ کے حاشیہ میں اس کی تصریح کی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ایسا کرنا ثواب کی چیز ہے اس لیے کہ اس میں مسجد کی تعظیم ہے۔ ہمارے نزدیک بھی اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور کراہیہ کو تکلفات پر محمول کیا گیا ہے کہ باریک نقش و نگار نکالے جائیں۔ خصوصاً محراب اور دیوار قبلہ میں یا کراہت کا محل یہ ہے کہ نماز چھوڑ دی جائے اور مساجد کو مزین کر دیا جائے یا مسجد کو اس کا حق نہ دیا جائے اور مزین کر دیا جائے۔ (کذا فی فتح القدیر)

س: ایک صحیح سلامت مسجد ہے کیا لوگوں کے لیے یہ جائز ہے کہ اس کو گرا کر پہلے سے مضبوط تعمیر کریں؟

ج: جائز نہیں ہے جب تک کہ اس کے گرنے کا خوف نہ ہو جب کہ گرنے کا اندیشہ ہو تو فقط اہل محلہ کے لیے اس کو گرا کر اپنے مال سے مضبوط بنانا جائز ہے۔ وقف کے مال سے ایسا کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ (کذا فی السراج المنیر عن نوادل ابراہیم شاہی)

س: ایک ناپاک مسافر کا گذر مسجد کے پاس سے ہوا اور مسجد میں پانی کا کنواں وغیرہ ہے یا مسجد میں کسی برتن میں پانی رکھا ہوا ہے اور وہ اس کے علاوہ پانی نہیں پاتا تو مسجد میں کیسے داخل ہو اس لیے کہ جنبی کے لیے تو مسجد میں داخل ہونا حرام ہے۔

ج: اس کے لیے واجب یہ ہے کہ مسجد میں داخل ہونے سے پہلے تیمم کر لے تاکہ مسجد میں داخل ہونے کے وقت جنبی نہ رہے۔ (کذا فی النافع)

س: کسی کو مسجد میں احتلام ہوا اور بارش وغیرہ کی وجہ سے وہ فوراً مسجد سے نہیں نکل سکا تو کیا کرے؟

ج: ایسا شخص تیمم کرے تاکہ جنبی باقی نہ رہے۔ (ہندیہ)

س: کیا یہ بات جائز ہے کہ کوئی شخص مسجد میں آکر مصلی بچھا کر وضو وغیرہ کے لیے چلا جائے تاکہ کوئی دوسرا اس جگہ نہ بیٹھ جائے۔

ج: جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (کمافی نصاب الاحتساب فی باب الاحتساب فی المنکرات)

س: کیا مسجد میں ہوا خارج کرنا جائز ہے؟

ج: ایسے شخص کے بارے میں جو مسجد میں ہوا خارج کرے اختلاف ہے۔ بعض نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا ہے۔ بعض نے فرمایا ہے کہ مسجد میں ہوا خارج نہ کرے بلکہ جب ضرورت ہو تو مسجد سے باہر چلا جاوے، یہی اصح ہے۔ تمرتاشی کی شرح جامع صغیر میں ایسا ہی ہے۔ یہی علامہ حموی نے ان سے اشباہ کے حاشیہ میں احکام مسجد کی بحث میں نقل فرمایا ہے۔

س: ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور سنت یا فرض نماز پڑھی تو کیا یہ تحیۃ المسجد کی نماز سے کفایت کرے گا؟

ج: جی ہاں یہ تحیۃ المسجد کے لیے کافی ہے۔ تنویر الابصار میں ایسا ہی ہے اور یہ اس قاعدہ کی فرع ہے کہ جب ایک جنس کے دو امر جمع ہو جائیں اور دونوں کا مقصود مختلف نہ ہو تو ایک دوسرے میں داخل ہو جاتا ہے۔ اسی قاعدہ کی فروع میں سے ہے کہ اگر عورت پر جنابت اور حیض دونوں جمع ہو جائیں تو ایک ہی غسل کافی ہے۔ ایسے ہی اگر نماز میں آیت سجدہ پڑھی اور فوراً رکوع کر دیا تو کافی ہے۔ ایسے ہی اگر چند مرتبہ زنا کیا تو ایک ہی حد کافی ہے۔ (کذافی الفن الاول فی الاشباہ) اس میں اور بھی بہت سی فروعات مذکور ہیں۔ مثلاً اگر دو جنازے بیک وقت آجائیں تو ایک نماز دونوں کے لیے کافی ہے۔

س: کیا مسجد کی چھت پر چڑھنا جائز ہے؟

ج: مکروہ ہے۔ اسی وجہ سے سخت گرمی میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مسجد کی چھت پر مکروہ ہے مگر جبکہ مسجد تنگ ہو جائے۔ (کذافی نصاب الاحتساب عن الحجۃ)

مایجب علی الناس من الاخبار وقبول الاخبار

(انسان پر کونسی چیز کی خبر دینا اور کونسی خبر قبول کرنا واجب ہے)

س: ایک شخص نے نوجوان کو روزہ کی حالت میں بھول کر کچھ کھاتے ہوئے دیکھا تو کیا اس پر لازم ہے کہ اس کو خبر کر دے؟ (بتلادے)

ج: جی ہاں اس پر اس کو بتلادینا واجب ہے اور نہ بتلانا مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں اگر بھول کر کھانے والا بوڑھا ہو تو بہتر یہ ہے کہ اس کو نہ بتلائے اس لیے کہ روزہ دار بھول کر جو کھا رہا ہے وہ گناہ نہیں ہے لہٰذا چپ رہنا بھی گناہ نہ ہوگا اور بڑھاپا یہ کمزوری کا زمانہ ہے وہ کھا کر مزید عبادت پر قادر ہوگا۔ (کذافی البحر الرائق)

س: ایک شخص بھول کر روزہ کی حالت میں کھا رہا تھا اس سے کسی نے بتلادیا کہ تمہارا تو روزہ ہے وہ بدستور کھاتا رہا تو کیا اس پر کفارہ واجب ہوگا؟

ج: اس پر قضا واجب ہے کفارہ نہیں اس لیے کہ ایک شخص کا قول دیانات کے باب میں قضاء کے حق میں تو حجت ہے کفارہ کے حق میں نہیں۔ (کذافی جامع المضمرات عن النصاب)

س: ایک شخص نے کسی کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جس کے کپڑے پر ایک درہم سے زائد نجاست لگی ہوئی ہے کیا اس پر بتلانا واجب ہے؟

ج: اگر دیکھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ وہ اس کے بتلادینے سے اس کو دھلے گا تو بتلانا ضروری ہے اور اگر یہ اندیشہ ہے کہ وہ اس کے کہے کی پروا نہیں کرے گا تو جائز ہے کہ نہ بتلائے۔ (کذافی نصاب الاحتساب فی الباب السادس والاربعین)

مایتعلق بالغیبۃ واللعنۃ وغیرھما

(غیبت اور لعنت وغیرہ کے متعلق مسائل کا باب)

س: کیا فاسق کے لباس اور کھانے اور پینے کے متعلق غیبت کرنا جائز ہے؟

ج: جائز نہیں۔ احیاء العلوم نزہۃ المجالس اور سیرۃ احمدیہ میں اس کی تصریح ہے ہاں امور فسق میں غیبت جائز ہے چنانچہ فقیہ ابو اللیث نے فرمایا ہے کہ فاسق کی غیبت کرنا جائز ہے تاکہ لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں اور اس کے ضرر پر مطلع ہوں۔ مصنف علام فرماتے ہیں کہ فاسق کی غیبت کے لیے اتنی بات کافی نہیں ہے مگر یہ کہ وہ فاسق خفی ہو یعنی جس کا فسق پوشیدہ ہو اور ایسا فاسق جس کا فسق ظاہر ہو اس کے حق میں وجہ مذکور درست نہیں ہے۔ اسی وجہ سے جو دونوں کو شامل ہو یہ ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فاسق کو محبوب نہیں رکھتا اس لیے اس نے اپنے بندوں کو اس سے محبت نہ کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کے راز فاش کرنے کو کہا ہے۔ اس کی تذلیل کی اجازت ہے تاکہ اس کو حیاء آجائے اور وہ جفاء کو ترک کردے۔

س: ترک غیبت افضل ہے یا اداء صلوٰۃ؟

ج: ترک غیبت فرض اور نوافل پڑھنے سے افضل ہے۔ اس لیے کہ غیبت کرنے میں حق حق تعالیٰ شانہ اور حق العبد کا ترک لازم آتا ہے اور ترک صلوٰۃ میں فقط اللہ کا حق ضائع ہوتا ہے۔ پس غیبت کرنا فرض اور نفل چھوڑنے سے زیادہ برا ہے اور غیبت چھوڑنا نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم میں فرمایا ہے کہ صحابہ کرام آپس میں خندہ پیشانی سے ملتے تھے اور غیبت نہیں کرتے تھے اور اس کو افضل اعمال جانتے تھے۔ وہیب مکی فرماتے ہیں کہ غیبت کا چھوڑنا میرے نزدیک دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔

س: ایسی ضیافت جہاں غیبت کی بھی ضیافت ہو (ایسی دعوت کہ جس میں غیبت کی جائے) اس کے قبول کرنے کا کیا حکم ہے؟

ج: اگر مقامِ دعوت میں یہ یقین ہو کہ غیبت کی جائے گی تو اس کو قبول کرنا جائز نہیں ہے۔ (کذا فی رد المحتار عن التاتارخانیہ) اور اگر علم نہ ہو اور دعوت میں شریک ہو جائے

اور دیکھے غیبت کا دستر خوان بچھا ہوا ہے تو اگر منع کرنے پر قادر ہو تو منع کر دے، اگر وہاں سے چلے جانے پر قادر ہو تو چلا جائے ورنہ بیٹھا رہے مگر اس کی طرف متوجہ نہ ہو۔ نقل کیا گیا ہے ابراہیم بن ادہم کسی ضیافت میں گئے۔ جب دستر خوان پر بیٹھ گئے تو ایک شخص کے متعلق لوگوں نے پوچھا جو دعوت میں نہیں آیا تھا۔ کسی نے جواب دیا کہ وہ تو موٹا ہے۔ ابراہیم بن ادہم فوراً اٹھ گئے۔ وہاں کچھ نہیں کھایا اور اس کے بعد بھی تین دن تک کچھ نہیں کھایا اور فرمایا کہ میں پیٹ کی بھوک کی وجہ سے غیبت سننے میں مبتلا ہوا لہٰذا پیٹ ہی کو سزا دوں گا اور کچھ نہیں کھاؤں گا۔ (کذا فی حمیہ الغافلین) اسی دعوت کی نظیر وہ دعوت ہے جس میں ناجائز گانا باجا ہو جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں تصریح ہے۔

س: کیا کافر ذمی کی غیبت جائز ہے؟

ج: نہیں۔ اس لیے کہ جو چیزیں ہمارے لیے جائز ہیں وہ ان کے لیے جائز ہیں اور جو ہمارے حق میں حرام ہیں وہ ان کے حق میں حرام ہیں۔ (کذا فی رد المحتار)

س: کیا بچے اور پاگل کی غیبت جائز ہے؟

ج: علامہ طحطاویؒ نے اس میں توقف فرمایا ہے۔ اور فرمایا کہ میں نے اس کا حکم نہیں دیکھا۔ اور ابن حجر نے اس کی حرمت کا یقین کیا ہے۔ (ملخصہ فی ردالمحتار)

س: کیا روزہ دار کا روزہ غیبت سے فاسد ہو جاتا ہے؟

ج: ہمارے نزدیک روزہ فاسد نہیں ہوگا اور اس باب میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ روزہ دار جس وقت غیبت کرتا ہے تو وہ مفطر ہو جاتا ہے۔ اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں اس روایت کی تخریج کی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے روزہ اور وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ جھوٹ، چغلی، غیبت، شہوۃ کے ساتھ اجنبیہ کو دیکھنا اور جھوٹی قسم۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ابن جوزیؒ

نے اس کو روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ موضوع ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ چار چیزیں روزہ دار کو مفطر بنا دیتی ہیں اور وضو کو توڑ دیتی ہیں۔ اور عمل کو ضائع کر دیتی ہیں۔ غیبت، جھوٹ، چغلی اور عورت کے ان محاسن کی طرف نظر کرنا جن کا دیکھنا حلال نہیں ہے۔

ابن ابی شیبہ نے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص روزہ دار نہیں ہے جو لوگوں کا گوشت کھاتا رہتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ دو آدمیوں نے ظہر اور عصر ایک ساتھ پڑھی اور وہ دونوں روزہ دار تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پوری فرما چکے تو آپؐ نے ان سے فرمایا۔ تم دونوں اپنا وضو اور نماز لوٹاؤ اور روزہ کو پورا کرلو مگر اس کی قضا کرنا۔ انھوں نے سوال کیا یا رسول اللہؐ! کس وجہ سے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے فلاں شخص کی غیبت کی ہے۔ (رواہ البیہقی)

مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ دو خصلتیں روزہ کو فاسد کر دیتی ہیں، غیبت اور جھوٹ۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کے پچھنے لگا رہا تھا اور وہ دونوں غیبت کر رہے تھے۔ اُدھر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ پچھنے لگانے اور لگوانے والے دونوں مفطر ہو گئے۔ یعنی دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔ اسی روایت سے بعض نے فرمایا ہے کہ پچھنے لگانا مفسد صوم ہے۔

علامہ عینی اور ابن ہمام فرماتے ہیں کہ روزہ کے فاسد ہونے کے سلسلہ میں سب روایات میں نظر ہے اور اگر ان کو صحیح مان بھی لیا جائے تو سب ماؤل ہیں یعنی ان میں تاویل کی ہوئی ہے جیسا کہ ردالمحتار اور ہدایہ میں ہے۔ اور کفایہ میں ہے، علماء کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ غیبت سے روزہ فاسد نہیں ہوتا اور خلاف اجماع پر فتویٰ غیر معتبر ہے۔ اور حدیث پاک کہ تین چیزیں روزہ کو توڑ دیتی ہیں جیسا کہ امام محبوبی نے ذکر کیا ہے۔ اور فخر الاسلام نے جامع صغیر میں کہا ہے کہ

اس سلسلہ میں وارد ہونے والی روایت کہ غیبت روزہ دار کو مفطر بنا دیتی ہے بالاجماع مؤول ہے اور اس کی تاویل دو طرح پر ہے۔

توجیہ اول وہ ہے جو بنایہ میں ہے کہ اس سے مراد ثواب کا ختم ہو جاتا ہے۔

دوسری توجیہ جو امام غزالیؒ نے بیان فرمائی کہ روزہ تین قسم کا ہے۔ ایک وہ جس میں روزہ دار کھانا پینا اور فقط جماع چھوڑ دیتا ہے۔ یہ تو عوام کا روزہ ہے۔ دوسرا وہ روزہ ہے جس میں روزہ دار مذکورہ چیزوں کے ساتھ ان چیزوں سے بھی بچتا ہے جو روزہ کو مکروہ کر دیتی ہیں مثلاً غیبت، جھوٹ وغیرہ۔ یہ خواص کا روزہ ہے اور تیسری قسم روزہ کی وہ ہے جس میں روزہ دار اپنے مولا کے علاوہ اور کسی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور اس کے ماسوا کو نہیں دیکھتا ہے۔ وہ اخص الخواص کا روزہ ہے۔ پس غیبت وغیرہ اگرچہ قسم اول کے روزہ کو تو فاسد نہیں کرتی مگر اخیر کی دونوں قسموں کے روزہ کو فاسد کر دیتی ہیں یہی حدیث سے مراد ہے۔

قلت: مصنف علام فرماتے ہیں کہ ابن ہمام نے فرمایا کہ اجماع کا قول اس مسئلہ میں ظاہریہ کے اختلاف کے اعتبار نہ کرنے کی صورت میں ہے اس لیے کہ سلف کے گذرنے کے بعد ان کا یہ اختلاف پایا گیا۔

اور ردالمحتار میں ہے کہ غیبت کی وجہ سے روزہ کا فاسد ہونا ایسی بات ہے جس کی طرف مجتہدین میں سے کوئی نہیں گیا بجز ظاہریہ کے۔ مگر ملا علی قاریؒ نے شرح مشکوٰۃ میں اور امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں تصریح کی ہے کہ غیبت کی وجہ سے روزہ کے فاسد ہونے کی طرف سفیان ثوری رحمہ اللہ گئے ہیں حالانکہ وہ مجتہدین میں سے ہیں لہٰذا ابن ہمام اور صاحب ردالمحتار کا قول صحیح نہ رہا۔

مصنف علام فرماتے ہیں کہ یہی شبہ میرے دل میں ۱۲۸۲ھ میں واقع ہوا تھا جس کو میں نے ردالمحتار کے حاشیہ پر لکھ دیا تھا۔

اور مجھے خیال ہوتا ہے کہ صحیح قول فقہاء کا ہے کہ احادیث غیبت وغیرہ سب

باطل ہیں بالا جماع اور وہ یہ کہ غیبت کی وجہ سے روزہ کے فساد کی طرف صحابہ میں سے کوئی نہیں گیا اگرچہ بعض مجتہدین متاخرین اس کے قائل ہوئے ہیں تو اجماع سے مراد اجماع صحابہ ہے یا کل کا اجماع مراد ہے مخالفین کے قول کا اعتبار نہ کرنے کی صورت میں۔ رہا ابن ہمام اور شامی کا حصر کے ساتھ کہنا کہ ارباب ظواہر کے علاوہ اور کوئی اس کا قائل نہیں۔ وہ میرے نزدیک صحیح نہیں ہے اس لیے کہ امام ثوری کا شمار مجتہدین میں ہے ان کو کوئی ظاہریہ میں سے شمار نہیں کرتا ہے۔ اور حقیقت کا حال اللہ ہی جانتا ہے مگر یہ کہ یوں کہا جائے۔ سفیان ثوری کا اختلاف سند معتبر سے ثابت نہ ہو۔

س: ایک شخص نے وضو کر کے کسی مسلمان کی غیبت کی تو اس پر وضو کا لوٹانا واجب ہے یا نہیں؟

ج: غیبت نواقض وضو میں سے نہیں ہے۔ نہ ہی اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف منقول ہے۔ ہاں غیبت کے بعد وضو کرنا مستحب ہے جیسا کہ مجمع البرکات میں ہے اس سلسلہ میں آثار اور اقوال وارد ہیں۔ ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ حدث اور ایذاء المسلم سے وضو واجب ہو جاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حدث دو قسم کے ہیں ایک حدث وہ ہے جو تیرے منہ سے ہوتا ہے اور ایک حدث تیرے سونے سے ہوتا ہے۔ منہ کا حدث سخت ہے جو کذب اور غیبت ہے۔

بیان کیا گیا ہے کہ دو آدمیوں نے وضو کیا اور نماز کے لیے مسجد میں آئے ادھر سے ایک مخنث کا گذر ہوا۔ ان دونوں نے اس کی غیبت کی۔ اس کے بعد دونوں نے نماز پڑھی اور حضرت عطاء کی خدمت میں آئے اور اس کے متعلق مسئلہ پوچھا۔ حضرت عطاء نے جواب دیا کہ اپنے وضو کا اعادہ کرو اور نماز لوٹاؤ۔ مگر اس قسم کے احکام اور اقوال تہدید اور تشدید کے لیے ہوتے ہیں۔

مولف علام فرماتے ہیں کہ میں نے غیبت کی بحث میں ایک کامل رسالہ لکھا ہے جس کا نام "زجر الشبان واهل الشيبة عن ارتكاب الغيبة" رکھا ہے جو اردو زبان میں ہے۔ اس کا مطالعہ کرنا چاہیے اس لیے کہ وہ رسالہ اس بات میں انتہائی نفیس ہے۔ ہندی زبان میں اس کے مثل کوئی دوسرا رسالہ نہیں ہے نیز ہندی زبان میں میرا ایک اور رسالہ ہے جس کا نام "عمدۃ النصائح بترک القبائح" ہے۔ اس میں بھی اس بحث سے متعلق کسی قدر مذکور ہے۔ فلله الحمد علىٰ ذالك۔

مایتعلق بالحیوانات وفیہ الصید والذبح ومایحل ومالایحل

(حیوانات کے متعلق مسائل جس میں شکار، اس کے ذبح اور حلال و حرام کا ذکر ہے)

س: کیا بغیر تکلیف پہنچائے (چیونٹی نے کسی کو تکلیف نہ پہنچائی ہو) چیونٹی کو مار ڈالنا جائز ہے؟

ج: چیونٹی اگر کاٹنے میں ابتدا کرے تو اس کا قتل جائز ہے اور اگر وہ ابتدا نہ کرے تو اس کو مارنا مکروہ ہے۔ یہی مختار ہے۔ اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ چیونٹی کو پانی میں ڈالنا مکروہ ہے۔ ہاں جوں کو مارنا ہر حال میں جائز ہے۔ (کذافی فتاوی عالمگیرنا قلا عن الخلاصہ)

س: کیا فیلق[1] کو دھوپ میں ڈالنا جائز ہے تاکہ کیڑے مر جائیں؟

ج: جائز ہے۔ چونکہ اس میں لوگوں کا فائدہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آدمی مچھلی پکڑتا ہے اور اس کو دھوپ میں ڈال دیتا ہے۔ لہٰذا مکروہ نہیں ہے۔ (کذافی مطالب المؤمنین عن الحاوی)

س: کیا اس لکڑی کو جلانا جائز ہے جس میں چیونٹیاں ہوں؟

ج: جائز ہے۔ (کذافی السراجیہ)

---

[1] ریشم کا گولہ جس میں اندر کیڑا ہو۔

س: کیا بیل پر سواری کرنا اور بوجھ لادنا جائز ہے؟

ج: جائز ہے۔ برہان، صاحب محیط اور قنیہ میں ایسا ہی ہے۔

س: کیا کرلیا کو مارنا جائز ہے؟

ج: اس کے مارنے میں بڑا ثواب ہے۔ جیسا کہ روایت میں آتا ہے کہ جو شخص کرلیے کو مارے گا تو وہ ستر نیکی پائے گا۔ خزانۃ الروایات میں حاشیہ مشارق سے منقول ہے۔ ام شریک بیان فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کرلیے کے مارنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جس آگ میں ڈالا گیا اس میں پھونک مار رہا تھا۔ (انتہی)

س: اس میں کیا حکمت ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے ہر جانور کو زبان دی مگر مچھلی کو نہیں دی؟

ج: اس کی وجہ یہ ہے جب اللہ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ملائکہ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو سب نے سجدہ کیا سوائے شیطان کے۔ اللہ نے شیطان کو جنت سے نکال کر زمین پر ڈال دیا پس شیطان دریاؤں کے پاس آیا۔ اس کی پہلی ملاقات مچھلی سے ہوئی۔ شیطان نے اس کو آدمؑ کے پیدا ہونے کی خبر دی اور بتلایا کہ بنی آدم خشکی اور سمندر کے جانوروں کا شکار کریں گے۔ پس مچھلی نے آدمؑ کی پیدائش کی خبر پھیلانی شروع کردی اور کہنے لگی کہ اب ہمارے لیے امان نہیں ہے۔ اس وجہ سے اللہ نے اس کی زبان ختم کردی۔ (کذا فی صید الحماویہ عن الظہیریہ)

س: کیا جوں کو زندہ چھوڑنا جائز ہے؟

ج: مکروہ ہے۔ (کذا فی مطالب المومنین)

س: کیا گیہوں وغیرہ کو چوپایوں کے ذریعہ پیسنا جائز ہے؟

ج: مکروہ ہے۔ (کذا فی نصاب الاحتساب عن شرعۃ الاسلام)

س: کیا ٹڈی کو مارنا جائز ہے؟

ج: جائز ہے۔ اس لیے کہ وہ شکار ہے۔ اس کو کھانے کے لیے مارنا جائز ہے۔ پس دفع ضرر کے لیے بطریق اولیٰ جائز ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

س: کیا جوں اور بچھو وغیرہ کو آگ میں جلانا جائز ہے؟

ج: مکروہ ہے۔ (کذا فی فتاویٰ عالمگیری ناقلاً عن الظہیریہ)

س: کیا چوہے کو بلی کے سامنے پھینکنا جائز ہے تاکہ وہ اس کو کھالے؟

ج: جائز ہے کہ بلی کو چوہے پر ابھارا جائے نہ کہ چوہے کو بلی پر۔ مطالب المومنین میں کفایۃ الشعبی کی کتاب الاشربۃ سے ہے کہ کسی کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ مردار کو کتے کے سامنے ڈالے ہاں یہ جائز ہے کہ کتے کو مردار پر چھوڑے۔ ایسے ہی اگر چوہا پکڑے تو اس کو بلی کے سامنے نہ پھینکے بلکہ بلی کو چوہے پر چھوڑے۔ (ایضاً)

س: کیا ماری ہوئی جوں کو مسجد میں ڈالنا جائز ہے؟

ج: حرام ہے۔ جیسا کہ ابن نجیم مصری نے اشباہ کے باب فی احکام المسجد میں تصریح کی ہے مگر اس میں حموی نے نظر بیان کی ہے اور فرمایا کہ میرے نزدیک ممانعت تنزیہی ہے، نہ حرام ہے نہ مکروہ تحریمی۔ چونکہ مری ہوئی جوں ناپاک نہیں ہے۔ پس ممانعت اس کے برا سمجھنے کی وجہ سے ہے نہ کہ نجاست کی وجہ سے۔ اس لیے کہ علماء نے تصریح کی ہے کہ مری ہوئی جوں، مچھر، پسو اگر پانی میں گر جائے تو پانی کو ناپاک نہیں کرتا۔ (ایضاً)

س: کیا جنت میں حیوان غیر ناطق بھی داخل ہوں گے؟

ج: ان پانچ جانور داخل ہوں گے۔ (۱) اصحاب کہف کا کتا (۲) حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا مینڈھا (۳) حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی (۴) حضرت عزیر علیہ السلام کا گدھا (۵) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا براق۔ (کذا فی فوائد الاشباہ)

والنظائر) اور شرعۃ الاسلام کی شرح کے حاشیہ احمد بن محمد حنفی حموی میں ہے کہ مقاتل نے فرمایا کہ دس جانور جنت میں داخل ہوں گے۔ (۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی (۲) ابراہیم علیہ السلام کا بچھڑا (۳) اسمٰعیل علیہ السلام کا مینڈھا (۴) موسیٰ علیہ السلام کی گائے (۵) یونس علیہ السلام کی مچھلی (۶) صالح علیہ السلام کی اونٹنی (۷) عزیر علیہ السلام کا گدھا (۸) سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی (۹) بلقیس کا ہُدہُد (۱۰) اصحاب کہف کا کتا۔ (انتہی) اس میں یعقوبؑ کے بھیڑیئے کے کا بھی اضافہ کیا گیا ہے جیسا کہ بعض نے سیوطی کے شاگرد داؤدی سے نقل کیا ہے۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ دلدل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خچر بھی ان جانوروں میں سے ہے جو جنت میں داخل ہوں گے۔ (انتہی)

س: کیا گھوڑے کو شراب پلانا جائز ہے؟

ج: جائز نہیں ہے۔ مطالب المؤمنین میں ہے کہ بچہ چوپایہ اور ذمی کو شراب نہ پلائی جائے اور گناہ پلانے والے پر ہے۔ (کذا فی جامع الفقہ) (انتہی)

قلتُ: مؤلف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء کے درمیان ۱۲۸۲ھ میں اس مسئلہ میں مذاکرہ ہوا کہ حرمت کی وجہ معلوم نہیں کہ چوپایوں کو شراب پلانا کیوں حرام ہے اس لیے کہ بچوں کو شراب پلانے کے حرام ہونے کی علت تو یہ ہو سکتی ہے کہ وہ عادی نہ ہو جائیں مگر یہ چیز چوپایوں میں مفقود ہے۔

اللہ کے فضل سے میں اس کے جواب پر قادر ہوں وہ یہ کہ کسی موقع میں حکم کی علت کا انتفاء اس حکم کے انتفاء کا تقاضا نہیں کرتا چونکہ جائز ہے کہ اس کی کوئی دوسری علت ہو پس عادی بن جانا اگرچہ یہاں محتمل نہیں ہے لیکن ناپاک شے کا استعمال اس جگہ موجود ہے جو کہ گھوڑوں کو شراب پینے کے حرام ہونے کی علت ہے چونکہ اس میں شراب کا استعمال کرنا ہے اور استعمال جائز نہیں ہے۔

اور بچوں کو شراب پینے کے حرام ہونے کی دو علتیں ہیں۔ (۱) عادی ہونے

کا احتمال (۲) ناپاک چیز کا استعمال۔ پس ایک کا فقدان دوسرے کے فقدان کو مستلزم نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ کتے کو مردار کھلانا جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ اللہ نے مردار میتہ اور اس کے استعمال کے تمام طریقوں کو حرام قرار دیا ہے۔ (کذانی العمر من الام ہرادی) پھر اگر گھوڑے کو شراب پلانا ضروری ہو تو اس کو خود نہ پلائے بلکہ شراب اس کے سامنے رکھ دے تاکہ وہ پی لے جیسا کہ یہ جائز ہے کہ میتہ کو کتے کے سامنے رکھ دے اور وہ خود کھالے۔ (کمانی مطالب المومنین)

س: کیا حاملہ بکری کو ذبح کرنا جائز ہے؟

ج: اگر بکری بچہ دینے کے بالکل قریب ہو تو اس کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔ (کذانی نصاب الاحتساب فی باب احتساب الاکل والشرب)

س: جب صبح طلوع ہوتی ہے تو زمین کے مرغ کیسے جان لیتے ہیں کہ وہ آواز کرتے ہیں (اذان دیتے ہیں)؟

ج: اللہ جل شانہٗ کے پاس ایک سفید مرغ ہے جس کے پر زبر جدلولویا قوت سے مزین ہیں۔ اس کا ایک پر مغرب میں ہے۔ ایک مشرق میں اور اس کا سر عرش کے نیچے ہے اور اس کے پیر فضا میں ہیں۔ وہ ہر تڑکے کے وقت اذان دیتا ہے اس آواز کو تمام آسمان اور زمین والے سنتے ہیں بجز انسان اور جنات کے۔ پس اس وقت زمین کے مرغ اس کی موافقت میں اذان دیتے ہیں۔ پس جب قیامت کا دن قریب ہوگا اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے کہ اپنے پروں کو ملالے اور اپنی آواز کو بند کرلے پس سب آسمان اور زمین والے بجز انسانوں اور جنات کے قیامت کے آنے کو جان لیتے ہیں۔ (کمانی حیاۃ الحیوان عن تاریخ اصبہان)

س: کیا عورت اور غیر مختون اور برص والے شخص کے لیے ذبح کرنا جائز ہے؟

ج: جائز ہے۔ سراج منیر میں سراجیہ سے ہے کہ عورت اور نشے والے اور بچہ جو بسم اللہ کو جانتا ہو ذبح کرنا جائز ہے۔ ایسے ہی غیر مختون ہونا ذبح کے لیے

معتبر نہیں ہے۔ (انتہی)

اور جامع الرموز میں ہے کہ ابرص کا ذبح کرنا بلا کراہت حلال ہے۔

س: کیا گونگے کا ذبیحہ جائز ہے؟

ج: جائز ہے چونکہ وہ معذور ہے ترک تسمیہ میں۔ (کمانی ظفر او قایہ)

س: کیا پیشہ اور کمائی کے لیے شکار کرنا جائز ہے؟

ج: جائز ہے مگر اس میں ابن نجیم نے جسارت کی ہے اور فرمایا ہے کہ شکار مباح ہے مگر لہو ولعب یا پیشہ کے لیے جائز نہیں ہے۔ (کذانی البزازیہ) اور اسی بنا پر شکار کو حرفتہ اور پیشہ کے طریقہ پر اختیار کرنا حرام ہے جیسا کہ مچھلی کا شکار حرام ہے مگر اس قسم کی بات اس جیسے محقق کی شان سے بھی بعید ہے چہ جائیکہ ابن نجیم خود یہ فرمائیں۔

علامہ حموی نے صحیح فرمایا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ ابن نجیم کا قول بانسری میں نغمہ کی زیادتی کے قبیل سے ہے جو بغیر شعور کے صادر ہوا چونکہ ہم ماقبل میں کہہ چکے کہ بزازیہ کی عبارت کو جمہور علماء کے نزدیک کراہت تنزیہ پر بھی حمل کرنا صحیح نہیں ہے۔ پس اس پر تحریم کیونکر متفرع ہو سکتی ہے۔ لہٰذا حق کے بعد صرف گمراہی ہے۔

اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ بعض نے کمائی کی بعض انواع کو مکروہ کہا ہے۔ جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ کسب کی تمام انواع مباح ہونے میں برابر ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ زراعت ممنوع ہے مگر صحیح وہی ہے جو جمہور نے کہا ہے۔ مطالب المومنین میں ذخیرہ سے ایسے ہی ہے۔ اس کے علاوہ بھی فتوٰی کی کتابوں میں یہی مصرح ہے اس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ بزازیہ میں جو شکار کے پیشہ کو ناجائز لکھا ہے وہ قول صحیح کے خلاف ہے۔

نیز ہم اس سے قطع نظر کرتے ہوئے بھی کہتے ہیں کہ بزازیہ کی عبارت سے شکار کے پیشہ کی حرمت معلوم نہیں ہوئی چونکہ ان کے قول میں الا من مباح

کا اثنی ہے یعنی اس میں مباح ہونے کی نفی کی گئی اور اثنفاء اباحت حرمت کو مستلزم نہیں ہے چونکہ مباح نہ ہونے کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے لہٰذا اس پر حرام ہونے کی تفریع کرنا جیسا کہ مصنف کی طرف سے پایا گیا عجیب ہے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ بزازیہ کی عبارت کا محمل کراہت تنزیہی ہے۔ یہ بھی صحیح کے خلاف ہے اور اس پر حرمت کی تفریع کرنا یہ قبیح ہے۔ واللہ اعلم۔

س: ایک شخص نے ایک جانور چھوڑ اور اعلان کیا کہ جو اس کو پکڑے اسی کا ہے، کیا اس کو پکڑنا جائز ہے؟

ج: جائز نہیں ہے۔ درمختار میں ہے کہ اگر کسی شخص نے پرند خریدے تاکہ وہ ان کو آزاد کر دے۔ اگر وہ چھوڑتے وقت یہ کہے کہ جو ان کو پکڑلے یہ اسی کے ہیں۔ اس طرح ان کو آزاد کرنے سے وہ اس کی ملکیت سے نہیں نکل جاتے۔ اور صید الاشباہ میں ہے (الاشباہ کی کتاب الصید میں) کہ اگر کوئی انسان اپنی مملوکہ چیز کو چھوڑے اور کہہ دے کہ جو اس کو لے لے وہ اسی کی ہے تو اس پر قابض ہو جانے سے وہ شخص مالک نہیں ہوگا بلکہ مالک قول کے لیے جائز ہے کہ وہ اس سے لے لے یہاں تک کہ انار کے چھلکے جو راستہ میں ڈال دیئے ہوں اٹھانے والا اس کا مالک نہیں ہوگا مگر مختار قول یہ ہے کہ انار کے چھلکوں کا اٹھانے والا مالک ہو جائے گا۔ واللہ اعلم

مایتعلق بالانتفاع بالاشیاء النجسة والمحرمة

(ناپاک اور حرام چیزوں سے فائدہ اٹھانے کے متعلق مسائل)

س: کیا ناپاک تیل چراغ میں جلانا جائز ہے؟

ج: جائز ہے۔ (کذا فی مطالب المومنین عن شرح حمید الدین علی الہدایہ)

س: کھانا یا روٹی ناپاک ہو گئی، کیا ایسے جانور کو کھلانا جائز ہے جس کا گوشت کھایا جاتا ہے؟

ج: جائز نہیں ہے۔ قنیہ میں قاضی عبدالجبار سے منقول ہے کہ اگر روٹی ناپاک ہو جائے تو بچہ اور پاگل اور ماکول اللحم جانور کو کھلانا جائز نہیں ہے۔

س: کیا ناپاک کپڑا نماز۔ کے علاوہ اوقات میں پہننا جائز ہے؟

ج: مناسب نہ پہننا ہے جبکہ دوسرا کپڑا موجود ہو جب تک نجاست زائل نہ ہو۔ نصاب الاحتساب میں ہے کہ اس کا پہننا جائز نہیں ہے مگر جبکہ دوسرا کپڑا موجود نہ ہو اور قنیہ میں قاضی عبدالجبار سے منقول ہے کہ ناپاک کپڑے کا استعمال جبکہ نجاست قدر درہم سے زائد ہو مکروہ ہے درانحالیکہ اس کے پاس پاک کپڑا ہو۔ اسمٰعیل متکلم فرماتے ہیں کہ ناپاک کپڑے کا استعمال مکروہ نہیں ہے مگر یہ کہ نجاست زیادہ ہو مثلاً چوتھائی کپڑا۔

قال رحمہ اللہ شرح صافی میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کا استعمال مطلقاً جائز ہے۔

س: کیا باغ اور کھیت والوں کے لیے یہ جائز ہے کہ کھیتی اور درختوں کی جڑ میں پاخانہ ڈالیں؟

ج: امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر اس پر مٹی غالب ہو تو جائز ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے دو روایتیں ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا کہ وہ اس کو مکروہ جانتے تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جب اپنی زمین مزارعت پر دیتے تھے تو کاشت کرنے والے سے شرط لگاتے تھے کہ وہ آپ کی زمین میں پاخانہ نہ ڈالے مگر صحیح وہ ہے جو امام محمدؒ نے فرمایا ہے۔ (کذا فی نصاب الاحتساب فی الباب الرابع والاربعین) امام زیلعیؒ نے تبیین الحقائق میں بیع کی فصل میں فرمایا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک صحیح قول کی بنا پر خالص پاخانہ سے انتفاع جائز ہے۔

س: کیا ایسی کنگھی سے انتفاع جائز ہے (کنگھی کرنا جائز ہے) جو شراب کی تلچھٹ

والی ہو جیسا کہ بعض عورتیں بالوں کی چمک کے لیے کرتی ہیں؟

ج: جائز نہیں ہے جیسا کہ مختصر الوقایہ میں ہے۔ اس لیے کہ یہ حرام چیز سے انتفاع کی ایک قسم ہے حالانکہ حرام چیز سے انتفاع جائز نہیں ہے۔ (کذا قال البرجندی) اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہدایہ میں جو ایسی کنگھی کا استعمال مکروہ لکھا ہے اس سے حرمت مراد ہے۔ اگر اعتراض کیا جائے کہ گوبر سے بھی تو جلانے کا فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ناپاک چیز سے اس کو ہلاک کر کے انتفاع جائز ہے جیسا کہ شراب کو بہا کر اس سے ناپاک کپڑا دھونا جائز ہے۔ نیز شراب کا سرکہ بنا کر اس سے نفع اٹھانا جائز ہے۔ یہ بھی ایسا ہی ہے لہٰذا جائز ہے۔ واللہ اعلم۔

مایتعلق بالنوم والقیام والقعود والکلام والختان ومایتعلق باللحیة والضیافة والعیادة وغیرها من افعال العباد

(سونے، اٹھنے بیٹھنے، بات چیت کرنے، ختنہ کرانے، داڑھی، میزبانی اور عیادت وغیرہ بندوں کے افعال کے متعلق مسائل)

س: کیا جنازہ کے پیچھے بات کرنا جائز ہے؟

ج: مکروہ ہے۔ (کذا فی السراجیہ)

س: ہمارے زمانہ میں مشہور ہے کہ عورت کا شوہر کو اس کا نام لے کر بلانے سے اس کی (شوہر کی) عمر کم ہو جاتی ہے، کیا اس کی کچھ اصل ہے؟

ج: اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ ہاں عورت کے لیے یہ مکروہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کا نام لے کر پکارے جیسا کہ بیٹے کے لیے مکروہ ہے کہ وہ اپنے باپ کا نام لے کر پکارے۔ (کذا فی تنویر الابصار عن السراجیہ)

س: کیا لڑکیوں کے کان میں سوراخ کرنا اور عورت کی ختنہ کرنا جائز ہے؟

ج: جائز ہے۔ ایسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کرتے تھے۔ اور آپ انکار نہیں فرماتے تھے۔ (کذافی مجمع البرکات)

قلتُ: مصنف علام فرماتے ہیں کہ اس کی اصل یہ ہے کہ حضرت ہاجرہ کو جب اللہ جل شانہٗ نے سید الموجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے ظہور کا شرف بخشا تو سارہ نے قصد کیا اور قسم کھائی کہ وہ ہاجرہ کا مثلہ کریں گی۔ حضرت ہاجرہ حضرت سارہ کی یہ بات سن کر بھاگ گئیں۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اس واقعہ پر مطلع ہوئے تو سارہ سے کہا کہ ہاجرہ کے کان اور فرج میں سے کچھ کاٹ لے تاکہ قسم پوری ہو جائے۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ پس یہ طریقہ ہماری شریعت میں جاری ہو گیا۔ (ملا معین ہروی کی روضۃ الواعظین میں اسی طرح ہے)

س: کیا چھوٹے بچہ کا کان چھیدنا جائز ہے؟

ج: سوراخ کرنا عورتوں کے حق میں جائز ہے جیسا کہ گذر گیا کہ اس میں زینت ہے، مردوں کے حق میں نہیں لہٰذا اگر کوئی شخص چھوٹے بچہ کا کان چھیدے گا تو اس سے محاسبہ کیا جائے گا۔

س: کیا عورتوں کا ناک چھیدنا جائز ہے؟

ج: میں کتب فقہ میں اب تک اس کی تصریح نہیں دیکھ سکا بلکہ درمختار میں فرمایا ہے کہ کیا ناک بیندھنا جائز ہے؟ میں نے یہ مسئلہ نہیں دیکھا۔ اور ردالمختار میں ہے کہ اگر ناک بیندھنا زینت کے لیے ہو تو جائز ہے جیسا کہ کان بیندھنا۔ اور شافعیہ نے اس کو جائز کہا ہے۔ میرے والد مدظلہٗ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا کہ کان بیندھنے پر قیاس کرتے ہوئے جائز ہے۔

س: کیا عاشورہ کے دن (۱۰ ر محرم) کو سرمہ لگانا جائز ہے؟

ج: کہا گیا ہے کہ اس کا چھوڑنا واجب ہے اس لیے کہ یزید نے ۱۰ ر محرم کو امام حسینؓ کے خون کا سرمہ لگایا تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو۔

علامہ طحطاوی نے فرمایا کہ قنیہ میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ عاشورہ کے دن سرمہ کا چھوڑنا واجب ہے یہ قول غیر معتبر ہے۔ اس لیے کہ قنیہ مذہب کی کتب معتمدہ میں سے نہیں ہے۔

قلت: مصنف علام فرماتے ہیں کہ یہ جو مشہور ہے کہ ۱۰ محرم کو یزید نے دم حسین سے سرمہ لگایا یہ روافض کی من گھڑت بات ہے۔ اس کو ترک کے وجوب کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ اس بات کے کذب کی کھلی دلیل یہ ہے کہ امام حسین یوم عاشورہ میں زوال کے بعد کربلا میں قتل کیے گئے اور وہاں پر یزید موجود نہیں تھا بلکہ شام میں تھا۔ پس کیونکر متصور ہو سکتا ہے کہ یوم عاشورہ میں اس نے امام حسین کے خون کا سرمہ لگایا یہاں تک کہ اس کا ترک واجب ہو۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ مشہور ہے کہ یزید نے امام حسین کے قتل کی خوشی میں یوم عاشورہ کا روزہ رکھا۔ العیاذ باللہ! حق بات یہ ہے کہ یوم عاشورہ میں سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (کذا فی جامع الرموز)

لوگوں نے اس سلسلہ میں حدیث بھی ذکر کی ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یوم عاشورہ میں سرمہ لگانے کا مستحب ہونا کسی سے منقول نہیں ہے جیسا کہ میں نے کتب حدیث سے جانا۔ واللہ اعلم۔

س: کیا ۱۰ محرم الحرام کو شہادت حسین رضی اللہ عنہ کا قصہ بیان کرنا عام مجلس میں اور لوگوں کا اس پر رونا جائز ہے؟

ج: مطالب المؤمنین میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ جائز نہیں ہے چونکہ اس میں روافض کے ساتھ مشابہت ہے اور جامع الرموز میں ہے کہ جو شخص خلفاء اربعہ کی شہادت کے قصے بیان کرنے کا عادی ہو اس کے لیے جائز ہے مگر صرف شہادت حسین کا قصہ بیان کرنا باقی صحابہ اور ائمہ کی شہادتوں کے قصے چھوڑ دینا یہ روافض کے ساتھ تشبیہ ہے۔

قلت: ۱۰ ار محرم میں واقعہ کے بیان کی تخصیص یا صرف محرم کی تخصیص اور مجلس لگانا پھر لوگوں کا رونا جیسا کہ ہمارے بلاد میں مشہور ہے روافض کے ساتھ تشبیہ ہے اور حضورؐ کا فرمان ہے کہ جو جس قوم کے ساتھ تشبہ اختیار کرے گا وہ انھیں میں سے ہوگا۔

س: کیا چار زانو ہو کر بیٹھنا جائز ہے؟

ج: اگر تکبر کی وجہ سے ہو تو مکروہ ہے ورنہ نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے کہ آپ چار زانو ہو کر بیٹھتے تھے صبح کی نماز کے بعد سے طلوع شمس تک۔ (کذافی الہدایہ)

س: کیا صبح کی نماز کے بعد سونے میں کچھ حرج ہے؟

ج: ہاں حرج ہے۔ سراجیہ میں ہے کہ اوّل دن اور مغرب وعشاء کے درمیان سونا مکروہ ہے۔ (انتہی)

س: کیا یہودی، نصرانی، ذمی، مجوسی اور فاسق مسلمان کی عیادت کے لیے جانا جائز ہے؟

ج: ذمی کی عیادت (مزاج پرسی) کرنا مطلقاً جائز ہے۔ مجوسی کی عیادت میں اختلاف ہے۔ ایک قول ہے کہ جائز نہیں چونکہ وہ اسلام سے بہت دور ہے۔ ایسے ہی فاسق کی عیادت کے متعلق کہا گیا ہے۔ مگر فقہاء کے نزدیک حق اور پسندیدہ ان کی عیادت کا جائز ہونا ہے، جیسا کہ مجمع البرکات میں ہے۔ چونکہ ہمیں ان کے ساتھ احسان کرنے سے منع نہیں کیا گیا۔

نقل کیا گیا ہے کہ ایک روز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مہمانوں کو تلاش کیا۔ صرف ایک شخص ملا، وہ آیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے اس کے مذہب کے متعلق سوال کیا۔ اس نے کہا میں مجوسی ہوں۔ ابراہیمؑ نے اسے دھتکار دیا اور کھانا نہیں کھلایا۔ مجوسی چلا گیا۔ اللہ جل شانہٗ نے جبرئیلؑ کو اپنے خلیل ابراہیمؑ کے پاس بھیجا اور

عتاب فرمایا اور کہا کہ اے ابراہیمؑ! یہ شخص ستر برس سے میری نافرمانی کر رہا ہے مگر میں نے اس کا رزق بند نہیں کیا اور تم ایک وقت کے کھانا کھلانے سے رُک گئے اس کے ساتھ احسان کیجئے۔ اس کی میزبانی کیجئے۔ ابراہیمؑ اس کے پیچھے دوڑے، اس کو بلا کر لائے اور کھانا کھلایا۔ جب مجوسی کھانے سے فارغ ہو گیا تو واقعہ کے متعلق سوال کیا۔ ابراہیمؑ نے واقعہ بیان کیا۔ وہ شخص اللہ کے فضل سے مسلمان ہو گیا۔ (کذافی احیاء العلوم)

س: کیا آنے والے کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا جائز ہے؟

ج: ایک قول یہ ہے کہ آنے والے کی تعظیم کے لیے مطلقاً کھڑا ہونا جائز نہیں ہے اس لیے کہ لائق تعظیم جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے پاس تشریف لائے۔ صحابہ کرام کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ عجمیوں کی طرح کھڑے مت ہوا کرو۔ ایک قول یہ ہے کہ اگر ایسا شخص آئے جو تعظیم کی امید اور خواہش رکھتا ہے تو کھڑا ہو جائے ورنہ نہیں۔ شیخ ابوالقاسم سمرقندیؒ کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ جب کوئی بڑا آدمی آتا تو کھڑے ہو جاتے اور اگر کوئی چھوٹا آدمی یا فقیر آتا تو کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ لوگوں نے اس بات پر طعن کیا تو جواب میں فرمایا کہ میں ان لوگوں کے لیے کھڑا ہوتا ہوں جو تعظیم کرانے کی خواہش رکھتے ہیں اس لیے کہ اگر میں کھڑا نہ ہوں تو وہ مجھے ضرر پہنچائیں گے اور جو شخص ایسی خواہش نہ رکھے تو مجھے کھڑے ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (کذافی البنایه للعینی حاشیه الهدایه)

مگر اصح اور قبول کرنے کے زیادہ لائق وہ قول ہے جس کو امام غزالیؒ نے اختیار کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مطلقاً مباح ہے آنے والے کی تکریم اور جانے والے کی تصریح (مشایعت) کے لیے۔ واللہ اعلم۔

س: کیا نکاح کے بعد شکر، لوز، چھوارے وغیرہ پھینکنا جیسا کہ ہمارے دیار میں دستور ہے، کیا جائز ہے؟

ج: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔(کمافی السراجیہ)

س: کیا ضرورت سے زائد لیلۃ البرأۃ اور لیلۃ القدر وغیرہ میں چراغ جلانا ایسے ہی بازاروں میں جلانا اور مساجد میں جلانا جیسا کہ ہمارے شہروں میں دستور ہے، جائز ہے؟

ج: ایسا کرنا بدعت ہے۔(کذافی خزانۃ الروایات عن القنیہ)

س: کیا نماز سے باہر کولہے پر ہاتھ رکھنا جائز ہے؟

ج: مکروہ ہے۔نقل کیا گیا ہے کہ شیطان جب جنت سے نکالا گیا تو اس نے کولہے پر ہاتھ رکھا اسی لیے اس کو مکروہ کہا ہے۔(کذافی خزانۃ الروایات) حمیدی میں ہے کہ کراہت کی وجہ یہ ہے کہ وہ اہلِ جہنم کے آرام کا طریقہ ہے۔ روضہ میں ہے، نقل کیا گیا کہ اہلِ جہنم کی جب پٹائی کی جاتی ہے تو وہ اپنے ہاتھ کو کھ پر رکھ لیتے ہیں۔

س: کیا بیت الخلاء میں بات چیت کرنا جائز ہے؟

ج: بیت الخلاء میں بولنا ایسے ہی جماع کرنے کے وقت بولنا مکروہ ہے۔(کذافی السراجیہ)

س: کیا اجنبیہ عورت کے ساتھ مباح کلام کرنا جائز ہے؟

ج: جائز ہے بشرطیکہ شہوت کا خوف نہ ہو۔(کذافی خزانۃ الروایات عن القنیہ)

س: کیا سونے کی حالت میں قبلہ کی جانب پیر پھیلانا جائز ہے؟

ج: قبلہ کی طرف پیر پھیلانا سونے کی حالت میں اور اس کے علاوہ دوسری حالتوں میں بھی مکروہ ہے چونکہ اس میں ترکِ ادب ہے۔(کما قال ملا باکیر کذافی الدر المختار فی بحث استقبال القبلۃ بالخلاء وغیرہ)

س: مجلس نکاح وغیرہ میں جب مٹھائی اور چھوارے وغیرہ بکھیرے جائیں تو کیا ان کو لوٹنا جائز ہے؟

ج: بعض نے اس کو مکروہ کہا ہے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹنے سے منع فرمایا۔ بعض نے اس کو مباح قرار دیا ہے اس لیے کہ بکھیرنے والے نے اس کی اجازت دی ہے، یہی حسن اور عکرمہ نے کہا ہے۔

شعبیؒ فرماتے ہیں کہ وہ لوٹ مار کرنا جائز نہیں جبکہ مالک اس سے خوش نہ ہو اور اگر اس کی اجازت کے بعد ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (کذا فی مطالب الو سنین) شرعۃ الاسلام میں ہے کہ شکر اور لوز نوشا کے سر پر بکھیرنا اور قوم کا اس کو اٹھانا تبرک سمجھتے ہوئے یہ اخبار اور آثار سے ثابت ہے۔

س: کیا نماز سے خارج اپنے کپڑے، بدن، داڑھی وغیرہ سے مشغول ہونا حرام ہے؟

ج: نماز میں عبث کرنا تو مکروہ ہے جیسا کہ وقایہ میں یہ کراہت تحریمی ہے اور جیسا کہ بحر الرائق میں ہے۔ چونکہ قضاعی نے مسند شہاب میں یحییٰ ابن کثیر سے مرسلا روایت بیان کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے تمہارے لیے نماز میں تین چیزیں مکروہ کی ہیں۔ (۱) نماز میں کھیلنا (۲) روزہ میں جماع کرنا (۳) اور قبرستان میں ہنسنا (کذا فی فتح القدیر) عبث فی الصلوٰۃ کو مرغینانی نے ہدایہ میں حرام لکھا ہے۔ چنانچہ نماز میں کراہت کی علت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ عبث جبکہ خارج صلوٰۃ مکروہ ہے تو نماز میں تمہارا کیا خیال ہے؟

مصنف عالم فرماتے ہیں کہ میرے دل میں یہ خیال گذرتا ہے کہ یہ قول صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ نماز سے خارج اپنے جسم اور کپڑے سے کھیلنا حرام نہیں ہے نہ مکروہ ہے صرف خلاف اولیٰ ہے چونکہ ہر انسان کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ ہر وقت اپنے مالک کی اطاعت میں مشغول رہے۔ اپنے وقت کو عبث افعال اور مسخرگی میں نہ ضائع کرے۔ چنانچہ میں نے اپنے اس خیال کی تائید بحر الرائق میں پائی۔ بحر الرائق میں غایۃ سے اس میں نظر بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ سردی

کی غایۃ میں ہے کہ صاحب ہدایہ کا قول کہ خارج صلوٰۃ عبث حرام ہے۔ اس میں نظر ہے چونکہ نماز سے خارج اپنے جسم اور کپڑے سے کھیلنا حرام نہیں خلاف اولیٰ ہے اور حدیث میں عبث کی حرمت نماز کی قید کے ساتھ ہے پس میں نے اس پر اللہ کی حمد بیان کی۔ (واللہ اعلم بما ہو مراد مباہ)

س: کیا تعظیم کی خاطر روٹی کو چومنا جائز ہے؟

ج: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ در مختار میں فصل بیع سے کچھ پہلے ہے کہ روٹی کے چومنے کو شافعیہ نے جائز قرار دیا ہے اور یہ بدعت مباح ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ بدعت حسنہ ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ روٹی کو روندنا مکروہ ہے اس کو ابن قاسم نے شرح منہاج کے اپنے حاشیہ میں ذکر کیا ہے اور ہمارے قواعد بھی اس کا انکار نہیں کرتے ہیں۔ یہ بھی آتا ہے کہ روٹی کو چھری سے نہ کاٹو اور اس کا اکرام کرو اس لیے کہ اللہ نے اس کو مکرم بنایا ہے اور شرعۃ الاسلام میں ہے کہ روٹی کا اکرام کیا جائے جتنا ممکن ہو۔ (انتہیٰ)

س: کیا کعبہ کی چوکھٹ کو چومنا جائز ہے؟

ج: چومنا چند طرح کا ہوتا ہے۔ ایک قسم حرام ہے۔ مثلاً بادشاہ اور علماء کے سامنے زمین چومنا مگر ایسا کرنے سے کافر نہیں ہوگا۔ (کمافی خزانۃ الروایات) ایک قسم مباح ہے مثلاً عالم کا ہاتھ تبرک کے لیے چومنا اس کو متاخرین نے جائز کہا ہے۔ ان کے علاوہ کا ہاتھ چومنا جائز نہیں ہے۔ (کذا فی مطالب المؤمنین)

اسی کی فروع میں سے کعبہ کی چوکھٹ کو بوسہ دینا ہے۔ تعظیم کے لیے بوسہ دینے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ امام زیلعیؒ فرماتے ہیں کہ فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ تقبیل کی پانچ قسمیں ہیں (۱) رحمت کا چومنا، مثلاً باپ کا اپنے بچے کو چومنا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو بوسہ دیا (۲) تحیۃ کا بوسہ جیسے بعض مؤمنین کا بعض کو چومنا (۳) شفقت کا بوسہ، جیسے والد کا ولد کو چومنا (۴)

محبت کا بوسہ جیسے مرد کا اپنے بھائی کا بوسہ لینا (۵) شہوت کا بوسہ جیسے مرد کا اپنی بیوی کو چومنا۔

بعض نے دیانت کا بوسہ اور اضافہ کیا ہے جیسے حجراسود کو بوسہ دینا (انتہی) اور درمختار کے کتاب الحج میں کعبہ کی چوکھٹ کے چومنے کے جائز ہونے کی تصریح موجود ہے۔

س: کیا عورت کا جھوٹا مرد کو اور مرد کا جھوٹا عورت کو جائز ہے؟

ج: مکروہ ہے جیسا کہ درمختار میں احیاء الموات سے کچھ پہلے ہے۔ اور یہ ناپاک ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ لذت حاصل ہونے کے خوف سے ہے اسی لیے شوہر کو اپنی بیوی کا جھوٹا مکروہ نہیں ہے۔ (کمافی مجمع البرکات عن فتاویٰ عالمگیر ناقلاً عن النہر الفائق)

س: کیا دعاء کے بعد چہرہ پر ہاتھ پھیرنا کوئی چیز ہے؟ (کیا یہ بہتر ہے؟)

ج: جی ہاں اکثر مشائخ نے اس کو معتبر مانا ہے۔ یہی صحیح ہے۔ اس سلسلہ میں حدیث بھی آئی ہے۔ اگرچہ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ کچھ نہیں ہے۔ (کذافی فتاویٰ عالمگیر ناقلاً عن الغیاثیہ)

س: گرمی کے زمانہ میں نوجوان خربزہ سے کھیلتے ہیں۔ بعض بعض کو مارتا ہے، کیا اس میں کچھ حرج ہے؟

ج: اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ حماد یہ کتاب الاستحسان میں جواہر سے منقول ہے کہ قاضی امام ملک الملوک نے فرمایا کہ وہ کھیل جس سے بچے گرمی کے زمانہ میں کھیلتے ہیں یہ مباح ہے۔ کچھ برا نہیں ہے ایسا حضورؐ کے زمانہ میں بھی لوگ کرتے تھے اور آپؐ منع نہیں فرماتے تھے۔ (کذافی عالمگیریہ)

س: کیا مونچھوں کو منڈوانا جائز ہے؟

ج: ایک قول یہ ہے کہ سنت ہے۔ امام طحاویؒ نے یہ قول امام ابوحنیفہؒ اور محمدؒ کی

طرف منسوب کیا ہے۔(کذافی خزانۃ الروایات عن الحمیدی فی کتاب الحج)اور سغناقی سے منقول ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ حلق کرانا مکروہ ہے اور مونچھیں چھوٹی کرانا سنت ہے۔ بعض متاخرین احناف نے اسی کو اختیار کیا ہے۔(انتہی)

س: کیا زخم پر آٹا لگانا جائز ہے؟

ج: جائز ہے بشرطیکہ یہ معلوم ہو کہ ایسا کرنے میں شفاء ہے۔(کذافی فتاویٰ عالمگیر)

س: گھوڑے کے گلے میں ایسا قلادہ ڈالنا جس میں گھنگھرو، گھنٹی وغیرہ ہوں جیسا کہ ہمارے دیار میں دستور ہے کیا جائز ہے؟

ج: جائز نہیں ہے۔ مطالب المؤمنین میں ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر دار الاسلام میں سواری والے کے لیے ایسا قلادہ ڈالنے میں کوئی فائدہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔اور گھنٹی سواری کے گلے میں باندھنے میں بہت سارے فائدے ہیں۔(۱)اگر کوئی قافلہ سے گم ہو جائے تو گھنٹی کی آواز کی وجہ سے وہ قافلہ کے ساتھ مل جائے گا(۲) گھنٹی کی آواز کی وجہ سے رات کے موذی جانور راستہ سے دور ہو جاتے ہیں(۳) گھنٹی کی آواز سے سواری کے نشاط میں اضافہ ہوتا ہے۔(کذافی متفرقات استحسان البحر)

اور اگر گھنٹی وغیرہ اونٹ اور ایسے گدھے کے علاوہ باندھی جائیں جس پہ بوجھ لادا جاتا ہے تو امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ پسندیدہ نہیں ہے چونکہ گھنٹی وغیرہ باندھنے کے سلسلہ میں ممانعت آئی ہے۔علی ابن احمد سے ایسے قلادہ کے متعلق سوال کیا گیا جس میں گھنٹیاں ہوں اور وہ گھوڑے کی گردن میں باندھا جائے کہ کیا یہ جائز ہے جیسے ہمارے بلاد کا دستور ہے تو انھوں نے جواب میں کہا جائز ہے۔ابو حامد نے بھی یہی جواب دیا ہے اور میں نے اپنے والد سے بھی اس کے متعلق سوال کیا تھا تو انھوں نے فرمایا کہ جائز نہیں ہے۔چونکہ اس میں کچھ فائدہ نہیں ہے۔(کذافی الملتقط انتہی)

س: کیا مردوں کا اپنے ہاتھوں میں مہندی لگانا جائز ہے؟

ج: مکروہ ہے چونکہ اس میں عورتوں کی مشابہت ہے اور عورتوں کے لیے یہ سنت ہے۔(کذافی الحمادیہ عن کنزالعباد)

س: کیا نوحہ کرنے والی اور ڈومنی اور گانے والے کو اجرت دینا جائز ہے؟

ج: جائز نہیں ہے اس لیے کہ جس چیز کا لینا جائز نہیں اس کا دینا بھی جائز نہیں ہے۔ مثلاً سود اور زنا کا مہر اور نجومی کی اجرت، اور رشوت اور نوحہ کرنے کی اجرت وغیرہ۔(کذافی الاشباہ والنظائر)

س: کیا اپنے اہل اور اولاد کو ختم قرآن کے وقت جمع کرنا اور ان کے لیے دعا کرنا جائز ہے؟

ج: جائز بلکہ مستحب ہے۔(کذافی العالمگیریہ عن الینابیع) اور مستحب کیوں نہ ہو کہ یہ وقت دعاء کی قبولیت کا وقت ہے۔ لہٰذا دعا کے لیے اجتماع بہتر ہے۔ اسی لیے قدماء کا عمل توارث کے ساتھ یہ رہا ہے کہ وہ تراویح میں ختم قرآن کے بعد دعاء کرتے ہیں اور اس موقع پر اجتماع بھی کرتے ہیں تاکہ اللہ جل شانہٗ دعاء قبول فرمائے اور امید بر آئے اور اگر یہ صدر اول میں نہ ہو تو بدعت ہے۔

س: دعا مانگنے کے وقت دونوں ہاتھوں کو ملا کر رکھے یا ان میں کچھ فصل رکھے؟

ج: افضل یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر رکھے اور دونوں میں کچھ کشادگی ہو یعنی فصل ہو۔(کذافی القنیہ عن شمس الائمہ حلوانی)

س: کیا اذان سننے کے وقت کھڑا ہو جانا مستحب ہے؟

ج: مستحب ہے جیسا کہ بزازیہ میں ہے مگر یہ مذکور نہیں ہے کہ آیا اذان ختم ہونے تک کھڑا رہے یا پہلے ہی بیٹھ جائے۔(لیکن اس قول کی دلیل ظاہر نہیں ہے جیسا کہ گذر چکا ہے۔ واللہ اعلم)

س: کیا داڑھی منڈانا جائز ہے؟

ج: جائز نہیں ہے۔ نصاب الاحتساب باب الاحتساب علی الفقراء میں ہے کہ جائز نہیں ہے۔ ہدایہ کتاب الجنایات کراہیہ التجنیس والمزید میں بھی اس کو ذکر کیا ہے۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مونچھوں کو کتاؤ اور داڑھی کو ایسے ہی چھوڑ دو جیسا کہ وہ ہے نہ اس کو کتاؤ نہ منڈواؤ نہ مقدار مسنون سے کم کرو اور مقدار مسنون ایک مٹھی بھر ہے۔

س: کیا موئے زیر ناف قینچی سے کاٹنا جائز ہے؟

ج: یہ خلاف سنت ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ علیہ نے مرقاۃ میں فرمایا ہے کہ ابن ملک نے فرمایا اگر کوئی اپنے بالوں کو بغیر مونڈے زائل کرے تو وہ مسنون طریقہ پر نہیں ہوگا مگر اس قول پر اعتراض ہے۔ چونکہ کبھی موئے زیر ناف کو نورہ سے بھی زائل کیا جاتا ہے۔ (نورہ ایک قسم کا مسالہ ہے) نیز ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نورہ کا استعمال فرمایا ہے جیسا کہ سیوطی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر قینچی سے زائل کیا تو سنت طریقہ علی وجہ الکمال نہیں پایا گیا۔ واللہ اعلم۔

ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا موئے زیر ناف کو مونڈا جائے گا اور عورت بھی اسی میں داخل ہے جیسا کہ حدیث پاک کا اطلاق اس کا مقتضی ہے مگر اکثر علماء نے اس کو مردوں کے ساتھ مقید کیا ہے اور فرمایا کہ عورت کے لیے افضل بالوں کا اکھاڑنا ہے چونکہ اس میں زیادہ نظافت ہے اور یہ چیز مرد کی نفرت سے دور کردینے والی ہے چونکہ اس صورت میں جو بال مونڈنے کے بعد باقی رہ جاتے ہیں وہ نہیں رہیں گے۔ نیز عورت کے لیے بالوں کے اکھاڑنے میں ایک حکمت یہ ہے کہ عورت کے اندر ننانوے حصہ شہوت ہوتی ہے اور مرد کے اندر ایک حصہ اور بالوں کا اکھاڑنا شہوت کو کمزور کرتا ہے اور بالوں کا مونڈنا اس کو بڑھاتا ہے لہٰذا ہر ایک کو اس کے مناسب حال حکم دیا گیا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

کتاب الجنائز ومایتعلق بھا

(جنائز اور اس کے متعلقات کے مسائل)

س: انسان کے لیے کس چیز کی تمنا مکروہ ہے؟

ج: موت کی تمنا کرنا مکروہ ہے۔ مثلاً دنیوی خوف اور تنگیٔ معیشت کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا ہاں اگر دین کی وجہ سے ہو مثلاً معصیت میں واقع ہونے کے خوف کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا یہ مکروہ نہیں ہے۔ (کذا فی الدر المختار فی کتاب الحظر والاباحة)

س: وہ کونسا قریب المرگ ہے جس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے، اس کا منہ جانب قبلہ نہ کیا جائے؟

ج: وہ شخص جس کے اوپر یہ چیز شاق اور دشوار ہو جس کو ہلانا چلانا نقصان دیتا ہو اور ایسا کرنے میں تکلیف ہوتی ہو تو اس کو اسی کے حال پر چھوڑ دیا جائے گا۔ (کذا فی بحر الرائق)

س: قریب المرگ کے پاس کونسی سورت پڑھنا مستحب ہے؟

ج: سورہ یٰسین۔ شرعۃ الاسلام میں ہے کہ قریب المرگ کے پاس سورۂ یٰسین پڑھنا سنت ہے۔ ایسے ہی نزع کے وقت نیک لوگوں اور اہلِ خیر حضرات کا اس کے پاس آنا اور میت کے ارد گرد کو عمدہ رکھنا سب بہتر ہے چونکہ اس وقت اس کے پاس ملائکہ آتے ہیں۔ (انتہی)

س: ایسا کونسا شخص ہے جس سے کلماتِ کفر ظاہر ہوں مگر اس کو کافر نہیں کہا جائے گا؟

ج: وہ قریب المرگ شخص ہے (ایسا شخص جو نزع کی حالت میں ہو) بحر الرائق میں ہے کہ علماء نے فرمایا کہ ایسے شخص سے اگر کلماتِ کفر ظاہر ہوں تو اس کے کافر ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا بلکہ اس کے ساتھ مسلمانوں جیسا معاملہ

کیا جائے گا چونکہ اس وقت وہ زوال عقل کی حالت میں سمجھا جائے گا۔ (ایضاً)

س: ایسا کونسا شخص ہے جس کو جانب قبلہ کرنا بھی دشوار نہ مگر پھر بھی جانب قبلہ نہیں کیا جائے گا؟

ج: رجم کیا ہوا شخص۔ (سنگسار شخص) (کما فی الدر المختار عن معراج الدرایۃ)

س: وہ کونسا مردہ ہے جس کا پیٹ چاک کرنا جائز ہے؟

ج: وہ وہ عورت ہے جو حمل کی حالت میں مرگئی اور بچہ اس کے پیٹ میں زندہ ہو اور حرکت کر رہا ہو۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا پیٹ چاک کیا جائے گا اور بچہ کو نکالا جائے گا۔ اس کے بغیر چارہ نہ ہوگا۔ (کذا فی فتاویٰ قاضی خاں) بخلاف اس صورت کے کہ اگر ایسی عورت کو دفن کر دیا گیا ہو اور پھر خواب میں دیکھا ہو کہ اس نے قبر میں بچہ جن دیا تو بچہ کو نکالنے کے لیے اس کی قبر کو نہیں کھولا جائے گا چونکہ ظاہر یہ ہے کہ بچہ ماں کے مرنے کے ساتھ ہی مر جاتا ہے اور خواب تو خیال محض ہے اس کی بنیاد پر قبر کو نہیں کھولا جا سکتا۔ (کذا فی نصاب الاحتساب عن الملتقط)

س: شہید کے علاوہ اور کونسی میت ایسی ہے جسے غسل نہیں دیا جائے گا؟

ج: وہ خنثیٰ مشکل ہے یعنی ایسا ہجڑا جس کے مذکر اور مونث ہونے میں اشتباہ ہو۔ سراجیہ میں ہے کہ خنثیٰ مشکل کو غسل نہیں دیا جائے گا۔ فتح القدیر میں ہے کہ میت کو غسل دینا بالاتفاق فرض ہے۔ مگر یہ کہ وہ خنثیٰ مشکل ہو اس کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ اس کو تیمم کرایا جائے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ اسی کے کپڑوں میں غسل دیا جائے گا مگر پہلا قول اولیٰ ہے۔ (ایضاً)

س: ایسا کونسا غسل ہے جو ڈوبنے سے ادا نہیں ہوتا؟

ج: میت کے ڈوبنے سے غسل ادا نہیں ہوگا بلکہ مسلمانوں پر اس کو غسل دینا واجب ہے۔ چونکہ ہمیں غسل دینا کا حکم دیا گیا ہے اور ڈوبنے کی صورت میں ہم نے

اس کو غسل نہیں دیا اور جو مرنے والے کا حق ہمارے ذمہ ہے وہ ہم نے ابھی تک ادا نہیں کیا۔ سراجیہ میں ہے کہ اگر میت کو پانی میں پایا جائے تو اس کو غسل دینا ضروری ہے۔

س: وہ کونسی میت ہے جس کو نہ غسل دیا جائے گا نہ اس پر نماز پڑھی جائے گی؟

ج: وہ وہ کافر ہے جس کا کوئی ولی مسلمان نہ ہو چونکہ میت کی چار قسمیں ہیں (۱) بعض وہ ہیں جن پر نماز پڑھی جائے گی غسل نہیں دیا جائے گا وہ شہید ہے (۲) نماز بھی پڑھی جائے گی غسل بھی دیا جائے گا وہ وہ مسلمان ہے جو اپنی موت مرا ہو (۳) غسل دیا جائے گا نماز نہیں پڑھی جائے گی وہ باغی ہے اور ڈاکو اور ایسا کافر جس کا ولی مسلمان ہو (۴) نہ نماز پڑھی جائے گی نہ غسل دیا جائے گا، وہ وہ کافر ہے جس کا مسلمان ولی نہ ہو۔ (کذا فی النافع)

س: ایسا کونسا شہید ہے جس کو غسل دیا جائے گا؟

ج: وہ شہید ہے جس پر پہلے سے غسل واجب ہو جنابت یا حیض یا نفاس کی وجہ سے۔ یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے۔ یہی امام احمد کا قول ہے۔ مالکیہ میں سے سحنون اسی کے قائل ہیں۔ شافعیہ میں سے ابن شریح ابن ابی ہریرہ اسی کے قائل ہیں۔ یہی امام اوزاعی کا قول ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کو غسل نہیں دیا جائے گا۔ یہی امام شافعی اور اشہب کا قول ہے۔ (کذا فی البنایہ)

س: ایسا کونسی میت ہے جس کو وضو نہیں کرایا جائے گا؟

ج: ایسا بچہ جو غیر عاقل ہو۔ حموی نے اشباہ کے حاشیہ میں تاتارخانیہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میت کو نماز جیسا وضو کرایا جائے گا۔ شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ حکم بالغ کے لیے ہے اور اس بچہ کے حق میں جو نماز کی عقل رکھتا ہو اور ایسا بچہ جو نماز کی عقل نہیں رکھتا اس کو غسل دیا جائے گا وضو نہیں کرایا جائے گا۔ (انتہی وکذا فی البحر الرائق)

س: ایسا کونسا غسل ہے جس میں سر کا مسح نہیں ہے؟
ج: میت کا غسل ہے ایک روایت کے مطابق۔ اور برہان میں ہے کہ مختار مسح کرنا ہے۔ (انتہی)
س: ایسا کونسا غسل ہے جو گرم پانی سے افضل ہے؟
ج: میت کا غسل ہے کہ وہ گرم پانی سے افضل ہے۔ زندہ شخص کے حق میں گرم اور ٹھنڈا دونوں برابر ہیں۔ علامہ حموی نے تاتارخانیہ سے اخذ کرتے ہوئے اس پر تصریح کی ہے۔
س: وہ کونسا غسل ہے جس میں چہرہ دھونے سے شروع کرنا مستحب ہے؟
ج: میت کا غسل ہے۔ زندہ شخص غسل کے شروع میں ہاتھ دھوئے گا۔ (کذا فی فروق الاشباہ)
س: ایسا کونسا وضو ہے کہ حدث پیش آجانے کے بعد جس کا اعادہ نہیں کیا جائے گا؟
ج: میت کا وضو ہے۔ مجمع البحرین میں فرمایا کہ میت کو پھر بٹھلایا جائے (وضو کے بعد) آہستہ آہستہ اس کے پیٹ کو ملا جائے اور مخرج کو دھو دینا کافی ہے۔ تنویر الابصار میں ہے کہ میت کے پیٹ سے غسل کے بعد اگر کچھ نکلے تو نہ وضو کا اعادہ کیا جائے گا نہ غسل کا۔
س: ایسا کونسا زمانہ ہے جس میں مرد کا اپنی عورت کو چھونا حرام ہے؟
ج: موت کے بعد کا زمانہ ہے۔ عورت کے مر جانے کے بعد شوہر کے لیے عورت کو غسل دینا اور چھونا حرام ہے۔ ہاں صحیح قول کی بنا پر دیکھنے سے منع نہیں کیا جائے گا۔ (کذا فی تنویر الابصار)
س: کس شخص کے لیے دوسرے کو نہلا کر خود نہانا مستحب ہے؟
ج: وہ شخص جو میت کو نہلائے۔ ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت بیان کی ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی میت کو غسل

دے تو چاہیے کہ خود بھی غسل کرے۔ یہ حکم استحبابی ہے تاکہ بری ہو زائل ہو جائے۔ یہی اکثر علماء کا مذہب ہے۔ چونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ تمہارے ذمہ میت کو غسل دینے کے بعد غسل کرنا نہیں ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ امر وجوب کے لیے ہے۔ چونکہ غسل دیتے وقت عموماً چھینٹے وغیرہ لگ جاتے ہیں اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کہاں کہاں لگیں مگر اس میں نظر ہے چونکہ ماء مستعمل صحیح قول کے مطابق پاک ہے۔ (کذا فی المرقاۃ)

س: کونسے کپڑے میں میت کو کفن دینا مکروہ ہے؟

ج: ایسا کپڑا جو اس کے لیے زندگی میں حرام تھا اس میں مرنے کے بعد کفن دینا مکروہ ہے۔ لہٰذا میت اگر مرد ہے تو ابریشم اور حریر وغیرہ میں اس کو کفن دینا مکروہ ہے۔ نصاب الاحتساب میں اس کی تصریح ہے۔ مکروہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کفن ہی مرنے کے بعد اس کا لباس ہے لہٰذا اس کو زندگی کے لباس پر قیاس کیا جائے گا اسی وجہ سے تکفین کو میت کے مال سے قرض کی ادائیگی پر مقدم رکھا گیا ہے۔

س: کفن کس رنگ کا مستحب ہے؟

ج: سفید رنگ کا۔ (کما فی خزانۃ الروایات عن العتابیہ)

س: وہ کونسی میت ہے جس کو کفن نہیں دیا جائے گا بلکہ ایک کپڑے میں لپیٹ دیا جائے گا؟

ج: ناتمام بچہ کہ اس کو ایک کپڑے میں لپیٹا جائے گا۔ بحر الرائق میں مجتبیٰ سے منقول ہے کہ وہ لوگ جن کو کفن دیا جائے گا بارہ ہیں۔ (۱) مرد (۲) عورت (۳) قریب البلوغ جو شہوت رکھتا ہو وہ بھی بالغ کی طرح ہے (۴) مراہقہ مشتہاۃ لڑکی اس کا حکم عورت کی طرح ہے (۵) ایسا بچہ جو مراہق نہ ہوا ہو اس کو دو کپڑوں میں لپیٹا جائے گا۔ تہبند اور چادر اور اگر ایک ہی کپڑے میں

کفن دیا جائے گا تو بھی جائز ہے (۶) ایسی بچی جو بلوغ کے قریب نہ ہوئی ہو۔ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے کفن کے زائد سے زائد تین کپڑے ہیں۔ (۷) ناتمام بچہ اس کو ویسے ہی لپیٹ دیا جائے گا میت کی طرح کفنایا نہیں جائے گا جیسے میت کا عضو (۸) خنثیٰ مشکل، اس کو باندی کی طرح کفن دیا جائے گا اور اس کی قبر کو ڈھانک دیا جائے گا (۹) شہید، اس کو اس کے خون اور کپڑوں سمیت دفن کر دیا جائے گا۔ البتہ وہ کپڑے جو کفن کی جنس سے نہ ہوں اُتار دیئے جائیں گے۔ (۱۰) محرم (احرام والا شخص) ہمارے نزدیک محرم کا حکم غیر محرم کی طرح ہے۔ (۱۱) وہ شخص جس کو قبر کھول کر نکالا گیا ہو اور تازہ ہو۔ اس کو اس شخص کی طرح کفن دیا جائے گا جس کو ابھی دفن نہیں کیا گیا ہے۔ (۱۲) ایسا شخص جس کو قبر سے پھٹنے کے بعد نکالا گیا ہو اس کو صرف ایک کپڑے میں کفن دیا جائے گا۔ واللہ اعلم۔

س: ایسی کونسی نماز ہے جس کے لیے نماز کی جگہ کے علاوہ دوسری جگہ کا پاک ہونا بھی شرط ہے؟

ج: نماز جنازہ ہے اس کے لیے میت کے رکھنے کی جگہ کا پاک ہونا بھی شرط ہے۔ قنیہ میں ہے کہ کپڑے اور بدن اور مکان کا نجاست سے پاک ہونا ایسے ہی ستر کا چھپا ہوا ہونا میت اور امام دونوں کے لیے شرط ہے۔ (ا ھ) مگر عالمگیری میں مضمرات سے ہے کہ میت کی جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں ہے۔

س: ایسی کونسی نماز ہے جس میں نمازی قہقہہ لگائے مگر وضو نہ ٹوٹے؟

ج: نماز جنازہ ہے۔ (کذا فی رمز الحقائق)

س: ایسی کونسی نماز ہے جس میں عورت کا مرد کے مقابل ہونا (پاس کھڑا ہونا) مرد کی نماز کو فاسد نہیں کرتا۔

ج: نماز جنازہ ہے۔ (کذا فی معدن الحقائق)

س: وہ کونسی نماز ہے جو مسجد میں مکروہ ہے؟

ج: نماز جنازہ ہے۔ کراہت کی وجہ میں اختلاف ہے۔ بعض نے یہ فرمایا کہ چونکہ مسجد نماز جنازہ کے لیے نہیں بنائی گئی ہے اس لیے مسجد میں نماز جنازہ مکروہ ہے۔ اگر یہ علت ہو تو یہ کراہت تنزیہی ہے۔ بعض نے یہ علت بیان کی کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے میں مسجد کی تلویث کا خوف ہے۔ یعنی اس بات کا ڈر ہے کہ مسجد نجاست سے ملوث ہو جائے گی۔ اس صورت میں کراہت تحریمی ہوگی۔ علامہ قاسم رحمہ اللہ نے اسی کو راجح کہا ہے۔ صحیح قول مسجد میں نماز جنازہ کی ممانعت کا ہے جبکہ بارش وغیرہ کا کوئی عذر نہ ہو خواہ میت مسجد سے باہر ہی کیوں نہ ہو۔ (کذافی الاشباہ فی احکام المسجد)

خلاصہ میں ہے کہ جس مسجد میں جماعت ہوتی ہو اس میں نماز جنازہ مکروہ ہے۔ چاہے میت اور لوگ مسجد میں ہوں یا میت مسجد سے باہر ہو اور چاہے امام بعض لوگوں کے ساتھ مسجد سے باہر ہو اور باقی لوگ مسجد میں ہوں یا میت مسجد میں ہو اور امام اور لوگ مسجد سے باہر ہوں۔ فتاویٰ صغیری میں اسی کو مختار کہا ہے۔

مجمع البحرین میں ہے کہ نماز جنازہ مسجد میں اور میت کے کسی عضو یا میت غائب پر ممنوع ہے۔ بحر الرائق میں ہے کہ ممانعت کا مطلق ہونا اوفق ہے اس لیے کہ جس روایت کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے وہ مطلق ہے۔ (کذافی فتح القدیر) لہٰذا جو غایۃ البیان میں ہے کہ میت اور بعض قوم اگر مسجد سے باہر ہوں اور باقی لوگ مسجد میں ہوں تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ وہ قول مسلم نہیں ہے اور برہان شرح مواہب الرحمٰن میں ہے کہ کراہت تنزیہی کے قول کو بعض محققین نے اختیار کیا ہے۔

س: وہ کونسی نماز ہے جس میں عورت مردوں کی امامت کرے اور نماز کافی ہو جائے؟ (دوبارہ نہ پڑھی جائے)

ج: وہ نماز جنازہ ہے۔ قنیہ میں برہان صاحب محیط سے منقول ہے کہ اگر عورت

نے نماز جنازہ میں امامت کی تو کافی ہے نماز کا اعادہ نہیں کیا جائے گا۔ قنیہ ہی میں نظم الزندویستی سے منقول ہے کہ اگر کوئی مرد موجود نہ ہو اور میت پر صرف عورتیں نماز پڑھ لیں تو جائز ہے۔ اور اشباہ میں عورتوں کے احکام بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عورت نماز جنازہ میں امامت نہ کرے اور اگر عورت نے امامت کرلی تو اس کی نماز سے فرض ساقط ہو جائے گا۔ حموی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ اگرچہ اس کے پیچھے مردوں کی نماز باطل ہو جائے گی۔

س: ایسی کونسی نماز ہے جس کے بعد دعاء کرنا مکروہ ہے؟

ج: ایک روایت کے مطابق نماز جنازہ کے بعد دعاء مکروہ ہے۔ زاہدی نے قنیہ میں ابو بکر حامد سے نقل کیا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعاء کرنا مکروہ ہے۔ پھر فرمایا کہ محمد ابن فضل فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ محیط سے نقل کیا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد آدمی دعاء کے لیے کھڑا نہ ہو۔

س: ایسی کونسی نماز ہے جس میں نماز کا کسی دوسری چیز کے محاذاۃ (سامنے) کھڑا ہونا ضروری ہے؟

ج: نماز جنازہ ہے۔ اس میں نمازی کا میت کے کسی جز کے مقابل کھڑا ہونا شرط ہے۔ چنانچہ اگر اس حال میں نماز پڑھی کہ جنازہ کسی بلند چبوترے پر رکھا ہوا ہے جہاں محاذاۃ نہیں پائی جارہی ہے تو نماز درست اور کافی نہ ہوگی۔ (نص علیہ الحموی ناقلا عن القنیہ)

س: ایسی کونسی میت ہے جس کے ایک ہاتھ میں قرآن اور گردن میں زنار (جنیو) ہو اور اس پر نماز نہ پڑھی جائے؟

ج: وہ میت جو دار الاسلام میں پائی جائے۔ اس لیے کہ زنار کفار کے شعائر میں سے ہے۔ ہاں اگر ایسی میت اسی حال میں دار الحرب میں پائی جائے اس پر نماز پڑھی جائے گی۔ چونکہ دار الحرب میں کبھی کبھی اس کے بغیر امن نہیں ملتا

ہے۔(کذافی الفن السادس من الاشباہ والنظائر)

س: وہ کونسی میت ہے جس پر دار الاسلام کے تابع بنا کر نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟

ج: وہ وہ مردہ لقیط ہے جو دار الاسلام میں پایا جائے اور اس کا مسلمان ہونا یا کافر ہونا معلوم نہ ہو۔(کذافی الہدایہ)

س: وہ کونسی نماز ہے جس کے پڑھنے سے وہ شخص جس نے قسم کھائی ہو کہ میں نماز نہیں پڑھوں گا، حانث نہ ہو؟

ج: نماز جنازہ ہے۔(نص علیہ فی الاشباہ فی القاعدۃ السادسۃ من الفن الاول)

س: وہ کونسی میت ہے جس کو ڈبو دیا جائے؟

ج: وہ وہ میت ہے جس کو دفن کرنا متعذر ہو۔ مثلاً کوئی شخص کشتی میں مر جائے۔ اس کو غسل دیا جائے گا اور کفن دیا جائے گا اور نماز پڑھی جائے گی پھر دریا یا سمندر میں ڈالا جائے گا۔ چونکہ اس کو دفن کرنا مشکل ہے۔(کذافی جامع الرموز عن المحیط)

قلتُ: مولف علام فرماتے ہیں اس علت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کشتی میں مرا اور کشتی کنارہ پر کھڑی ہو جس سے اتر کر دفن کرنا ممکن ہو تو سمندر میں نہیں ڈالا جائے گا بلکہ دفن کیا جائے گا چونکہ اب ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

س: مسلمانوں کی ایسی کونسی جماعت ہے جس کی نماز نہیں پڑھی جائے گی اور مشرکین کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا؟

ج: وہ مسلمانوں کی وہ جماعت ہے جو کافروں کے مردوں میں مخلوط ہو جائے اور دونوں فریق برابر ہوں یا کفار زیادہ ہوں اور کوئی ایسی علامت نہ ہوں جس سے مسلمان کو کافر سے پہچانا جاسکے۔ ایسے لوگوں کو کفن اور غسل دیا جائے گا اور بغیر نماز پڑھے مشرکین کے قبرستان میں دفن کر دیا جائے گا۔ ہاں اگر کوئی ایسی علامت ہو جس کے ذریعہ مسلمان جنازوں کو کافروں سے تمیز دی

جاسکے تو اس وقت صرف مسلمانوں پر نماز پڑھی جائے گی یا یہ کہ مسلمان مردے زیادہ ہوں تو اس وقت سب پر نماز پڑھی جائے گی اور نیت مسلمانوں پر نماز پڑھنے کی کی جائے گی اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جو اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے کہ جب مقتضی اور مانع دونوں جمع ہو جائیں تو مانع کو مقدم کیا جائے گا۔ اس قاعدہ کے بموجب کسی کو بھی غسل نہیں دینا چاہیے مگر یہ مسئلہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے۔(کذا فی الفن الاوّل فی القاعدة الثانیه من الاشباه)

س: ایسی کونسی چیز ہے جس پر جنازہ کو رکھنا منع ہے؟

ج: چوپایہ پر جنازہ کو رکھنا منع ہے جیسا کہ کمر پر اٹھانا منع ہے۔ الیاس زادہ نے شرح نقایہ میں اس کی تصریح کی ہے۔

س: ہمارے نزدیک کونسی تلقین مستحب نہیں ہے؟

ج: مرنے کے بعد کی تلقین بخلاف حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے۔

هـذا آخر الكلام فى هـذا المرام والحمد لله على التمام والصلوٰة والسلام علىٰ سيّد الانام و علىٰ آله العظام واصحابه الكرام الىٰ ما تعاقبت الليالى والايام من قيام القيٰمة ويوم القيام۔